صوفی ازم اور علم و ادب کا بے باک ترجمان

سہ ماہی رہبر نور مکنپور شریف

ذی الحجہ، محرم الحرام، صفر المظفر ۱۴۴۱ھ اگست، ستمبر، اکتوبر ۲۰۲۰ء

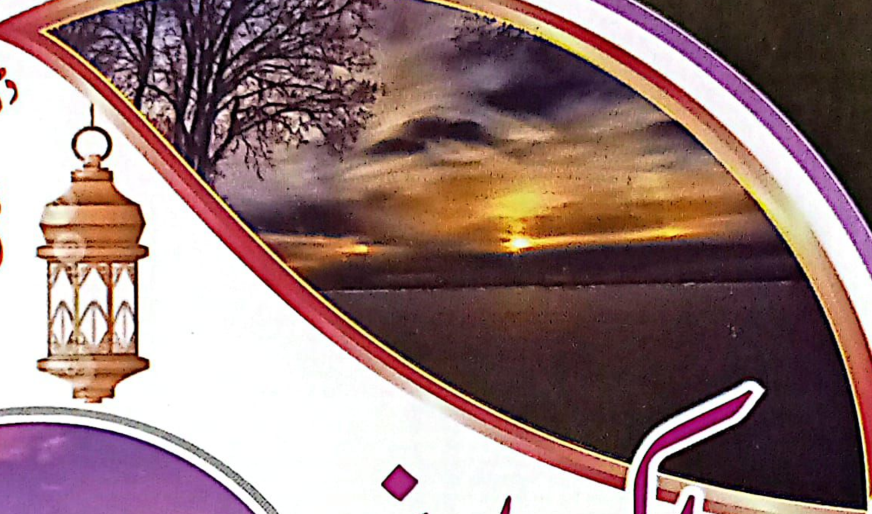

ڈوب کر نیزے پہ ابھرا آفتاب زندگی
قتل حسین اصل میں مرگ یزید ہے

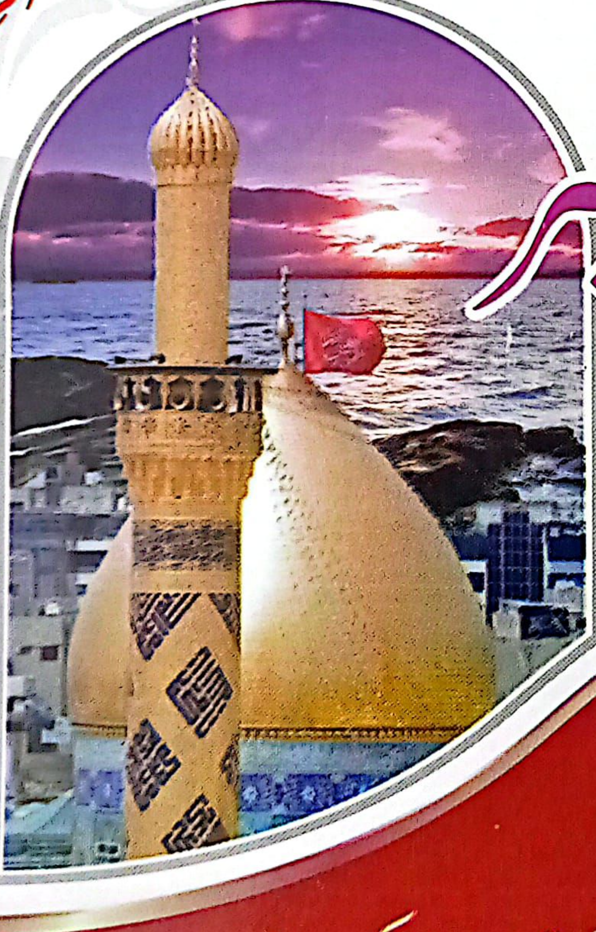

تاجدارِ کربلا نمبر

خانقاہوں میں تعزیہ داری کا رواج ایک جائزہ

کربلا کا سانحہ مظلوم کی بقائے دوام اور ظالم کی فنا کی داستان

چیف ایڈیٹر

ابو المشرب سید مقتدا حسین جعفری دار النور مکن پور شریف، کانپور (انڈیا)

Madaarimedia.Com

For More Download To Visit Now Madaarimedia.Com

بفیض روحانی۔ شہنشاہ ولایت سیّد بدیع الدّین احمد قطب المدار مدار العالمین رض

بیادگار الحاج ڈاکٹر سیّد مرتضیٰ حسین رہبر والحاج سیّدہ نور النہار فاطمہ علیہا الرحمۃ والرضوان

صوفی ازم اور علم وادب کا بے باک ترجمان

سہ ماہی

رہبر نور

مکن پور شریف

ذی الحجہ، محرم الحرام، صفر المظفر ۱۴۴۱ھ
مطابق اگست، ستمبر، اکتوبر ۲۰۲۰ء

مجلس ادارت

چیف ایڈیٹر
ابوالمشرب سیّد مقتدا حسین جعفری

مینیجنگ ایڈیٹر
ڈاکٹر سیّد اقتدا حسین جعفری عامر

ایڈیٹر
مفتی سیّد نثار حسین جعفری مداری

جوائنٹ ایڈیٹر
مولانا سیّد ازبر علی مداری

سرکلیشن مینیجر
سیّد شعب غازی مداری
و
سیّد قمر حسین جعفری

قیمت نمبر شمارہ -/80
سالانہ -/200
ڈاک خرچ -/60
رجسٹرڈ ڈاک
سے بھیجا جائیگا
جسکا خرچ
الگ سے دینا ہوگا

رسالہ منگوانے کیلئے ان نمبروں پر رابطہ کریں

9956677119
8737967832
6394344966

مجلس مشاورت

مولانا سیّد انتخاب عالم ارغونی
مولانا سیّد محمد توثیق فنصوری
سیّد موجود عالم محبوبی مداری
مولانا سیّد اظہر علی منظری وقاری
الحاج سید سیدالانوار طیفوری مداری
مولانا سیّد ظفر مجیب ارغونی
مفتی ابوالحماد محمد اسرافیل حیدری
مفتی الشاہ غلام یحییٰ مصباحی وقاری بلرام پور
مفتی خوشنود خاں مشربی مداری بریلی
مفتی شاہد رضا مشربی مداری بریلی
و عزت مآب مشائخ مکن پور شریف

مراسلات و ترسیل زر کا پتہ
سہ ماہی رہبر نور
ہیڈ آفس مکن پور شریف کانپور انڈیا

رسالہ میں شائع ہونے والے مضامین آپ کی معلومات میں اضافہ کریں گے لیکن مضمون نگار کی رائے سے ادارے کا اتفاق رائے ہونا ضروری نہیں ہے

ایڈیٹر، پبلشر و پرنٹر مقتدا حسین جعفری نے انشاء پرنٹرس 91/4 ہیرامن کا پوروہ، کانپور سے چھپوا کر دفتر رہبر نور مکن پور شریف سے جاری کیا۔

Evaluable on: www.hayyulmadar.com

Www.MadaariMedia.Com

مداریہ کتب خانہ
واٹسپ گروپ

MADAARI MEDIA
The Silsila e Aaliya Madaariya Social Platform

سلسلۂ مداریہ کے بزرگوں کی سیرت و سوانح
سلسلۂ عالیہ مداریہ سے متعلق کتابیں
سلسلۂ مداریہ کے علماء کے مضامین تحریرات
سلسلۂ مداریہ کے شعراء اکرام کے کلام

حاصل کرنے کے لئے اس ویب سائیٹ پر جائیے

www.MadaariMedia.com

@MadaariMedia
@MadaariMedia
@MadaariMedia
@MadaariMedia

Authority : Ghulam Farid Haidari Madaari

اس شمارے میں

نمبر شمار	مضامین	تحریر	صفحہ نمبر
1	اداریہ		3
2	سورہ "دھر" میں منقبت اہل بیت	مولانا نصیر احمد سراجی، قادری، بنارسی	5
3	خون میں ڈوبے ہوئے رنگیں نظاروں کو سلام	ابوالمشرب سید مقتدا حسین جعفری	11
4	عاشور کی صبح ایک عجیب منظر	ملک محمد عنایت اللہ (ماخوذ)	17
5	"عمل حسین علیہ السلام" دین نبی کو پھر سے نئی جان دے گیا"	چودھری عترت حسین عاشقی مرحوم	25
6	شہزادہ کونین امام حسین علیہ السلام ولادت سے شہادت تک	مولانا سعید اختر پلاموی	29
7	اے کربلا کی خاک	ماخوذ	37
8	اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کربلا کے باد	مفتی الشاہ غلام تحی مصباحی وقاری	41
9	ڈوب کر نیزے پہ ابھرا آفتاب زندگی	مولانا عبدالقیوم شیکوہی سیتاپوری	46
10	کربلا مظلوم کی بقا اور ظالم کی فنا	مولانا سید غلام رضا رضوی شرف بلراموری	49
11	کربلا کی جنگ نے اسلام کو نئی زندگی عطا کردی	مولانا شکیل خاں بریلی	52
12	استقامت اور کربلا	سید ازبر علی جعفری مداری	55
13	جس نے پامال کیا آل نبیؐ کا گلشن	سید اقتدا حسین عامر مکن پوری	60
14	ہندو کا دھرم مسلمان کا ایمان	سور بھ بھٹا چاریہ	61
15	تعزیہ شریف شریعت کی روشنی میں	مولانا سید منور علی	65
16	فضائل عاشور	مولانا سید اظہر علی مداری	69
17	حق اور باطل کی جنگ	مولانا تبریز رضا۔ کربلائے معلیٰ عراق	71
18	امیر المؤمنین سبط اکبر حضرت امام حسین علیہ السلام		74
19	بیت المقدس پر ایک ہزار سال سے جاری جنگ	منصور حبیب	78
20	قدیم شعرائے مکن پور شریف کا اجمالی تذکرہ	مولانا سید محضر علی وقاری	83
21	حضرت خواجہ سیّد فخر الدین گردیزی چشتیؒ، اجمیر شریف	عاطف کاظمی چشتی تہران یونیورسٹی ایران	88
22	عاشق اہل بیت "عاشق علی شاہ" رحمۃ اللہ علیہ	ابوالمشرب سید مقتدا حسین جعفری	94
23	''सिलसिला मदारिया में इजाज़त खिलाफत और बैअत''		100
24	آپ کے مرسلات		104

اداریہ

ہر دور انقلاب کو آئینہ دکھاتی تاریخ

جب ہم تاریخ کے اوراق الٹکر ہر دور کے خدو خال پر نظر کرتے ہیں تو بدلا ہوا وقت ورکروٹ لیتا ہوا ہر زمانہ اس امر پر مہر تصدیق ثبت کر دیتا ہے کہ اسلامی تاریخ کے ہر دور میں ضمیر فروشوں شکم پرستوں اور ہوس زدہ لوگوں کی کثیر تعداد موجود رہی ہے۔ اسلام کے ہر شعبۂ میں ایسے لوگ اپنی چالاکیوں اور سفاکیوں سے ہر فعل قبیح کو اسلام کے محاسن بناکر اور اپنی جاہلانہ علمی استعداد سے کم علم مسلمانوں میں انتشار پیدا کرتے رہے ہیں۔ ہنوز یہ سلسلہ آج تک جاری ہے۔ کبھی اہل بیت اطہار کے تقدس وطہارت اور ان کے پاکیزہ کردار کو خطاکاری کے ناپسندیدہ جملوں میں لپیٹ دیا جاتا ہے کبھی ان کی بے مثال قربانیوں کو تاریخی اغلاط کے سمندر میں غرقاب کر دیا جاتا ہے، کبھی بے خطا بے ریا کے نعرے بلند کر کے امت میں انتشار پیدا کیا جاتا ہے اور کبھی یزید پلید جیسے نااہل اور نابکار انسان کو خلیفۂ برحق اور امیر المومنین لکھا جاتا ہے اور یہی باطل نواز اور کوتاہ اندیش یزیدی مصنفین اپنی تحریرات سے امام حسین علیہ السلام جیسی عظیم شخصیت کی شان اقدس میں گستاخانہ عبارتیں رقم کرتے ہیں۔ یہ نااہل اور جہنمی لوگ یہ بھی بھول جاتے ہیں کہ انتخاب رسول پاک ﷺ میں خامیاں اور نقائص تلاش کرنا گناہ کبیرہ ہے۔ نبیؐ کی گود کے پالوں پر خطاکاری کا بہتان لگانا حق و دیانت، ایمان وانصاف اور احتیاط وسلامتی کا خون کر دینے کے مترادف ہے کیوں کہ خود خالق کائنات نے ان سے راضی ہونے کی مہر لگادی ہے۔

یہ کوئی مفروضہ یا اندھی عقیدت کا سیلاب نہیں ہے بلکہ ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ تاریخ کربلا کا ایک ایک باب زریں اور کربلا کی قربانیوں کا ہر ایک پیغام اپنی ایسی تاریخی حیثیت رکھتا ہے جسکو نہ کوئی بدل سکتا ہے نہ مٹا سکتا ہے۔ اگر اسلامی تاریخ سے شہدائے کربلا کی قربانیوں کو الگ کر دیا جائے تو آفتاب اسلام کی چمک پھیکی پڑ جائیگی، جذبہ ایثار وقربانی سسک کر دم توڑ دیگا، حق و دیانت اور سچائیوں کا سورج ہمیشہ کے لئے ندامت اور بدنامیوں کے اندھیروں میں روپوش ہو جائیگا۔

دنیا کا مزاج کتنا بھی بدل جائے، انسانی قدروں کو چاہے جتنا پامال کر دیا جائے، جاہلانہ دریدہ دہنی کے کتنے بھی طوفان اٹھتے رہیں مگر حق پسندی اور سچائیوں کی شمع اسی تابناکی کے ساتھ روشن رہے گی اسکی لو کبھی مدھم نہیں ہو سکتی ہے۔ کیوں کہ جب بدگمانیوں کا پردہ ہٹتا ہے اور حقائق کی سچی تصویر سامنے آتی ہے تو سارا زمانہ سچائیوں کے ساتھ کھڑا دکھائی دیتا ہے۔ کربلا کی سچی تاریخ ہر دور انقلاب کو آئینہ دکھاتی رہے گی اور اسلام کے شیدائیوں کو خراج عقیدت پیش کرتی رہے گی۔

(چیف ایڈیٹر)

حمد باری تعالیٰ

علامہ ادیب مکن پوریؒ

حاجت آپ ہیم شب اور نہ شرط الیت
چاہے جسے نواز دے تیرا وفور رحمت

عین کرم ترا ستم تیرے جمال کی قسم
وجہ سرور زندگی تیرا غم مفارقت

میں کہ فقط نیاز مند تو کہ ہے ایک بے نیاز
جھک کر تجھے لبھائے کیا میرا اسر عبودیت

آیا جو لب پہ تیرا نام تار سے جھن جھنا اٹھے
تجھ سے رباب قلب کو کوئی تو ہے مناسبت

عقل و شعور سب ہوئے راہ کے پیچ و خم میں گم
آ گئی کیا قریب تر منزل درک و معرفت

کاش گداز قلب سے مانگ سکوں میں وہ دعا
جس کے لئے ہے منتظر تیرا در قبولیت

ان کے کرم سے جو ملا منزل عشق میں ادیب
شرح و بیان میں نہیں آتا وہ کیف کیفیت

نعت سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم

علامہ ادیب مکن پوریؒ

مستحق کر چکی جب سزا کا حشر میں دست و پا کی گواہی
مطمئن کر گئی عاصیوں کو تیرے انعام کی بے پناہی

کر کے طوف حرم صدق دل سے لے کے پروانہ بے گناہی
مسکراتا چلا جا رہا ہے بن کے معصوم طیبہ کا راہی

تیری کیا بات طیبہ کے والی تیری ہر اک ادا ہے نرالی
صلح میں پیکر رحم و الفت جنگ میں اک بہادر سپاہی

گلستاں کی مرے پتی پتی ہے حفاظت میں خیر الوریٰ کی
برق و طوفان کے بس کی نہیں ہے اب مرے آشیاں کی تباہی

عرض کرنا غم رنج و دوری لے کے آنا پیام حضوری
تجھ کو اللہ توفیق بخشے جا مرے نالۂ صبح گاہی

دیکھ کر جلوہ ہائے رسالت سر جھکاتا غرور جہالت
چشم صدیق سے دیکھ لیتی کاش بوجہلی کی کم نگاہی

تو ہے مداح خیر الوریٰ کا خوف کیا تجھ کو روز جزا کا
اے ادیبؔ ان کا دامان رحمت ڈھانپ لیگا تیری روسیاہی

قطعہ

درخانہ ایمان است حسین
بر حاتم اسلام نگین است حسین
واللہ ادیبؔ در نگاہ حق بیں
کفرست یزید و ہمہ دین است حسین

علامہ ادیبؔ مکن پوری

سورہ ''دھر'' میں منقبت اہل بیت

مولانا نصیر احمد سراجی، قادری، بنارسی

اِنَّ الْاَبْرَارَ یَشْرَبُوْنَ مِنْ كَاْسٍ كَانَ مِزَاجُهَا كَافُوْرًا. عَیْنًا یَّشْرَبُ بِهَا عِبَادُ اللّٰهِ یُفَجِّرُوْنَهَا تَفْجِیْرًا. یُوْفُوْنَ بِالنَّذْرِ وَیَخَافُوْنَ یَوْمًا كَانَ شَرُّهٗ مُسْتَطِیْرًا. وَیُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِیْنًا وَّیَتِیْمًا وَّاَسِیْرًا. اِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللّٰهِ لَا نُرِیْدُ مِنْكُمْ جَزَآءً وَّلَا شُكُوْرًا. اِنَّا نَخَافُ مِنْ رَّبِّنَا یَوْمًا عَبُوْسًا قَمْطَرِیْرًا. (سورۃ الدہر، آیات ۵ تا ۱۰)

ترجمہ: بلاشبہ نیک لوگ (جنت میں) ایسے جام نوش کریں گے جس میں کافور (کے پانی) کی آمیزش ہوگی۔ یہ (کافور) ایک چشمہ ہے جس کا پانی اللہ کے (خاص) بندے پیئیں گے (اور جہاں چاہیں گے) اس میں سے نہریں نکال کر لے جائیں گے۔ یہ لوگ نذر پوری کرتے ہیں اور انہیں اس دن کا خوف لگا رہتا ہے جس کی سختی ہمہ گیر ہوگی۔ اور یہ لوگ مسکین، یتیم اور اسیر کو محبت الٰہی کی بنا پر کھانا کھلاتے ہیں (اور کہتے ہیں کہ) ہم تمہیں صرف رضائے الٰہی کے لئے کھلا رہے ہیں، تم سے کوئی صلہ چاہتے ہیں نہ شکریہ۔ ہمیں اپنے رب کی جانب سے اس دن کا خوف لگا رہتا ہے جو بہت ہی ہیبت ناک اور انتہائی سخت ہے۔

امام ابن مردویہ نے روایت کیا ہے کہ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: آیت ''ویطعمون الطعام'' (الخ) علی اور فاطمہ کے بارے میں نازل ہوئی۔ (الدر المنثور ج ۶ ص ۲۹۹، فتح القدیر علامہ شوکانی ج ۵ ص ۳۴۸)

مفسر ابو سعود نے اس سلسلے میں تفصیلی روایت نقل کی ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا (حضرات) حسنین بیمار ہوگئے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم چند صحابہ کرام کے ساتھ ان کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے۔ (۱) انہوں نے حضرت علی سے کہا: صاحبزادوں کی شفایابی کیلئے نذر مان لو۔ حضرات علی، فاطمہ اور ان کی کنیز فضہ نے حسنین کی صحت کے لئے تین روزوں کی نذر مان لی۔ دونوں صاحبزادے صحت یاب ہوگئے تو ان لوگوں کے ساتھ (حضرات) حسنین نے بھی روزہ رکھ لیا۔ اس دن (حضرت علی) علی کے گھر میں کھانے کو کچھ بھی نہیں تھا۔ انہوں نے خیبر کے شمعون نامی یہودی سے تین صاع جَو قرض لیا (۲) (حضرت) فاطمہ نے ایک صاع کا آٹا گوندھا اور پانچ لوگوں کے لئے پانچ روٹیاں پکائیں۔ افطار کا وقت ہوا تو ایک سائل نے دروازے پر آکر صدا لگائی: السلام علیکم اہل بیت محمد! میں ایک مسکین مسلمان ہوں۔ بھوکا ہوں۔ کھانا کھلا دیجئے۔ اللہ تعالیٰ آپ لوگوں کو خوانِ نعمت سے بہرہ یاب فرمائے گا۔ اہل بیت نے خود پر اس مسکین کو ترجیح دی اور سب نے (مع فضہ) اپنی اپنی روٹی مسکین کے ہاتھ پر رکھ دی اور خود پانی سے افطار کرکے رات گزار دی۔ اب دوسرے دن کا روزہ ہے۔ شام کو پھر پانچ روٹیاں پکائی گئیں۔ افطار کے وقت ایک یتیم سوالی بن کر آیا۔ ان لوگوں نے ساری روٹیاں اس یتیم کو دیدیں اور پانی سے افطار کرکے شب بسر کرلی۔ تیسرے دن بھی روٹیوں کی شکل میں افطاری تیار ہے اور افطار کی تیاری ہے کہ ایک اسیر (غیر مسلم قیدی) آیا اور اہل

بیت رسول و (علیہم السلام) کی چوکھٹ پر کھانے کا سوال لگانے لگا۔آج پھر ساری روٹیاں سائل کو دے دی گئیں۔صبح کو حضرت علی (علیہ السلام) حضرات حسنین (کریمین علیہما السلام) کو لے کر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتا قدس میں حاضر ہوئے۔ دونوں صاحبزادگان بھوک کی شدت کی وجہ سے اس طرح کانپ رہے تھے جیسے چڑیا کے ننھے منے بچے کانپتے ہیں۔انہیں دیکھ کر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو کافی رنج ہوا۔آپ ان کو لے کر فاطمہ (علیہا السلام) کے پاس گئے۔ وہ اپنے حجرہ میں تھیں۔ بھوک کی شدت سے وہ بھی بے حال تھیں۔ان کی آنکھیں دھنس گئی تھیں۔ یہ حالت دیکھ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت تکلیف ہوئی۔اسی وقت جبرئیل علیہ السلام حاضر خدمت ہوئے اور کہا: اے محمد! اللہ تعالیٰ آپ کو آپ کے اہل بیت (اور ان کی مسکین نوازی) کے بارے میں مبارکباد دیتا ہے۔ پھر انہوں نے پوری سورہ پڑھی۔

(تفسیر ابو سعود ج ۵ ص ۲۱۶، روح المعانی ج ۲۹ ص ۱۵۷، تفسیر مظہری ج ۱۰ ص ۱۵۵)۔

محدث ابن جوزی نے العلل المتناہیۃ فی الاحادیث الواہیۃ میں اور حافظ ابن تیمیہ نے منہاج السنۃ النبویۃ میں نقض کلام الشیعۃ القدریۃ میں اس روایت پر بڑی جارحانہ تنقید کی ہے حتی کہ اسے موضوع تک کہہ دیا ہے۔(۱)

ابن جوزی اور ابن تیمیہ کے اس سخت ریمارک پر والد گرامی سراج العارفین حضرت علامہ عزیز الحق کوثر ندوی قادری چشتی نظامی علیہ الرحمۃ والرضوان نے بہت مفید، معتدل، محققانہ اور منصفانہ گفتگو کی ہے۔آپ تحریر کرتے ہیں: ”محدثین جرح وانتقاد میں عموماً چار چیزوں کو ملحوظ رکھتے ہیں:

(۱) رواۃ ثقہ اور معتبر ہیں کہ نہیں؟

(۲) سلسلۂ رواۃ کی کوئی کڑی رہ تو نہیں گئی ہے؟ کیوں کہ راویوں کو جانچنے کیلئے یہ بھی ضروری ہے کہ ہر شخص جس سے روایت لے کر بیان کر رہا ہے اس کا نام بھی بتائے تا کہ جانچا جاسکے کہ یہ شخص ثقہ اور معتبر ہے کہ نہیں؟ اگر اس ضابطہ کا لحاظ نہیں رکھا گیا تو روایت پر اطمینان نہیں کیا جاسکتا۔ممکن ہے کہ جس راوی کا نام نہیں بتایا گیا وہ غیر معتبر ہو۔

(۳) اس روایت کے مدمقابل کوئی ایسی روایت نہ ہو جس کے رُواۃ کے اس کے راویوں سے زیادہ معتبر ہوں۔

(۴) ان ضوابط کے علاوہ اس پر بھی نظر رہے کہ اس کی تہہ میں کوئی ایسی بات تو نہیں جس سے روایت پایۂ اعتبار سے گر جاتی ہے۔

محدثین اور فقہائے ملت فقہی مسائل والی حدیثوں کی جانچ پڑتال میں تو ان ضوابط پر سختی سے عمل کرتے ہیں، لیکن جن حدیثوں سے فقہی مسائل کا استنباط نہیں ہوتا ان میں اتنی کدوکاوش ضروری نہیں سمجھتے۔بس اتنا جانچنا کافی سمجھتے ہیں کہ روایت جعلی تو نہیں۔

فقہاء مجتہدین نے یہاں اس حقیقت کو بھی ملحوظ رکھا ہے کہ روایت کے ان اصولوں میں اگر عمومیت پیدا کردی گئی کہ ہر جگہ ان کو استعمال کیا گیا اور جو روایتیں ان کے معیار پر پوری نہ اتریں انہیں چھوڑ دیا گیا تو امت بہت سی ایسی حدیثوں اور روایتوں سے محروم ہو جائے گی جو اگرچہ صحیح ہیں مگر محدثین کے یہ بنائے ہوئے ضابطے پر نکتہ چینی کر رہے ہیں۔اس لئے انہوں نے ایک نہایت بیش بہا ضابطہ پیش فرمایا ہے۔ وہ یہ ہے کہ:

کسی روایت کی تردید یا اس پر کڑی تنقید اسی وقت مناسب ہے جب کہ اس کی تائید میں کوئی آیت قرآنی، یا کوئی معتبر حدیث، یا اجماع، یا امت کا توارث وتعامل، یا ایسی ہی کوئی

بڑے وزن اور پاور کی چیز نہ ہو۔ اور اگر ان میں سے کوئی چیز روایت کی تائید کر رہی ہے تو روایت قابل قبول ہے اور اس کو نظر انداز کر دینے کی کوئی وجہ نہیں۔ لہٰذا ایسی روایت کی تردید یا اس پر جارحانہ انتقاد کرنا محض بے سود ہے، بلکہ امت کو ایک مفید چیز سے محروم کرنا ہے۔ (مناقب اہل بیت ص ۱۴۱ تا ۱۴۴)

آگے تحریر فرماتے ہیں:

اس روایت پر جو بھی جارحانہ تنقید کی گئی ہے خواہ فنی اعتبار سے صحیح ہو، لیکن چونکہ اس کی تائید میں اور روایات بھی ہیں لہٰذا نظر انداز کر دینے کے قابل نہیں، اور اسے قبول کیا جائے گا۔ کیونکہ علمی اور فنی نقطۂ نظر سے قابل قبول روایت ہے۔

(مناقب اہل بیت ص ۱۴۶)

یہاں امام سبکی کا یہ ارشاد یاد رکھنے کے لائق ہے۔ فرماتے ہیں:

"محدثین کسی حدیث کو منکر یا غریب کہتے ہیں تو عموماً کسی خاص سلسلۂ رُواۃ کی بنا پر کہتے ہیں۔ لہٰذا ان کے اس قول کی بنا پر اصل حدیث پایۂ اعتبار سے ساقط نہ ہو جائے گی"۔

(الجوھر المنظم لابن حجر المکی)

مذکورہ بالا روایت پر یہ اعتراض بھی کیا جاتا ہے کہ سورۂ دہر مکی ہے اور حضرات حسنین کریمین علیہما السلام کی ولادت مدینے میں ہوئی ہے، لہٰذا یہ کہنا کہ "حضرت علی، حضرت سیدہ فاطمہ اور حضرات حسن و حسین کی طعام بخشی اور مسکین نوازی اس سورہ کی شانِ نزول ہے" درست نہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ سورۂ دہر کے مکی یا مدنی ہونے کے بارے میں مختلف اقوال ہیں:

(۱) سورہ مکی ہے۔ یہ قول مقاتل اور کلبی کا ہے۔

(تفسیر قرطبی)

(۲) سورہ مدنی ہے۔ یہ قول مجاہد اور قتادہ کا ہے۔

(تفسیر خازن، ج ۷ ص ۱۸۸)

(۳) کچھ آیتیں مکی اور کچھ مدنی ہیں:

(الف) حسن بصری اور عکرمہ کا قول ہے کہ پوری سورہ مدنی ہے، صرف "واصبر لحکم ربک ولا تطع منھم اثما او کفورا" مکی ہے۔ (تفسیر خازن ج ۷ ص ۱۸۹ مع تفسیر بغوی، روح المعانی ج ۲۹ ص ۱۵۰)

(ب) شیخ ماوردی نے کہا کہ یہ بھی کہا گیا ہے کہ پہلی آیت "ھل اتی علی الانسان حین من الدھر" سے بائیسویں آیت "وکان سعیکم مشکورا" تک مدنی ہے۔ اس کے بعد سے آخری آیت تک مدنی ہے۔ (تفسیر خازن ج ۷ ص ۱۸۹)

(ج) شیخ ابن عادل حنبلی، مفسر قرطبی اور مفسر خازن کہتے ہیں کہ جمہور اس سورہ کو مدنی کہتے ہیں۔

اس بارے میں حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کے دو اقوال ملتے ہیں۔

(۱) یہ سورہ مکی ہے۔ روایت نحاس۔

(الدر المنثور ج ۶ ص ۲۹۷)

(۲) یہ سورہ مدنی ہے۔ روایت ابن الضریس، ابن مردویہ، بیہقی (الدر المنثور ج ۶ ص ۲۱۷) لیکن چونکہ سورہ دہر مذکورہ بالا شان نزول مجاہد اور عطاء نے حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما ہی سے روایت کی ہے لیکن آپ کی جانب دوسرے

قول کا انتساب زیادہ وزنی ہے۔ یہ بھی احتمال ہے کہ حضرت ابن عباس کا بھی یہی خیال ہو کہ اس کی چند آیتیں مکی اور چند مدنی ہیں۔

مفسر خازن نے سورہ کے مکی کہنے والوں میں عطاء کا نام بھی لکھا ہے، مگر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی شان نزول کے ایک راوی یہ بھی ہیں۔ اس لئے انہیں میں اضطراب ہے۔

خلاصۂ بحث یہ ہے کہ سورۂ دہر کے عہد نزول کے بارے میں اکابر کے اقوال مختلف ہیں۔ خود لفظ اسیر پوری سورہ کے مکی ہونے کی نفی کر رہا ہے۔ کیونکہ اسیر وہ کافر شخص ہے جو مسلمانوں سے جنگ کرنے کے لئے آیا اور گرفتار کرلیا گیا۔ یہ صورتِ حال مکے میں کہاں تھی؟ ہر شخص جانتا ہے کہ اسلامی تاریخ کا پہلا غزوہ بدر کے میدان میں ۲ھ میں ہوا۔ پھر مکہ میں اسیر کا وجود کہاں؟ اسیر کا لفظ خود نشاندہی کر رہا ہے کہ صورت واقعہ کا تعلق مدینے سے ہے۔ لہٰذا پوری سورہ کو مکی مان کر شان نزول کی صحت پر سوالیہ نشان لگا دینا بلکہ خط تنسیخ کھینچ دینا انصاف کے اصول کے خلاف ہے۔

پیش کردہ مباحث کو سامنے رکھ کر یہی بات سب سے متوازن معلوم ہوتی ہے کہ سورۂ دہر کی ابتدائی آیات (۱ تا ۲۲) مدنی ہیں، اور اس کے بعد سے آخر تک تمام آیات مکی ہیں۔ ان میں آیات ۵ سے ۲۲ تک میں بالکل واضح طور پر ایک مربوط سلسلۂ کلام ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے ابرار (نیک اطوار بندوں) کے کچھ اوصاف بیان کیے ہیں اور ان کو عالم آخرت میں جن اعزازات وانعامات سے مشرف کیا جائے گا ان کا بھی ذکر فرمایا ہے۔ (ارشاد ہوتا ہے:

"بلاشبہ ابرار (یعنی نیک لوگ جنت میں) ایسے جام نوش کریں گے جس میں کافور (کے پانی) کی آمیزش ہوگی۔ (یہ کافور) ایک چشمہ ہے جس کا پانی اللہ کے (خاص) بندے پئیں گے (اور جہاں چاہیں گے) اس میں سے نہریں نکال کر لے جائیں گے۔ یہ (وہ لوگ ہیں جو) نذر پوری کرتے ہیں اور انہیں اس دن کا خوف لگا رہتا ہے جس کی شدت ہمہ گیر ہوگی۔ اور یہ لوگ مسکین، یتیم اور اسیر کو محبت الٰہی کی بنا پر کھانا کھلاتے ہیں (اور کہتے ہیں کہ) ہم تمہیں صرف ذات الٰہی کے لئے کھلا رہے ہیں۔ ہم تم سے کوئی عوض چاہتے ہیں نہ شکریہ (کے کلمات)۔ ہمیں اپنے رب کی جانب سے اس دن کا دھڑکا لگا رہتا ہے جو بہت ہیبت ناک اور نہایت سخت ہے۔ تو (ان کے خلوص وللّٰہیت کی وجہ سے) اللہ ان کو اس دن کی سختی سے محفوظ رکھے گا اور ان کو شادابی اور مسرت عطا کرے گا۔ اور انہوں نے (ایمان) کی پختگی کا جو مظاہرہ کیا ہے اس کے صلے میں جنت اور ریشمی خلعت مرحمت فرمائے گا۔ وہ جنت میں تخت پر مسند نشیں ہوں گے۔ وہاں دھوپ کی تیزی دکھائی دیگی نہ جاڑے کی شدت۔ جنتی درخت ان پر سایہ فگن ہوں گے اور ان کے پھلوں اور میووں کے خوشے لٹک رہے ہوں گے۔ ان کے سامنے چاندی کے برتن پیش کئے جائیں گے اور شیشے کے جام کا دور چلے گا۔ یہ شیشہ بھی چاندی ہی کا ہوگا۔ بنانے والوں نے برتن اور جام مناسب انداز پر بنایا ہوگا۔ وہاں انہیں ایسا جام بھی پلایا جائے گا جس میں زنجبیل (کے پانی) آمیزش ہوگی۔ یہ (زنجبیل بھی) جنت میں ایک چشمہ ہے جس کا نام سلسبیل ہے۔ ان (جنتیوں) کے پاس (یہ نعمتیں لے کر) ایسے لڑکے آتے جاتے رہیں گے جو ہمیشہ لڑکپن کی حالت میں رہیں گے۔ (ان کے حسن وجمال کا یہ عالم ہے کہ) اگر تم ان کو دیکھ لو تو لگے کہ بکھرے ہوئے موتی ہیں۔ وہاں جدھر بھی نظر اٹھاؤ گے (اللہ کی

)نعمتوں اور عظیم شہنشاہی کا مشاہد ہوگا۔ان (جنتیوں) کے بدن پر ریشم کی باریک سبز پوشاک ہوگی اور دبیز بھی۔اور انہیں چاندی کے کنگن پہنائے جائیں گے ۔ اور ان کا رب انہیں شراب طہور (بہت پاکیزہ مشروب) پلائے گا۔(ان سے کہا جائے گا کہ) یہ ہے تمہارا صلہ اور تمہاری کاوشوں کو شرفِ قبول حاصل ہے"۔ (سورۃ الدہر آیات ۵تا۲۲ کا ترجمہ)

حواشی

(۱) روح المعانی ج ۲۹، ص ۱۵۷ میں روایت عطاء عن ابن عباس میں ہے کہ صحابۂ کرام میں حضرت ابوبکر اور عمر بھی تھے۔

(۲) تفسیر نسفی میں بھی ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ایک یہودی سے بطور قرض جَو لیا لیکن تفسیر بغوی، تفسیر خازن ج ۷ ص ۱۹۲ اور تفسیر مظہری ج ۱۰ ص ۱۵۵ میں ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے ایک یہودی کے یہاں مزدوری کی اور اُجرت میں کچھ جَو ملے۔

اسباب النزول واحدی میں مزید تفصیل ہے کہ حضرت علی نے چند صاع جَو کے عوض ساری رات کھجور کے درختوں میں پانی دیا۔

(۱) علامہ ابن جوزی اور علامہ ابن تیمیہ بہت بڑے عالم ہیں۔لیکن ان لوگوں نے بکثرت حدیثوں کی باعتبار سند درجہ بندی میں تساہل سے کام لیا اور احتیاط کا دامن چھوڑ دیا۔ جس کی وجہ سے متعدد صحیح حدیثوں پر ضعیف یا موضوع کا حکم لگا دیا۔ان لوگوں کی اس غیر محتاط روش کی بنا پر بعد کے محدثین نے روایتوں کے بارے میں ان کے فیصلے کو بغیر تنقیح و تحقیق قبول کرنے سے گریز کیا ہے۔میرے شیخ الشیوخ علامہ عبدالحی فرنگی محلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اچھی طرح جان لو کہ محدثین میں کچھ لوگ ہیں جو اہل تعنت (تشدد) ہیں۔ یہ راویوں کے بارے میں جرح کرتے ہوئے کسی حدیث کو ضعیف یا موضوع کہنے میں جلد بازی کرتے ہیں۔ان میں ابن جوزی، عمر بن عمر و موصلی، رضی الصفانی، جوز قانی، ابن تیمیہ حرانی اور مجد العرس فیروز آبادی وغیرہ ہیں۔ بسا اوقات یہ لوگ کسی قوی حدیث کو ضعیف یا موضوع قرار دے دیتے ہیں اور کسی ضعیف حدیث پر قلیل ضعف کی بنا پر محض قوت جرح کے بل بوتے پر کوئی سخت حکم لگا دیتے ہیں۔جب صورت حال یہ ہے تو عالم دین کے لئے ضروری ہے کہ ایسے سخت گیر لوگوں کے فیصلے کو تنقیح و تحقیق کے بغیر قبول نہ کرے۔ جو عالم تحقیق کے بغیر ایسے لوگوں کے اقوال قبول کرلے گا وہ خود بھی بھٹکے گا اور دوسرے لوگوں کو بھی فساد میں مبتلا کرے گا۔(الرفع والتکمیل مخلصاً ص ۳۳۰ تا ۳۳۱)

امام ابن صلاح، علامہ عراقی، علامہ حلالی، امام سخاوی، امام سمہودی، امام سیوطی وغیرہ نے ابن جوزی کے اس شدت پسندانہ موقف پر سخت تنقید کی ہے۔حافظ ابن جوزی ہی کی طرح بکثرت محقق علماء نے حافظ ابن تیمیہ کے سخت رویے پر ناراضگی کا اظہار کیا ہے۔امام ذہبی، شیخ ابو اسحٰق حوینی، علامہ عز ابن جماعہ، حافظ ابن حجر عسقلانی، امام سبکی، علامہ عبدالحی فرنگی محلی وغیرہ محدثین و محققین نے ان کے اس مفرطانہ نظریے پر کڑی تنقید کی ہے۔ابن تیمیہ کے اندر بہت بڑی خرابی یہ ہے کہ وہ اپنی ناصبی فکر کی بنیاد پر فضائل اہل بیت کرام کی متعدد حدیثوں کی بیجا طور پر تضعیف کرتے ہیں بلکہ موضوع ثابت کرنے کے لئے بھی ایڑی چوٹی کا زور لگا دیتے ہیں۔ علامہ زاہد الکوثری نے بھی الحاوی میں سیرۃ الطحاوی پر اس پر نقد فرمایا۔ان کے زبردست

مداح علامہ انور شاہ کشمیری، مولانا احمد رضا بجنوری اور محدث البانی کو بھی ابن تیمیہ کی مفرطانہ فکر سے شکایت ہے (دیکھئے فیض الباری، انوار الباری اور السلسلۃ الصحیحۃ) مولانا احمد رضا قاسمی بجنوری ابن تیمیہ کے خارجی نظریے کے بارے میں لکھتے ہیں:

کیونکہ ان کا نقطۂ نظر خارجی رجحانات کا اثر پذیر ہے اور اس کا ثبوت ان کی عبادتوں سے ملتا ہے (انوار الباری ج ۲، ص ۲۰۔۲۱) (اس پر مفصل بحث میری کتاب "قرآن اور اہل بیت" میں ہے)

غزل

سید انصار احمد ہنر

مسکراؤں تو بیماروں کو برا لگتا ہے
چین پا جاؤں تو خاروں کو برا لگتا ہے

پے بہ پے ضرب و ستم سہنا خوش آئینہ نہیں
موج ٹوٹے تو کناروں کو برا لگتا ہے

بے ضرر راہ کا پتھر ہوں تو پھر میرا وجود
جانے کیوں راہ گزاروں کو برا لگتا ہے

قہقہے بزم مسرت میں لگانے والوں
شور بھی درد کے ماروں کو برا لگتا ہے

مرہم لطف و کرم سے نہ کرو چارہ گری
یہ بھی ہم سینہ فگاروں کو برا لگتا ہے

کچھ سمجھ ہی میں نہیں آتا ہے دنیا کا مزاج
ایک خوش ہو تو ہزاروں کو برا لگتا ہے

بے حجاب ان کا نکلنا کبھی راتوں میں ہنر
جانے کیوں چاند ستاروں کو برا لگتا ہے

تیری محبتوں کو تیرے پیار کو سلام

خواجہ سید مصباح المراد مصباح

صبر و رضا کی آہنی دیوار کو سلام
نور نگاہ احمد مختار کو سلام

کرتی ہیں آج ارم کی بہاریں بصد خلوص
صحرائے کربلا تیرے ہر خار کو سلام

نازاں ہیں تجھ پہ مریم و حوا و فاطمہ
اے زینب حزیں ترے کردار کو سلام

میری نظر میں ہے تری مجبوریوں کا حال
نہر فرات تیری ہر اک دھار کو سلام

روشن ہوا عمل سے ترے فرق نور و نار
کرتی وفا ہے حر وفادار کو سلام

جس نے کیا تھا روئے امامت کو سرخرو
اصغر تمہارے خون کی اس دھار کو سلام

آیا نہ جس کے لب پہ تبسم تمام عمر
کرتے ہی رہئے عابد بیمار کو سلام

بولیں سکینہ بابا کے سینے پہ رکھ کے سر
تیری محبتوں کو تیرے پیار کو سلام

کرتی تھی رو کے شام غریباں قدم قدم
اہل حرم کی قافلہ سالار کو سلام

آنکھیں بھگا کہتا ہے مصباح خستہ جاں
بیمار کا ہو عابد بیمار کو سلام

(خون میں ڈوبے ہوئے رنگین نظاروں کو سلام)

ابوالمشرب سید مقتدا حسین جعفری

نجف اشرف ایرپورٹ سے نکل کر جیسے ہی عراق کی دھرتی پر قدم رکھا تو گرم ہوا اور لو کے تھپیڑوں نے ہمارا خیر مقدم کیا۔ نہ جانے کتنے تاریخی انقلابات کو دامن میں سمیٹے یہ ملک اپنی تہذیبی اور ثقافتی وراثت کے ساتھ آج بھی پوری دنیا کو سبق آموز پیغامات دیتا نظر آتا ہے۔ تھوڑی دور پر شیر خدا حضرت علی کرم اللہ الوجہہ الکریم کے روضے کا گنبد دہکتے ہوئے سونے کی پیلی رنگت لئے چمک رہا تھا۔ اس شہر کے ہر گوشہ میں دینی ثقافت کی جھلک نظر آتی ہے۔

پہلے یہ قدیم شہر مناذرہ کے قریب تھا اور ''حیرۃ'' کے بادشاہوں کے زیر تسلط تھا۔ اسلامی فتوحات سے پہلے نجف میں صرف عیسائیوں کی عبادت گاہیں تھیں۔ جب سے امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام کی آخری آرام گاہ نجف اشرف قرار پائی اس وقت سے یہ مقدس شہر اہل علم کا مرکز بن گیا۔ ہم اس جگہ پر تھے جسکو مقام امام زین العابدینؑ کہا جاتا ہے اور قریب ہی مقام محمد بن حنفیہؓ اور مقام رقیہ بنت امام حسن علیہ السلام ہے۔ ان مقدس مقامات کی زیارت نے آنکھوں کو نئی روشنی اور ذہن وفکر کو بالیدگی عطا کردی۔ مولائے کائنات کے روضہ مقدسہ کے ٹھیک سامنے دنیا کا سب سے بڑا قبرستان نظر آرہا تھا۔ قدم آگے بڑھتے گئے اور وہاں پر جاکر ٹھہر گئے۔ جہاں سامنے حضرت ہود علیہ السلام اور حضرت صالح علیہ السلام کے مقدس مزارات ہیں۔ یہ قبرستان ''وادی السلام'' کہا جاتا ہے کچھ فاصلے پر حضرت نوح علیہ السلام کا مزار بھی ہے۔ یہ علاقہ ایک قدیم ساسانی شہر تھا جو اس وقت فارس کی سلطنت میں شامل تھا۔ عباسی خلیفہ ہارون رشید نے اسکی نئے سرے سے تعمیر کی تھی۔ عثمانیہ خلافت کے زمانے میں عرب قبائل کے حملوں اور پانی کے ذخائر کم ہونے کی وجہ سے یہاں کی آبادی بالکل ختم سی ہوگئی تھی۔ مگر آج مولائے کائنات کے جگمگاتے گنبد کی سنہری چھاؤں میں پورا شہر روشن نظر آرہا ہے۔ آج دینی مدرسوں، قدیم کتب خانوں، اہل علم وفن، خوبصورت عمارتوں اور بازاروں کی بنیاد پر بھی اس شہر نے اپنی پہچان بنائی ہے۔

ہماری بس کا رخ کوفہ کی طرف تھا کوفہ نجف اشرف سے ملی ہوئی بالکل متصل آبادی والا شہر ہے۔ جیسے ہی کوفہ پر نظر پڑی ذہن میں اسلام کی تاریخی روایات کے کئی باب کھل گئے۔ اہل علم خوبصورت اور محبان اہل بیت جانتے ہیں کہ کوفہ شہر کا نام آتے ہی سب سے پہلے ذہن ان المناک حادثات و واقعات کی طرف رجوع ہوجاتا ہے جب حرم کی شہزادیوں کو کوفہ کی گلیوں میں بے مقنع وچادر گھمایا گیا تھا۔ عراق کے دارالحکومت شہر بغداد کی دوری یہاں سے ۱۱۶ کلومیٹر ہے اور کربلا شہر یہاں سے صرف ۵۵ کلومیٹر کے فاصلے پر آباد ہے۔

جیسے ہی ہماری بس ''بابل'' اور ''نینوا'' کی سرحد میں داخل ہوئی تو حد نگاہ تک سرخ ریت کے ذرات اور خون رنگ بگولوں کی دھند چھاتی چلی گئی۔ آسمان تانبے کی طرح چمک رہا تھا اور کہیں بھی آس پاس بادلوں کا کوئی بھولا بھٹکا ٹکڑا بھی نظر نہیں آرہا

تھا۔ زمیں سرخ تھی آسمان لال تھا غرض کہ آسمان وزمین کا رنگ ایک سا نظر آرہا تھا۔ اس سرزمین کا آسمان یقیناً نیلا ہوگا۔ زمین پر اشجار اور طیور بھی ہوں گے۔ مگر اس وقت ہماری نگاہ ان ہولناک مناظر کے تصور میں ڈوب چکی تھی جو مناظر اسی شہر کے بادشاہوں نے اپنی المناک آنکھوں سے دیکھے تھے۔

کہتے ہیں کہ "کوفہ" مملکت بابل اور نینوا کی قدیم ترین بستی ہے اور صدیوں پہلے یہ حضرت نوحؑ کا مسکن رہا ہے اور یہیں انکی اولاد پھلی پھولی اور طوفان نوح کے بعد قبائل اور قافلوں کی صورت میں ادھر ادھر بکھر گئی۔ بحر نوح ہمارے سامنے قرنوں پہلے کی داستان دہرانے کے لئے بے چین دکھائی دے رہا تھا۔ نمرود بن کوش بن جام بھی یہیں پیدا ہوا اور اسی سرزمین پر اپنی خدائی اور بادشاہت کا دعویٰ کیا۔ قدیم شہر بابل کے کھنڈرات کوفہ سے چند میل کے فاصلے پر آج بھی نہ مٹنے والی تاریخی نشانیوں کی طرح موجود ہیں۔ جن کو دیکھ کر ہم کبھی خیالات کے سمندر میں غوطہ زن ہو کر تاریخ کے ابواب کو الٹتے کبھی اپنی آنکھوں کے سامنے ویران پڑے کھنڈرات کا مشاہدہ کر کے صدیوں پہلے رونما ہونے والے واقعات وحادثات کی بگڑی ہوئی تصویروں کو دیکھ رہے تھے۔

اراک، اکاد، سفا، راہو، نینوا، طیر کلخ مملکت بابل کی بستیاں تھیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی کتاب توریت میں لکھا ہوا ہے کہ ملک بابل کی بنیاد اولاد نوح علیہ السلام نے ڈالی تھی اور حضرت آدم علیہ السلام کا گزر بھی ادھر ہی سے ہوا تھا۔ ظہور الاسلام کے بعد نیا کوفہ ۱۷ھ میں حضرت فاروق اعظم خلیفہ دوم کے عہد میں آباد ہوا اور اسکی بنیاد صحابیٔ رسولؐ حضرت سعد بن ابی وقاص نے رکھی تھی۔ یہ ایک فوجی چھاونی تھی جس میں مختلف جنگجو قبیلوں کے ۴۰ ہزار سے زائد افراد کو بسایا گیا تھا۔ ان میں ۱۲ ہزار یمنی اور ۸ ہزار طرار کے باشندے تھے۔ اس وقت جو قبائل آباد ہوئے ان میں سلیم ثقیف، ہمدان، بنو اسد، ہوازن، ثعب، عامر ازد اور محارب خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ یہیں سے مختلف علاقوں میں فوج بھیجی جاتی تھی۔

حضرت عثمان غنیؓ کی شہادت کے بعد جب خلافت کا بار مولائے کائنات حضرت علی علیہ السلام کے کاندھوں پر آن پڑا تو انھوں نے کوفہ کو اسلامی مملکت کا مرکز اور دار الخلافت بنایا۔ بس کے ڈرائیور نے ایک عجیب سے مقام پر بس کو کھڑا کر دیا اور ساتھ چل رہے ٹور کے نمائندے نے جیسے ہی آواز دی کہ ہم لوگ مولیٰ علی علیہ السلام کے مکان پر آگئے ہیں۔ اچانک میرے ذہن میں چودہ سو برس پہلے کے تاریخی انقلابات کی ایک بجلی سی کوندھ گئی۔ گزرے ہوئے واقعات کے وہ مناظر جو صرف کتابوں میں پڑھتے رہے تھے آج مشکل کھڑے اپنے وجود کی کہانی بیان کر رہے تھے۔ میں نے دل کو مضبوط کیا اور ایک چوڑی سڑک کے کنارے پر مولیٰ علیؑ کے مکان کو غور سے دیکھنے لگا۔ چہار دیواری کے اندر کھڑے کھجور کے چار پانچ درختوں کو دیکھا جن میں کھجوریں لگی ہوئی تھیں اندر جا کر دیکھا لوگوں کے آنے جانے کی ایک بھیڑ سی لگی ہے۔ چوڑی چوڑی دیواروں اور چھوٹے چھوٹے کمروں کی قطع تو عجیب سی تھی لیکن در و دیوار اور زمیں کے ایک ایک ذرے سے اہل بیت کے تقدس وطہارت محبت وعقیدت اور ان کے گزارے ہوئے زندگی کے لمحات کی خوشبو آرہی تھی۔ ایک شخص نے نشان دہی کرتے ہوئے بتایا کہ یہ کمروں کے آگے چھوٹا سا آنگن جو لوہے کے جال سے چاروں طرف سے گھرا ہوا ہے اس جگہ پر حضرت علیؑ کو زخمی حالت

میں لاکر لٹایا گیا تھا۔ اچانک طبیعت نے راہ دی تصورات کی دنیا میں تاریخ کے ابواب ڈھونڈنے لگے میرے داہنے طرف جو کمرہ تھا وہ حضرت زینب سلام اللہ علیہا کا تھا۔ جہاں انھونے ۳۵ھ سے ۴۰ھ تک کا وقت گزارا تھا اور چھوٹے چھوٹے کمرے امام حسنؑ اور امام حسینؑ کے تھے۔ جب میں ان مقدس مقامات کی زیارت کرکے باہر نکلا تو جو مناظر آنکھوں کے سامنے تھے اور جن مقامات پر نظریں ٹھہری ہوئی تھیں وہ مقامات گزرے ہوئے حالات و واقعات کی المناک داستانیں دہرا رہے تھے۔

مولا علی علیہ السلام کے مکان سے صرف ۲۰۰ میٹر کے فاصلے پر ''مسجد کوفہ'' کی صاف اور نظیف عمارت اور اس کے بلند گنبد اور مینار نظر آرہے تھے۔ دیکھتے ہی دل تڑپ اٹھا کہ اسی مسجد میں حالت نماز میں ۴۰ھ میں مولا علیؑ کو شہید کیا گیا تھا۔ یہ وہی مسجد ہے کہ جب ۱۷ھ میں مسلمانوں نے کوفہ کا رخ کیا تب سعد بن ابی وقاصؓ نے ''دارالامارہ'' کی تعمیر کے ساتھ ساتھ حضرت سلمان فارسیؓ کی تجویز پر اس وسیع و عریض مسجد کی تعمیر جدید فرمائی تھی۔ ۳۶ھ میں امام علی مرتضیٰؑ یہاں آئے تو اس مسجد کی اہمیت اور اسکی طرف توجہ میں بہت اضافہ ہوا۔ حضرت مولا علیؑ نے یہاں نمازیں پڑھیں، منبر پر خطبے دیئے بعض امور میں فیصلے کیئے اور نظام حکومت کا انتظام و اہتمام کیا اور آخر کار اسی مسجد میں جام شہادت نوش فرمایا۔ مسجد کوفہ کے متصل حضرت مسلم بن عقیلؑ کا مزار مقدس ہے اور دوسری طرف مختار ثقفی کا مزار بنا ہوا ہے، حضرت حلم بن عقیلؑ کو مسجد کوفہ سے چند قدم کے فاصلے پر شاہ راہ پر شہید کر دیا گیا تھا۔

آسمان آگ کے شعلے برسا رہا تھا گرم ہوا کے تھپیڑے جسم کو جیسے پگھلا دے رہے ہوں زمین پر سرخ ذرات کی مٹی اور ایک عجیب سا ہولناک منظر نما ماحول۔ مگر سیکڑوں لوگ ادھر سے ادھر جا رہے تھے کچھ عربی کچھ عجم کے ملکوں سے تعلق رکھنے والے تھے جن کو ان کے لباس سے بخوبی پہچانا جا سکتا تھا۔ میں مولائے کائنات کے مکان کے باہر کھڑا ایک ویران کھنڈر کو غور سے دیکھ رہا تھا کیوں کہ مسجد کوفہ اور مولیٰ علیؑ کے مکان کے درمیان یہ بڑا سا ویران محل کون سا ہے جو کھنڈر میں تبدیل تو ہو چکا ہے مگر ٹوٹی دیواروں کے کچھ نشانات تاریخ کی المناک کہانی بیان کر رہے تھے۔ ایک شخص کانوں میں سرگوشیاں کرتا ہوا گزر گیا کہ یہ ابن زیاد کا محل ہے اچانک عجم کے کچھ تعلیم یافتہ باشندوں پر نظر پڑی جو ادھر سے گزر رہے تھے کوئی اسکی چہار دیواری پر تھوک رہا تھا اور کوئی نفرتوں کا اظہار کرکے کف افسوس ملتا ہوا گزر رہا تھا۔ یہ کھنڈر وہ ہیں جو ''دارالامارہ'' کے ہیں اسکی عمارت کو حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے عہد فاروقی میں بنوایا تھا، مگر یزیدی دور میں یہ عمارت اہل بیت اطہار کے خلاف ظلم وستم کا مرکز بن گئی تھی۔ اسی عمارت میں حضرت امام حسین علیہ السلام کے سر اقدس کو ابن زیاد کے سامنے پیش کیا گیا تھا۔ تاریخ نے کروٹ بدلی انقلابات نے دنیائے انسانیت کے لئے عبرت ناک تاریخ رقم کر دی۔ کچھ ہی زمانہ گزرا تھا کہ پھر اسی مقام پر جہاں امام حسین علیہ السلام کا سر اقدس پیش کیا گیا تھا ٹھیک اسی جگہ ابن زیاد کا کٹا ہوا سر ایک تھال میں رکھ کر مختار ثقفی کے سامنے پیش کیا گیا، پھر اسی جگہ پر مختار ثقفی کا کٹا ہوا سر اسی دارالامارہ میں مصعب بن عمیرؓ کے سامنے پیش ہوا اور اسی جگہ پر حضرت مصعب بن عمیرؓ کا کٹا ہوا سر عبدالملک کے سامنے پیش کیا گیا تھا۔ سر کاٹ کر حکمرانوں کے سامنے پیش کرنے کی یہ طویل داستان خود ایک ایسی تاریخ بن گئی کہ جب ابن عمیر لیثی نے یہ عبرت ناک

داستان عبدالملک کو سنائی تو وہ خوف سے کانپ اٹھا اس نے دارالامارہ کی اس عمارت کو منہدم کرنے کا حکم دے دیا۔ عبدالملک کو جب جب یاد آتا کہ وہ محل ہے یہ وہ عمارت ہے کہ جہاں اہل بیت اطہار کی قدسی صفت ہستیاں جن کے تقدس و طہارت پر زمین و آسمان اور کائنات کی ہر شئی رشک کرتی ہے انکو قیدی بنا کر یہاں لایا گیا تھا۔ ان مناظر کی یاد آتے ہی اس کا رنگ پیلا پڑ جاتا۔ اور وہ کانپنے لگتا تھا۔ اسی لئے اس عمارت کو ہی منہدم کرا دیا جہاں منحوس یادوں کے سائے نظر آتے اور اس کے ذہن کو پریشان رکھتے تھے۔ آج وہی محل ایک کھنڈر کی شکل میں گزرے ہوئے وقت کی داستان بن کر رہ گیا ہے۔

ان تفکرات اور خیال آرائیوں سے سبک دوش ہوتے ہی نظریں اٹھا کر دیکھا تو ٹھیک سامنے عاشق مولیٰ علیؑ حضرت میثم تمار کے روضہ کا گنبد صاف نظر آ رہا تھا۔ کچھ دور چلنے کے بعد ہم اس مقام پر پہونچے جہاں ایک نہایت قدیم خوبصورت مسجد تھی۔ باہر کے حصے میں جگمگاتے ہوئے بازار کی رونق تھی اگرچہ یہ حصہ نجف اشرف کا ہے مگر کوفہ کی آبادی سے متصل ہے۔ اس مسجد کا نام مسجد حنانہ ہے۔ تاریخی روایات کے مطابق اس مسجد سے دو عجیب واقعے منسوب ہیں، جب حضرت مولا علیؑ کے مقدس جنازے کو لیکر لوگ رات کے اندھیرے میں کوفہ سے نجف اشرف جا رہے تھے تو اس مسجد کا ایک ستون جھک کر سجدے میں گیا اور خم ہو گیا۔ اس کے حزن وملال اور غم آلود عمل کو آج بھی یاد کیا جاتا ہے۔ دوسرا المناک واقعہ جو اس مسجد کی تاریخ سے جڑا ہے وہ یہ ہے کہ جب امام حسین علیہ السلام کے سر مبارک کو لیکر کوفہ جا رہے تھے۔ تو رات کی تاریکی میں رات گزارنے کے لئے سب سے پہلے سر مبارک کو اسی مسجد میں رکھا گیا تھا، تو اس وقت اس جگہ سے ایک ایسی اونٹنی کے رونے کی آوازیں آ رہی تھیں جس کا بچہ گم ہو گیا ہو۔ وہ جگہ مسجد میں آج بھی ایک ضریح کی صورت میں موجود ہے۔ اس مقدس مقام کو میں نے اپنی آنکھوں سے بوسہ دیا، دل کی دھڑکنیں تیز تھیں اور ایک ایک دھڑکن سے آواز آ رہی تھی کہ" خون میں ڈوبے ہوئے رنگیں نظاروں کو سلام" امام حسین علیہ السلام کے سر مبارک کو جس جگہ رکھا گیا اسکی چشم دید گواہ مسجد حنانہ آج بھی صاحب دل، صاحب ضمیر اور عشاق اہل بیت کو ان تاریخی روایات کو دیکھنے کے لئے دعوت نظارہ دے رہی ہے۔

کربلا کا فاصلہ کوفہ سے تقریباً ۳۰ میل ۵۵ کلومیٹر ہے۔

جب ہمارے ٹور کے نمائندے نے بس میں لگے ہوئے مائیک سے آواز دی کہ اس وقت ہم دریائے فرات کے کنارے ریگزار کربلا پر ہیں اور یہ وہی مقام ہے جہاں نواسۂ رسول ﷺ کو پیاسا شہید کیا گیا تھا اور یہ وہی دریا ہے اہل بیت اطہار اور خاندان مصطفیٰ ﷺ کے لوگ جس کے پانی کے لئے ترسے تھے۔ بس سے اتر کر میں فرات کی لہروں کو بل کھاتے ہوئے غور سے دیکھنے پر مجبور ہو گیا۔ میرا ذہن ۱۳۷۵ برس پہلے یعنی ۶۱ھ میں پیش آئے سانحے کی طرف مائل ہو گیا۔ جب امام حسینؑ کا قافلہ فرات کے کنارے اترا تھا۔ میں نے تصورات کے عالم میں ہی کہا کہ

فرات تیرے کنارے حسین آئے ہیں
قدم کو چوم شہہ مشرقین آئے ہیں

مگر میری خیالی صداؤں نے فضاؤں میں گھٹ کر دم توڑ دیا اور کناروں سے ٹکراتی ہوئی فرات کی لہروں سے میں دیر تک مخاطب رہا۔ آخر کار اس المناک حادثے کو نواسۂ رسول ﷺ کے

امتحان اور رضائے خالق کائنات پر موقوف کرتے ہوئے یہ کہہ کر خاموش کھڑا رہ گیا کہ

میری نظر میں ہے تیری مجبوریوں کا حال
نہر فرات تیری ہر اک دھار کو سلام

کربلا مملکت بابل کا قدیم خطہ زمین ہے اور اپنی دہشت، وحشت اور لق ودق صحرا کے سبب کرب وبلا کے نام سے موسوم ہے جب مملکت بابل تاراج ہو گئی تو یہ زمین مختلف حصوں میں بٹ گئی جن حدوں کے نام تھے۔ کربلا، نینوا، غاضریہ، حیرہ اور شط فرات۔ یہ سب مقامات سلطنت بابل کے میدان اور صحرا ہیں۔ تاریخ میں نینوا کو لکیرنون بتایا گیا ہے اور اس کا رقبہ تین روز کی راہ بتایا گیا ہے

کربلا دریائے فرات کے مغربی سمت واقع ہے اور اس سمت کو طف "یا" شط" کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ دریائے فرات کی ایک شاخ یعنی نہر چھوٹی نہر۔ جو رضوانیہ سے نکل کر کربلا کے شمالی مغربی ریگستان سے گزرتی ہے اور وہ "ذوالکفل" کے قریب جا کر دوبارہ دریائے فرات میں مل جاتی ہے۔ یہ "علقمہ" کہلاتی ہے۔ یہ نہر دریائے فرات سے نکالی گئی ہے۔ "ابن علقمی" کے دادا جن کا تعلق بنی اسد قبیلے سے تھا انھوں نے اس نہر کو نکالا تھا اور یہی وہ نہر علقمہ ہے جو آل رسولؐ کی پیاس نہ بجھا سکی تھی اور حضرت عباس علمدارؑ کو اسی کے کنارے شہید کر دیا گیا تھا۔ تاریخی روایات میں ملتا ہے کہ جب جگر گوشۂ بتول امام حسین علیہ السلام اپنے ۷۲ جاں نثاروں کے ساتھ اس سرزمین پر وارد ہوئے۔ تو انہوں نے اپنے ساتھیوں سے اس جگہ کا نام دریافت کیا کسی نے نینوا بتایا کسی نے عمورا بتایا اور کسی نے کربلا بتایا۔ امام مظلوم نے کربلا کا نام سنتے ہی قافلہ کو وہیں روک دیا اور دلگیر لہجے میں کہا کہ ہماری منزل آ گئی ہے

دوپہر کی دھوپ ڈھل چکی تھی، شام کا سہانا وقت اپنی تمام تر رعنائیوں کے ساتھ دنیا والوں کو خوشگوار ماحول کی نعمتیں بانٹ رہا تھا۔ میں نے اپنے دل کی ویران سی آرزوؤں اور تمناؤں بھری دنیا کو اس وقت آباد ہوتے دیکھا۔ جب کربلا کی مقدس سرزمین پر قدم رکھا۔ نگاہیں بے چین و پریشان ہو کر ان بلند و بالا عمارات کو دیکھ رہی تھیں۔ جو شام کے قرمزی رنگ میں ایک نہایت ہی خوبصورت شہر کا نظارہ پیش کر رہی تھیں۔ اچانک سونے کی رنگت میں نہائی ایک بلند عمارت پر نظر ٹھہر گئی۔ یہ امام حسین علیہ السلام کا روضۂ انور تھا۔ اور جیسے ہی پیچھے کی طرف نگاہ ڈالی تو حضرت مولیٰ عباس کے روضہ کا وسیع و عریض گنبد زمین کربلا کے واقعات و سانحے کو زبان حال سے بیان کرتا نظر آ رہا تھا۔ جس جگہ پر میں کھڑا تھا یہ جگہ "بین الحرمین" کہلاتی ہے کیوں کہ ایک طرف امام حسین علیہ السلام کا حرم ہے اور ٹھیک سامنے دوسری طرف مولیٰ عباسؑ کا حرم ہے۔ تھوڑی ہی دور پر خیمہ گاہ ہے جہاں پر آل رسول ﷺ نے اپنے خیمے نصب کیے تھے، شام کے اس حسین و جمیل وقت کو میں اپنی آنکھوں میں بسا کر ساری زندگی کے لئے محفوظ کر لینا چاہتا تھا کہ اچانک میری نگاہ غروب ہوتے ہوئے سورج پر پڑی، میں نے اس سے پوچھا کہ "اے ڈھلتے ہوئے سورج تو ہی بتا عاشور کے دن کیا کیا دیکھا"۔ پھر میں نے تصور کی آنکھ سے ماہ محرم ۶۱ھ کے سورج کو آگ برساتے اور ریگزار نینوا کو سلگتے ہوئے دیکھا تو ان واقعات کا خیال آیا کہ فضا میں گرد چھائی ہوئی ہے اور مٹھی بھر شہسوار اللہ کی بارگاہ میں جھکے ہوئے ہیں۔ افواج یزید کے گھوڑے خیمہ سادات کو گھیرے ہیں۔ ان خیموں سے العطش العطش کی آوازیں آ رہی ہیں۔ بچے پیاس سے بلک رہے ہیں۔ دریا پر پہرے ہیں، تین روز

ہو چکے ہیں۔ مدینے کے ان مسافروں نے پانی کی بوند تک نہیں دیکھی۔ پھر تیر برستے ہیں نیزے چمکتے ہیں، تلوار لہراتی ہیں، گردنیں کٹتی ہیں، بازو قلم ہوتے ہیں۔ یہ گھوڑوں کے ٹاپوں کی آواز کیسی ہے؟ یہ کس کی لاشوں کو روندا جا رہا ہے یہ کس کا خون نہر علقمہ کے پانی کو رنگین کر رہا ہے۔

پھر میں نے محسوس کیا کہ کربلا کا ہر ذرہ خانوادہ نبی کی مظلومیت کی گواہی دے رہا ہے۔ فرات کے پانی کی ہر مرج مصائب حسینؑ پر اشک بار نظر آ رہی ہے۔ ایسا لگا کہ نینوا کی فضا میں جیسے بہت سے رجزیہ اشعار اور بہت سے مرثئے رچ بس گئے ہیں۔ میرے دل سے بے اختیار یہ آواز آئی کہ اے بسیط بیکراں اور اے ریگزار کربلا تم نے اس لٹے پٹے قافلے کو ضرور دیکھا ہوگا جو مدینے سے چلا تھا اور کربلا میں لٹا تھا۔ ہاں میں اسی قافلے کی بات کر رہا ہوں جس کی قیادت ایک بیمار نوجوان کے ہاتھ میں تھی۔

جس قافلے کے قدم شام کی طرف بڑھ رہے تھے اور نگاہیں مدینے کو ڈھونڈ رہی تھیں۔ وہ غریب الوطن لوگ ادھر ہی سے گزرے تھے ان کے آگے نیزہ بردار تھے اور ان کے نیزوں پر چاند سے مکھڑے ٹنگے ہوئے تھے۔ یہ کہتے ہوئے میری آنکھوں میں آنسوؤں کا سیلاب اُمڈ آیا اور آگے کچھ بھی کہہ سکنے کی تاب نہ لا سکا۔

السلام اے راکب دوش پیمبر السلام
السلام اے معنی آیات کوثر السلام
نیزہ ظلم و ستم از سینۂ اکبر کشید
اے مخضب ریش تو از خون اصغر السلام

ابوالمشرب

لٹا قافلہ اب مدینہ چلا ہے۔

سید قمر عادل سوز مرحوم

لٹا قافلہ اب مدینے چلا ہے
تڑپنے لگی ارض کرب و بلا ہے
سدھارے محافظ سبھی سوئے جنت
کرے کون سیدانیوں کی حفاظت
کہاں اب جگر گوشۂ مصطفیٰ ہے
لٹا قافلہ اب مدینے چلا ہے

جلاؤ نہ خیمے پھراؤ نہ در در
پھوپھی جان کے سر سے چھینو نہ چادر
یہ ننھی سی بچی کے لب پر صدا ہے
لٹا قافلہ اب مدینے چلا ہے

تمہارا یہ دیدار ہے آخری اب
شہیدوں کی لاشوں پہ کہتی ہے زینب
تمہارا محافظ تو بس کبریا ہے
لٹا قافلہ اب مدینے چلا ہے

ہر اک بیکسوں پر ستم ڈھا رہا ہے
کسی سے ہے شکوہ نہ کوئی گلا ہے
سب ہیں اس پہ راضی جو رب کی رضا ہے
لٹا قافلہ اب مدینے چلا ہے

مظالم کی اب انتہا ہو رہی ہے
رسن بستہ اے سوز بنت علی ہے
زمیں آسماں کا جگر کانپتا ہے
لٹا قافلہ اب مدینے چلا ہے

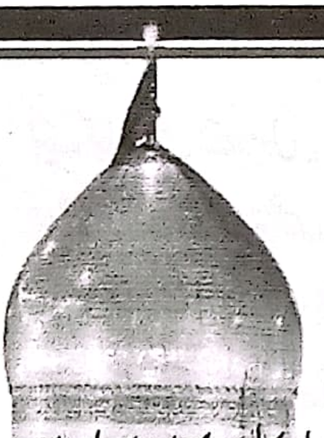

عاشور کی صبح ایک عجیب منظر

ملک محمد عنایت اللہ (ماخوذ)

سیدنا حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں نے ساری رات تسبیح ومناجات صلوٰۃ قرآن خوانی میں بسر کی۔نمود صبح کے ساتھ ہی جناب امام عالی مقام کے خیموں سے نماز فجر کے لئے آخری صدائے اذان بلند ہوئی۔حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے امامت کے فرائض ادا فرمائے۔نماز و دعا سے فارغ ہونے کے بعد جناب امامؓ حرم سرا میں تشریف فرما ہو کے خاندان کے ہر فرد کو صبر ورضا کی تلقین فرمائی اور جزع وفزع سے منع فرمایا۔اس کے بعد آپؓ باہر تشریف لائے۔آپؓ کے ساتھ صرف بتیس سوار اور چالیس پیادے تھے۔جناب امامؓ نے اپنے ساتھیوں کی صف بندی کی میمنہ پر آپ نے زہیر بن قینؓ کو مقرر کیا اور میسرہ پر حبیب ابن مظاہرؓ کو علم اپنے بھائی حضرت عباسؓ کے سپرد فرمایا۔فوج کو اس طرح ترتیب دیا کہ خیمے پشت پر تھے۔خیموں کو دشمنوں سے مزید محفوظ رکھنے کے لئے آپ نے حکم دیا کہ خیموں کے اردگرد جو گڑھے ہیں ان میں آگ روشن کر دی جائے تاکہ دشمن خیموں پر حملہ آور نہ ہو سکے۔عمر بن سعد نے اپنے لشکر کو اس طرح ترتیب دیا۔میمنہ پر عمر بن حجاج زبیری کو مقرر کیا میسرہ پر شمر بن ذوالجوشن کو سواروں پر، عروہ بن قیس الاحشمی کو پیادوں پر، شبث بن ربعی کو اور جھنڈا اپنے غلام ورید کو دیا۔

جنگ شروع ہونے سے پہلے امام عالی مقامؓ نے ایک اونٹ پر سوار ہو کر دونوں لشکروں کے درمیان تشریف لا کر اتمام حجت کے طور پر دشمن کے لشکر سے مخاطب ہو کر حسب ذیل تقریر فرمائی۔

اے لوگوں عجلت سے کام نہ لو پہلے میری بات سن لو۔اور مجھ پر جو تمہیں سمجھانے اور صحیح بات کہنے کا حق ہے اسے پورا کر لینے دو اور میرے یہاں آنے کی وجہ بھی سن لو اگر تم نے میری باتوں کو عقل وفکر کے ساتھ سنا اور عذر قبول کر لیا اور میرے ساتھ انصاف کیا تو یہ تمہاری انتہائی خوش بختی ہوگی اور اگر تم نے اس کے خلاف راستہ اختیار کیا تو یہ تمہاری اپنی مرضی ہوگی۔تم اور تمہارے ساتھی سب مل کر جو کچھ میرے خلاف کر سکتے ہو وہ پورا کر لو اپنا پورا زور لگا لو اللہ میرا کارساز ہے اور وہی اپنے بندوں کی مدد کرتا ہے۔

جب آپؓ کی بہنوں اور بیٹیوں نے یہ تقریر سنی تو شدت رنج والم کی وجہ سے ان کی چیخیں نکل گئیں۔جب آپ کے کانوں میں ان کے جزع وفزع کی آوازیں آئیں تو آپ نے اپنے بھائی حضرت عباسؓ کو انہیں چپ کرانے کے لئے بھیجا اور دل ہی دل میں کہا ”میری عمر کی قسم ابھی انہیں بہت رونا ہے۔“

جب آپؓ کے خیمے میں سکوت طاری ہو گیا اور اہل حرم خاموش ہو گئے تو آپ نے پھر تقریر شروع فرمائی۔

”اے اہالیان کوفہ وشام تم میرے حسب نسب پر غور کرو اور دیکھو کہ میں کون ہوں۔اپنے گریبانوں میں منہ ڈالو اور اپنے آپ کو ملامت کرو تم سوچو اور خیال کرو کیا میری توہین اور میرا قتل تمہیں زیب دیتا ہے؟ کیا میں تمہارے نبی کا نواسہ اور ان کے چچیرے بھائی کا بیٹا نہیں جنہوں نے سب سے پہلے اللہ کی آواز پر

لبیک کہا اور اس کے رسولؐ پر ایمان لائے؟ کیا سید الشہدا حضرت حمزہؓ میرے والد کے چچا نہیں تھے؟ تمہیں کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ ارشاد یاد نہیں جو انہوں نے میرے اور میرے بھائی حضرت حسنؓ کے متعلق فرمایا تھا؟'' کہ یہ دونوں جنت کے جوانوں کے سردار ہونگے''۔ اگر میرا یہ بیان حقیقت پر مبنی ہے؟ اور ضرور مبنی ہے تو بتاؤ کیا تمہیں برہنہ شمشیروں سے میرا مقابلہ کرنا چاہیۓ؟ اگر تمہیں میرے اس بیان پر یقین نہیں تو آج بھی تم میں وہ لوگ موجود ہیں جنہوں نے میرے متعلق رسول اللہ ﷺ کی حدیث سنی ہے اور ان سے پوچھ سکتے ہو کیا اس حدیث کی موجودگی میں بھی تم میرا خون بہانے سے باز نہیں آسکتے۔؟''

حضرت امام حسینؓ کے بعض ہمراہیوں نے بھی اسی قسم کی تقریریں کیں لیکن شمر ذوالجوشن اور اس کے بدنہار ہمراہیوں نے حضرت امام حسینؓ سے لڑنے کا فیصلہ کر ہی لیا تھا۔ انہوں نے حضرت امامؓ کے اس مشورہ کو قبول نہ کیا کہ وہ انہیں یزید کے پاس جانے دیں کیوں کہ وہ اس امر سے واقف تھے کہ یزید ضرور ان کی تعظیم وتکریم کرے گا مگر ان لوگوں نے سمجھا کہ حضرت حسینؓ کو قتل کرنے کا اس سے بہتر موقع نہ مل سکے گا۔ اس لئے کچھ ہی کیوں نہ ہو اسے ہاتھ سے نہ جانے دینا چاہیۓ۔ دشمنوں کے لشکر میں صرف ایک شخص ایسا تھا جس کے دل پر چوٹ لگ رہی تھی اور وہ حضرت امامؓ کی باتوں کو پوری طرح سمجھ چکا تھا اور وہ تھا حر بن ریاحی۔ یہی وہ شخص تھا جس نے حضرت امامؓ اور ان کے ہمراہیوں کو مکہ واپس جانے سے روکا تھا اور کربلا کے میدان میں محصور کردیا تھا۔ وہ سالار لشکر عمرو بن سعد کے پاس آیا اور اس سے کہنے لگا۔

''اے ابن سعد خدا تمہیں ہدایت دے کیا تم اس عظیم انسان سے لڑو گے۔ ابن سعد نے جواب دیا! ہاں واللہ ضرور لڑوں گا اور ایسی لڑائی جس میں کم از کم سر ضرور کٹیں گے اور ہاتھ شانوں سے منقطع ہوجائیں گے۔

حر نے کہا کی ان تمام شرطوں میں سے جو انہوں نے تمہارے سامنے رکھی ہیں ایک بھی قابل قبول نہیں''

عمرو بن سعد نے جواب دیا'' اگر میں صاحب اختیار ہوتا تو ضرور انہیں قبول کرلیتا مگر کیا کروں تمہارے امیر نے انہیں ماننے سے انکار کردیا ہے۔''

یہ جواب سن کر حر بن یزید ریاحی سخت مایوس ہوگیا اور آہستہ آہستہ حضرت امام حسینؓ کی طرف بڑھنا شروع کیا اسی کے قبیلے کے ایک شخص مہاجر بن اوس نے کہا کہ'' کیا تم حضرت امام حسینؓ پر حملہ کرنے کا خیال کر رہے ہو؟ حر نے کوئی جواب نہیں دیا مہاجر کو شک پیدا ہوا اور اس نے حر سے کہا۔

خدا کی قسم تمہاری خاموشی نہایت مشتبہ ہے۔ میں نے کبھی لڑائی میں تمہاری یہ کیفیت نہیں دیکھی جیسی آج دیکھ رہا ہوں اگر کوئی مجھ سے یہ دریافت کرے کہ کوفہ میں سب سے زیادہ بہادر اور شجاع شخص کون ہے تو میں بلا تامل کہوں گا'' حر بن یزید'' لیکن تم آج کیا کررہے ہو حر نے جواب دیا'' یہ جنت یا دوزخ کے انتخاب کی گھڑی ہے۔ میں نے اپنے لئے جنت کو منتخب کرلیا ہے خواہ مجھے ٹکڑے ٹکڑے کردیا جائے یا مجھے زندہ جلادیا جائے۔''

یہ کہہ کر اس نے گھوڑے کو مہمیز کیا اور حضرت امامؓ کے لشکر میں پہونچ گیا وہاں پہونچ کر آپؓ سے عرض کیا۔

اے ابن رسول اللہ! اللہ مجھے آپ پر قربان کرے میں وہی بدنصیب انسان ہوں جس نے آپؓ کو واپس نہ جانے دیا اور

اس جگہ محصور کر دیا اللہ کی قسم! مجھے یہ خیال ہر گز نہ تھا یہ قوم آپ کی پیش کردہ شرطوں کو قبول نہ کر کے آپ سے یہ سلوک کرے گی اگر مجھے علم ہوتا کہ یہ لوگ یہاں تک بڑھ جائیں گے تو میں کبھی بھی اس عظیم گناہ کا مرتکب نہ ہوتا۔ اب میں خدا کے حضور تائب ہونے کے لئے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں اور میں نے ارادہ کر لیا ہے کہ میں اس وقت تک آپ کی حفاظت کے لئے دشمنوں سے لڑوں گا جب تک میرا ایک عضو اس راہ میں نہ کٹ جائے اور میں اپنے رب کے حضور حاضر نہ ہو جاؤں۔ کیا اس طرح حق تعالیٰ میری توبہ قبول فرمائے گا۔"

حضرت امامؓ نے حر کی یہ گفتگو سن کر فرمایا: "بیشک حق تعالیٰ تیری توبہ قبول کرے گا اور تجھے اپنے فضل بے پایاں سے بخش دے گا۔"

اس کے بعد حر بن یزید میدان میں آیا اس نے بھی اہلیان کوفہ کو سمجھانے کی کوشش کی اور انہیں حق تعالیٰ کے عذاب سے ڈرایا لیکن اس کی تقریر کا جواب اسے ایک تیر سے ملا۔ اب عمرو بن سعد اپنے علم بردار درید کے ساتھ آگے بڑھا اور ترکش سے تیر نکال کر کمان میں پیوست کیا اور جناب امامؓ کی جمعیت پر چلا کر کہنے لگا۔ "اے لوگوں گواہ ہو سب سے پہلا تیر میں نے چلایا ہے۔"

اس کے بعد عمرو بن سعد کی فوج سے زیاد بن سمیہ کا غلام یسار نکلا اور مبارزت طلبی کی حضرت امام حسینؓ کی جماعت کی طرف سے عبداللہ بن ولی نکلے جو کوفہ سے بیوی سمیت آکر جناب امامؓ کی فوج میں شامل ہوئے تھے۔ یسار نے پوچھا "تم کون ہو؟" عبداللہ نے اپنا حسب نسب بیان کیا۔ یسار نے کہا میں تمہیں نہیں جانتا میرے مقابلے میں زہیر بن قین، حبیب بن مظاہر، یا بریر بن خضیر میں سے کسی کو آنا چاہئے۔

اس کے بعد عبداللہ آگے بڑھے اور تلوار کا ایسا ہاتھ مارا کہ اس کے دو ٹکڑے ہو گئے یہ دیکھ کر ابن زیاد کا غلام سالم آگے آیا اور جھپٹ کر عبداللہ پر وار کیا جس سے ان کے ہاتھ کی انگلیاں کٹ گئیں لیکن اس کے باوجود انہوں نے اسے مار گرایا۔

اس کے بعد عمر بن التجاج ابن سید کے میمنہ کو لے کر حضرت امامؓ کے میمنہ کی طرف آگے بڑھے۔ جب وہ قریب پہونچا تو حضرت امامؓ کے جانثاروں نے گھٹنے زمین پر ٹیک دئے اور کھڑے ہو گئے اور نیزے سیدھے کر دیئے۔ گھوڑے ان نیزوں کی تاب نہ لا سکے۔ حضرت امامؓ کے ہمراہیوں نے تیر چلانے شروع کے دیئے اور دشمن کی فوج کے بہت سے آدمیوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔

ابھی تک باقاعدہ جنگ شروع نہ ہوئی تھی کہ طرفین سے ایک ایک دو دو آدمی نکلتے اور اپنے مقابل پر حملہ اور ہوتے ہوئے جنگ کی مبارزت میں حضرت امامؓ کے ساتھیوں کا پلہ بھاری تھا جو بھی مقابلہ میں کے لئے نکلتا مارا جاتا۔ حر بن یزید اور دوسرے جاں نثاران امام نے حیرت انگیز شجاعت کا مظاہرہ کیا۔ ابن سعد کی بہادروں کی ان کے مقابلے میں ایک نہ چلی۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ حضرت امامؓ کے آدمیوں کے پیش نظر حق تعالیٰ کی رضا جوئی تھی اس لئے وہ موت سے بے پرواہ تھے لیکن ان کے مدمقابل جو لوگ تھے ان کا منشا ر انعام واکرام کا لالچ اور دنیا طلبی تھا وہ اس روح سے خالی تھے جو حضرت امامؓ کے ساتھیوں میں موجود تھی۔

جب شامی فوج کے آدمی اس طرح قتل ہو چکے تو میمنہ کے سالار عمر ابن الحجاج نے پکار کر کہہ کہ "انفرادی جنگ بند کر دی

جائے۔اس طرح ہم ہاشمیوں پر فتح نہیں پا سکتے۔چنانچہ انفرادی جنگ بند کر دی گئی۔اور خود عمر ابن الحجاج فرات کی جانب سے حضرت امامؑ کی فوج پر حملہ آور ہوا کچھ دیر تک لڑائی جاری رہی جناب امامؑ کی طرف سے سب سے پہلے شہادت کا شرف مسلم بن عوسجہ کو حاصل ہوا۔حضرت امام حسینؑ مسلم بن عوسجہ کے پاس آئے ابھی ان میں کچھ جان باقی تھی۔جناب امامؑ نے فرمایا" اے ابن عوسجہ حق تعالیٰ تم پر اپنی رحمت نازل کرے۔اس کے بعد یہ آیت پڑھی۔

"مِنهُم مَن قَضىٰ نَحبَهُ وَمِنهُم مَن يَنتَظِرُ وَمَا بَدَّلُوا تَبدِيلًا۔"

ترجمہ:۔ان میں سے بعض نے اپنا وعدہ پورا کر دیا اور بعض پورا کرنے کے لئے انتظار کر رہے ہیں۔

حضرت امام حسینؑ کے ہمراہی جان توڑ کر لڑ رہے تھے جو آدمی جس طرف رخ کرتا صفوں کی صفیں الٹ کر رکھ دیتا یہ حالت دیکھ کر شمر ذی الجوشن نے عمر بن سعد کے میسرہ کے ساتھ جناب امامؑ کے ساتھیوں پر حملہ کر دیا۔لیکن جناب امامؑ کے ساتھی اس بے جگری سے لڑے کہ وہ پسپائی پر مجبور ہو گئے۔آخر سوار دستے کے سربراہ عروہ بن قیس نے عمر بن سعد کو کہلا بھیجا کہ ان گنتی کے چند لوگوں نے ہمارا برا حال کر رکھا ہے۔تم ہماری مدد کے لئے مزید فوج بھیجو۔عمر بن سعد نے پانچ سو تیر اندازوں کا دستہ حصین بن نمیر کی سرگردگی میں مدد کے لئے روانہ کر دیا۔حصین بن نمیر نے اپنے دستے کو تیر چلانے کا حکم دیا۔تیروں سے حضرت امامؑ کی جماعت کے گھوڑے زخمی ہو گئے۔سوار مجبوراً گھوڑوں سے اتر کر پیدل ہو گئے۔حر بن یزید کا گھوڑا بھی زخمی ہو گیا۔وہ گھوڑے سے کود پڑا۔تلوار ہاتھ میں لیکر دشمنوں کی صف میں اس طرح گھس گیا جیسے کوئی شیر بکریوں کے ریوڑ میں گھس جاتا ہے۔آخر دشمن چاروں طرف سے اس اکیلے پر پل پڑے اور وہ شہید ہو گیا۔دوپہر ہو گئی۔حضرت امامؑ کی بھوکی اور پیاسی جمعیت میں ضعف کے آثار پیدا نہ ہوئے۔اور نہ ابن سعد کی فوج غلبہ حاصل کر سکی۔یہ دیکھ کر شمر اور عمر ابن سعد نے حضرت امامؑ کے خیموں کو آگ لگانے کا حکم دیا۔۔حضرت امامؑ نے فرمایا۔کچھ پرواہ نہیں اب یہ لوگ عقب سے حملہ نہ کر سکیں گے، چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

شمر بن ذوالجوشن نے اب ایک نہایت زوردار حملہ کیا اور حضرت امامؑ کے خیموں تک جا پہونچا لیکن وہاں سے پھر جوانان اہل بیت نے اسے بھگا دیا۔اب حضرت امامؑ کے ساتھ تھوڑے سے ہی آدمی رہ گئے تھے۔کوفیوں کے بھی کافی آدمی قتل ہو گئے تھے لیکن ان کی تعداد اتنی تھی کہ کوئی کمی نظر نہ آتی تھی البتہ یہاں ایک فرد کے شہید ہو جانے سے کمی محسوس ہونے لگتی تھی۔

ظہر کی نماز کا وقت جا رہا تھا۔حضرت امام حسینؑ دشمنوں کو مخاطب کر کے کہا اب ہمیں نماز تو ادا کر لینے دو لیکن انہوں نے نماز پڑھنے کی بھی مہلت نہ دی۔اس لئے مجبوراً لڑائی ہی کی حالت میں صلوٰۃ خوف ادا کی گئی۔نماز کے بعد زہیر بن قینؑ، نافع بن ہلالؑ کو دغفاری بھائی عبداللہؑ اور عبدالرحمٰنؑ، حنظلہ بن سعد شامیؑ و جابری نوجوان سیف بن شرتحؑ مالک بن عمرؑ ابی المطاع، بشیر بن عمر والحضری، سوید بن عمرؑ یہ سب کے سب داد شجاعت دیتے اور دشمنان اسلام کو قتل کرتے ہوئے۔جام شہادت نوش کر گئے۔اب حضرت امام حسینؑ کے گھر والوں کے سوا جن کی تعداد بہت کم تھی کوئی شخص باقی نہ رہا ان تمام شہداء نے بہادری وشجاعت کے علاوہ جان نثاری و وفاداری کی انتہائی مثالیں پیش کر دیں۔۔نہ کسی شخص نے بزدلی و

کمزوری کا اظہار کیا نہ تن آسانی و بے وفائی کا۔

شہادت کبریٰ

حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دوست و احباب وہمراہی سب ایک ایک کر کے شہادت کے بلند منصب پر فائز المرام ہو چکے تھے۔اب صرف خاندان ہاشم کے افراد باقی رہ گئے تھے وہ بھی دل وجان سے امام عالی مقام رضی اللہ تعالیٰ پر قربان ہونے کے لئے تیار تھے۔سب سے پہلے آپ کے بیٹے حضرت علی اکبرؓ جن کی عمر صرف انیس برس کی تھی اور نہایت خوب صورت و وجیہہ نوجوان تھے۔دشمن کے لشکر پر حملہ آور ہوئے اور میدان میں بہادری وشجاعت کے جوہر دکھا کر شہید ہو گئے دشمنوں نے ان کی لاش کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے تھے۔یہ دل گداز منظر دیکھ کر حضرت زینبؓ خیمہ سے باہر نکل آئیں اور اے میرے بھتیجے کہہ کر لاش اطہر کے ٹکڑوں سے لپٹ گئیں۔حضرت امام حسینؓ نے انہیں اٹھا کر زبردستی خیمہ میں بھیجا اور پھر لاش کے ٹکڑوں کو اپنے بھائیوں کی مدد سے اٹھا کر خیموں کے سامنے لٹا دیا۔

حضرت علی اکبرؓ کے بعد دیگر عبداللہ بن مسلم بن عقیلؓ بن عون عبداللہ بن جعفر محمد بن عبداللہ بن جعفر، عبدالرحمن بن عقیل اور جعفر بن عقیل ابی طالب میدان کارزار میں آ کر شہید ہوئے۔

اس کے بعد حضرت قاسم بن حسین بن علی ہاتھ میں تلوار لئے میدان میں آئے وہ اس قدر حسین تھے کہ ان کا چہرہ چاند کا ٹکڑا معلوم ہوتا تھا یہ بھی کچھ دیر دار شجاعت دے کر 'اے چچا الوداع' کہہ کر شہید ہو گئے۔

حضرت امامؓ نے ان کی لاش کو بھی اٹھا کر دوسرے شہداء کے برابر لٹا دیا۔

جب حضرت عباس بن علیؓ نے دیکھا کہ خاندان کے تمام لوگ ایک ایک کر کے شہید ہو گئے ہیں تو انہوں نے اپنے سوتیلے بھائیوں عبد اللہ بن علیؓ اور عثمان بن علیؓ سے کہا اب تمہارے قربان ہونے کا وقت آ گیا بڑھو اور خدا کے راستے میں اپنی جانیں قربان کر دو۔چنانچہ یہ سب بھائی ایک کے بعد دیگر آگے بڑھے اور شجاعت کے جوہر دکھا کر اور کئی دشمنوں کو قتل کر کے بہشت بریں کو سدھارے۔ان کے بعد محمد بن علی ابن طالبؓ نے جام شہادت نوش فرمایا۔

مروی ہے کہ اسی دوران میں حضرت امامؓ کے خیمے سے ایک ننھا بچہ نمودار ہوا اور خوف زدہ حالت میں ادھر ادھر دیکھنے لگا لیکن ایک شقی القلب نے آگے بڑھ کر اسے بھی شہید کر دیا۔

اب حضرت امام حسینؓ زخموں سے نڈھال ہو چکے تھے اور آپ پر پیاس کا غلبہ تھا آپ اپنے بھائی حضرت عباسؓ کو لے کر دریائے فرات کی طرف بڑھے۔دشمن کے سواروں نے آپ کی شدید مزاحمت کی لیکن آپ لڑتے بھڑتے کنارے تک پہونچ گئے اور پانی پینا ہی چاہتے تھے کہ حصین بن نمیر نے تیر مارا جو حضرت امامؓ کے گلے میں پیوست ہو گیا تھا۔آپ نے کھینچ کر تیر نکالا اور اپنے ہاتھ منہ کی طرف اٹھائے تو دونوں چلو خون سے بھر گئے۔آپ نے خون کو آسمان کی طرف اچھالا اور فرمایا۔

''اے اللہ میں تجھی سے شکوہ کرتا ہوں دیکھ تیرے رسول برحقؐ کے نواسے کے ساتھ کیا سلوک ہو رہا ہے۔

اس کے بعد آپ عالم تشنگی میں خیمے کی طرف چلے دشمنوں نے حملہ کر کے حضرت عباس ابن علیؓ کو آپؐ سے علیحدہ کر دیا جناب عباسؓ تنہا ان سے لڑنے لگے مگر کب تک لڑتے آخر زخموں

سے چور ہو کر زمین پر گر پڑے اور جان جان آفرین کے سپرد کردی

جب امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ دشمنوں کو پیچھے ڈھکیلتے ہوئے اپنے خیمے تک پہونچ گئے تو شمر ذی الجوشن کئی سوار لے کر آپ کی طرف بڑھا اور اپنے ساتھیوں کو برانگیختہ کرنے لگا۔ حضرت امامؓ بھی آگے بڑھے اور تلوار کے جوہر دکھانے لگے۔ باوجود اس امر کے کہ جناب امامؓ زخموں سے چور چور تھے۔ ہر تن سے خون کے فوارے چھوٹ رہے تھے لیکن دشمن پھر بھی مقابلہ پر نہ ٹھہر سکے اور پیچھے ہٹ گئے۔ کچھ دیر بعد پھر اپنے ساتھ اور لوگ لے کر آپ کا محاصرہ کر لیا قبیلہ کندہ کے ایک شخص مالک نامی نے تلوار کا بھرپور وار آپ کے سر پر کیا۔ آپؓ نے ٹوپی پہن رکھی تھی۔ لیکن تلوار ٹوپی کو چیرتی ہوئی سر میں جا کر لگی سر سے خون جاری ہو گیا اور تمام ٹوپی خون سے بھر گئی۔ آپ نے یہ ٹوپی اتار کر سر پر پٹی باندھی اور دوسری ٹوپی زیب سر کر کے اوپر عمامہ باندھ لیا۔

خیمے کے اندر سے حضرت عبداللہ بن حسن بن علیؓ نے جو ابھی نوعمر تھے چچا کی یہ حالت دیکھی تو ضبط نہ کر سکے۔ جوش سے بے قابو ہو کر ایک لکڑی لے کر امام عالی مقامؓ کے پہلوں میں آکر کھڑے ہو گئے اسی وقت ابن کعب نے حضرت امامؓ پر تلوار سے ایک اور حملہ کر دیا۔ حضرت عبداللہ بن حسنؓ نے بلند آواز سے کہا۔ ''اے خبیث کیا میرے چچا کو قتل کرنا چاہتے ہو؟ یہ سن کر ابن کعب بچے کی طرف متوجہ ہوا اور تلوار کا شدید وار کیا بچے نے ہاتھ پر روکا جس سے اس کا ہاتھ کٹ گیا۔ بچہ تکلیف کو محسوس کر کے چیخنے لگا حضرت امام حسینؓ نے اسے گود میں اٹھا لیا اور فرمایا۔

''اے میرے عزیز بھتیجے! اس مصیبت پر جو تجھ پر نازل ہوئی ہے صبر کر اللہ تجھے بھی تیرے پاک مقدس آبا و اجداد تک پہونچا دے گا۔

''اب امام رضی اللہ عنہ سر سے پاؤں تک سخت زخمی تھے تمام بدن سے خون بہہ رہا تھا لیکن اس حالت میں جب بھی شمشیر چلاتے تو دشمن اس طرح سے بھاگ جاتے جیسے شیر کے مقابلہ سے بکری۔ جناب امامؓ نہایت بہادری اور شجاعت سے تن تنہا ہزاروں دشمنوں کے مقابلے میں ایک کوہ ثبات بنے کھڑے تھے اور فرما رہے تھے۔

''کیا تم میرے قتل پر مجتمع ہو گئے۔ ہو اللہ کی قسم! اللہ میرے بعد اپنے بندوں میں سے کسی بندے کے قتل پر اتنا خفا نہ ہوگا جتنا میرے قتل پر ہوگا۔ مجھے حق تعالیٰ ضرور عزت عطا کرے گا اور تم سے ایسے ایسے طریقوں سے انتقام لے گا کہ تم ان کا تصور بھی نہیں کر سکتے۔

اب بہت وقت گزر چکا تھا لیکن ہر شخص آپؓ کے قریب آنے سے خوف کھاتا تھا۔ جب شمر ذی الجوشن نے یہ دیکھا تو پیدل فوج کے عقب میں سواروں کو لا کھڑا کیا اور تیر اندازوں کو حکم دیا کہ وہ امام عالی مقامؓ پر تیروں کی بارش کر دیں۔ اس طرح چاروں طرف دشمنوں نے آپؓ پر حملہ کر دیا۔ زرعہ بن شریک تمیمی نے آگے بڑھ کر آپؓ کے بازو پر تلوار کا بھرپور وار کیا، جس سے آپؓ کا بازو کٹ گیا۔ پھر آپؓ کے شانے پر تلوار ماری آپؓ لڑکھڑائے دشمن آپ کی ہیبت سے پیچھے ہٹ گئے لیکن شقی القلب سنان بن انس نخعی آگے بڑھا اور آپؓ پر نیزہ مارا۔ آپؓ زمین پر گر گئے خولی بن یزید الاصبحی سر مبارک کاٹنے کے لئے آگے بڑھا لیکن ہمت نہ ہوئی یہ دیکھ کر سنان بولا، اللہ تیرے ہاتھوں کو شل کر دے، یہ کہہ کر خود گھوڑے سے اترا اور شمشیر سے۔۔۔۔۔ آپؓ کو ذبح کر ڈالا۔

''مفید'' میں مروی ہے کہ آپؓ کا سر مبارک شمر ذی الجوشن نے کاٹا اور خولی بن یزید کے حوالے کردیا۔

شہادت کے بعد جب دیکھا گیا تو آپ کے جسد طہر پر تلوار کے چونتیس اور نیزوں کے تینتیس زخم تھے اور تیروں کے زخموں کا کچھ شمار نہ تھا۔شہادت کے بعد شقی القلب کوفیوں نے آپؓ کے جسم سے کپڑے اتار لئے۔

اب کوفیوں نے امام عالی مقامؓ کے خیموں کا رخ کیا اور اہل بیت کا تمام سامان لوٹ لیا اس کے بعد وہ عابد بیمار یعنی حضرت امام زین العابدین کی طرف بڑھے۔شمر نے انہیں بھی قتل کرنا چاہا لیکن حمید بن مسلم نے کہا کیا اب بچوں کو بھی قتل کروگے۔اس کے بعد عمر بن سعد بھی وہاں آگیا۔اس نے کہا! خبردار کوئی شخص خیموں کے اندر جانے کی کوشش نہ کرے اور اس بیمار بچے کو ہاتھ نہ لگائے اور جس نے جو کچھ لوٹا ہے واپس کردے۔''

اس نے بچوں اور عورتوں کی حفاظت کے لئے خیموں کے پاس سپاہی مقرر کردیا۔یہ انتظام کرنے کے بعد میدان میں آکر بلند آواز سے پکارا کون ہے جو امام حسینؓ کے جسم کو روندنے کے لئے تیار ہے؟ اس پر دس آدمیوں نے اپنے کام پیش کئے اور گھوڑے دوڑا کر جسم اطہر کو روند ڈالا۔شہادت کے وقت امام عالی مقامؓ کی عمر پچپن برس کی تھی شہادت دن کے آکری حصہ میں واقع ہوئی آفتاب زیادہ دیر تک یہ ہولناک منظر نہ دیکھ سکا اور خون کے آنسو برساتا ہوا غروب ہوگیا۔

حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کا واقعہ یوم عاشورہ یعنی ۱۰ محرم ۶۱ھ مطابق ۱۰ اکتوبر ۶۸۰ء کو بعد نماز ظہر پیش آیا۔امام عالی مقامؓ کے ساتھ بہتر آدمیوں نے درجہ شہادت حاصل کیا۔ان میں اٹھارہ افراد آپ کے عزیز اور خاندان بنو ہاشم سے تھے جن کے نام درجہ ذیل ہیں۔ ۱) حضرت عباس بن علی (۲) حضرت جعفر بن علیؓ (۳) حضرت عبداللہ بن علیؓ (۴) حضرت عثمان بن علیؓ (۵) حضرت محمد بن علیؓ (۶) حضرت ابو بکر بن علیؓ (۷) حضرت علی بن حسین بن علیؓ دعلی اکبر (۸) حضرت عبداللہ بن حسینؓ (۹) حضرت ابو بکر بن حسنؓ (۱۰) حضرت عبداللہ بن حسنؓ (۱۱) حضرت قاسم بن حسنؓ (۱۲) حضرت عون بن عبداللہ بن جعفرؓ (۱۳) حضرت محمد بن عبداللہ بن جعفرؓ (۱۴) حضرت جعفر بن عقیل (۱۵) حضرت عبدالرحمن بن عقیل (۱۶) حضرت عبداللہ بن مسلمؓ (۱۷) حضرت عبداللہ بن مسلم بن عقیلؓ (۱۸) حضرت محمد بن ابو سعید بن عقیلؓ۔

عمرو بن سعد کی فوج کے سپاہی بکثرت مارے گئے اور کثیر تعداد میں زخمی بھی ہوئے۔

मदारे पाक
की पाकीज़ा सरज़मीन
मकनपुर शरीफ में आने वाले
ज़ायरीन के लिए
ठहरने का बेहतरीन इन्तेज़ाम,
चौबीस घण्टे बिजली पानी का
माकूल एहतेमाम!
रहबरे नूर गेस्ट हाउस
मदार रोड चौराहा बाज़ार
मकनपुर शरीफ
मो. नं. 6388094240
6306833863
8887762661

منقبت ومناجات

بہ درگاہ سید بدیع الدین قطب المدار رضؓ

سید عظیم الباقی عظیم مکن پوری

رنگ عصیاں سے ہوا آئینہ دل داغدار
کن کرم بر حال ما یا سیدی زندہ مدار

آخرت کی فکر پر غالب ہے دنیا کا خیال
آرہا ہے قوت ایمان پر اپنی زوال
حال بربادی ہمارا آپ پر ہے آشکار
کن کرم بر حال ما یا سیدی زندہ مدار

بے عمل ہونے کی باعث سو گئے اپنے ضمیر
پھر نہ کیوں ہر سمت سے ہم پر چلیں نفرت کے تیر
اور ہم پھر بھی نہیں اپنے کئے پر شرمسار
کن کرم بر حال ما یا سیدی زندہ مدار

قدر و قیمت کچھ نہیں اپنی نظر میں وقت کی
اور پھر اس پر کرم فرما ہے غفلت کی ہنسی
پیس ڈالے کیوں نہ ہم کو گردش لیل ونہار
کن کرم بر حال ما یا سیدی زندہ مدار

ہم سے آقا صرف دنیا ہی نہیں بے زار ہے
زندگی بھی انتقاماً بر سر پیکار ہے
رہ گئے ہیں اب تو ہم دوش زمیں پر بن کے بار
کن کرم بر حال ما یا سیدی زندہ مدار

اک نگاہ لطف سے بہر حبیب کبریا
دیکھئے کس حال میں ہیں آپ کے در کے گدا
شدت آلام سے اب واقعی ہیں بے قرار
کن کرم بر حال ما یا سیدی زندہ مدار

درگزر فرمایئے اپنے غلاموں کی خطا
پردہ پوشی کیجئے آل عبا کا واسطہ
خندہ زن ہے دیکھ کر دنیا ہمارا حال زار
کن کرم بر حال ما یا سیدی زندہ مدار

اپنی بربادی کا کوئی غم نہیں یا سیدی
شرم آئے گی جو شفقت آپکی رسوا ہوئی
ہم کہیں کے وہ نہ جائیں گے شہہ عالی وقار
کن کرم بر حال ما یا سیدی زندہ مدار

اے شہا اس وقت جب ہو عالم بے چارگی
روز محشر لاج رکھ لینا عظیم زار کی
دین و دنیا کا ہے اسکی آپ ہی پر انحصار
کن کرم بر حال ما یا سیدی زندہ مدار

Rahbare Noor
MAGZINE'S
Tajdare Karbala Number
Many-Many
Congratulation
PAIKAR CLINIC
C.B. Ganj Barreilly
Dr. S.B. Jafri

''عمل حسین علیہ السلام'' دین نبی کو پھر سے نئی جان دے گیا''

استاد الاساتذہ ''عالم زبان و ادب'' بانی انجمن دائرہ الادب مکن پور شریف عالیجناب چودھری عترت حسین عاشقی مرحوم نے واقعات کربلا، 'تاریخ کربلا' اور حضرت امام حسینؑ کے جذبہ ایثار و قربانی کی ایسی حقیقت آمیز داستان کو منظوم نذرانہ عقیدت کی شکل میں پیش کیا ہے۔ جس کا ایک ایک شعر رہتی دنیا تک محبان اہل بیت اور عاشقان امام حسینؑ کے ذہن و فکر کو نئی روشنی عطا کرتا رہیگا۔ اس طویل نظم میں علم ادب اور شاعرانہ فن کاریاں زبان و ادب کی معراج کمال پر نظر آتی ہیں۔ جو مرحوم عاشقیؔ صاحب کے منفرد کمال فن کا زندہ و جاوید نمونہ ہیں۔

میں یہ تو نہیں دعوہ کرسکتا ہوں کہ یہ مسدس نظم مرثیہ نگاری کے شہنشاہ میر انیسؔ کی مسدس نظموں کو آئینہ دکھاتی ہے۔ مگر اتنا ضرور کہوں گا کہ اگر میر انیسؔ اور مرزا دبیرؔ جیسے باکمال مرثیہ نگار کی محفلیں سجی ہوتیں تو جناب عاشقیؔ صاحب کی یہ نظم ان کی بزم اور محفلوں کی شان ہوتی اور اس نظم کو ایک تاریخی حیثیت حاصل ہوتی۔ نظم کے چند اشعار حاضر ہیں۔

قارئین اسکو پڑھکر تاریخی واقعات کے ساتھ ساتھ علم و ادب اور زبان و بیان کی چاشنی سے لطف اندوز ہوں۔ جناب عاشقی صاحب نے اس نظم میں جو پیغامات دیے ہیں وہ بھی قابل غور ہیں

ابوالمشرب

اے دوست مجھ سے قصہء شبیر تو نہ پوچھ
زاغ نجس سے غنچے کا تو رنگ و بو نہ پوچھ

اک عابد خشن سے جمال سبو نہ پوچھ
ہے کو جو پوجے اس سے کبھی حال ہو نہ پوچھ

چودھری عترت حسین عاشقیؔ مرحوم

کاسہ شکن کے حسن کو فرہاد کیا بتائے
قیس خراب شیریں کی بے داد کیا بتائے

کاذب سے راست گوئی کی امید بے فضول
ظالم سے اشک شوئی کی امید ہے فضول
ناداں سے عقل جوئی کی امید بے فضول
خاکی سے عرش پوئی کی امید ہے فضول

صحرا سے درک رنگ گلستاں محال ہے
ذرے سے مدح مہر درخشاں محال ہے

رکھ مسئلے کو پیش صحابائے ذی الکرام
منصوص ہو چکا ہے یہ حق ان سے لا کلام
تفویض جسکو چاہیں کریں وہ خدا کا کام
بیعت ہو اسکی وہ کریں اجماع پہ جس کا نام

واپس یہ کہہ کے آئے تو کچھ سوچتے ہوئے
تشریف گھر میں لائے تو کچھ سوچتے ہوئے

موجود گھر میں پہلے سے تھیں دختر بتول
بے چین و فکر مند و ہراسان و دل ملول
یہ ہمہمہ کہ زندہ رہے مقصد رسول
یہ خرخشہ کہ بیعت نہ کرلیں کہیں قبول

یہ ولولہ گئے ہیں تو کہہ دیں نہیں حسین
یہ دغدغہ کہ جان نہ دے دیں کہیں حسین

بولے حسین سر ہے مرے دوش پر وبال
مجھکو بقائے کار محمد کا ہے خیال

اے کاش کہ مجھ پہ فضل کرے رب ذوالجلال
ڈھائیں عدو جو قہر تو دکھلاؤں میں جمال
مرنا مجھے قبول ہے بیعت نہیں قبول
تعمیر بادشاہی کی بدعت نہیں قبول

درجے بہت بلند ہیں ان کے کمال کے
ان سے جو بات کرنا تو لہجہ سنبھال کے
رنگ رخ مزاج کی رو دیکھ بھال کے
وہ ہیں مقام وصل جلال و جمال کے
رکھا جوان کو راضی ترے کام آئیں گے
ناراض کر دیا تو قیامت اٹھائیں گے

لیکن حسین ابن علی سبط مصطفیٰ
دانندہ صراط فنا ورہ بقاء
محکم ہے عزم جن کا عمل جن کا بے خطا
جن سے الجھنا تیرے لئے مور و بلا
جاروب کش ہیں قبر نبی کبیر کے
دیں گے نہ ہاتھ ہاتھ میں تجھ سے حقیر کے

کر لیتے جو حسین کبھی بیعت یزید کی
کٹتی بہ انبساط مدینے میں زندگی
بیعت سے انکی پاتا جو تائید احمدی
کرتا امیر بدل میں دل دے کے چاکری
ہر شب شب برات تو ہر روز روز عید
ہر خار بنتا سوزن صد جامہ دوز عید

قبر نبی کو پوجتی دنیا مثال بت
نور خدا کی ضو کو مٹاتا جمال بت
ڈنکا جہاں میں پھر سے بجاتا کمال بت
سجدے میں سر بشر کا جھکاتا جلال بت
دن ڈرتا دیکھ دیکھ کے انوار رات کے
چشم حرم میں جلوے سماتے منات کے

پھر اہرمن کی ہوتی خدائی بہ جبر و زور
پھر زور کرتا کاسۂ کمزور چور چور
سرمایہ آفتاب کو دکھلاتا اپنا نور
مزدور اپنی مزد سے محنت کی رہتا دور
جبار کھیل کھیلتا رحمٰن کے روپ میں
ساتھی شراب بانٹا یزداں کے روپ میں

شاہی میں اور خلافت احمد میں ہوتا وصل
ان دونوں میں نہ دیدہ تاریخ پاتا فصل
دشوار ہوتی معرفت فرق نقل واصل
آجاتا پھر مقام پہ اپنے غرور نسل
کہتے یہ سب نبی کو حکومت کی چاہ تھی
پیغمبر کی اصل فقط حب جاہ تھی

ایمان اور نفاق کے فاصل تھے جو حسین
سعی رسول پاک کے حاصل تھے جو حسین
امر و نہی پہ دہر میں عامل تھے جو حسین
نور رسول نور میں شامل تھے جو حسین
بیعت حسین کرتے قیامت کی بات تھی
یہ تو حیات و مرگ رسالت کی بات تھی

اب ہاں سنبھل کے بیٹھ مرے دوست اور سن
اور گلشن بیاں سے گل نو بہار چن

وہ پیکر ارادہ میں گاتا ہوں جس کے گن
جسکو لگن خدا کی نبی کی تھی جسکو دھن
دین محمدی کو نئی جان دے گیا
مستقبل بعید کو عرفان دے گیا

اس ضد درک وترک کے آخر دکھائے رنگ
آئینہ نے نبوت پہ آیا زنگ
ممبر پہ اقتدار کی پیدا ہوئی امنگ
نیکی دل پہ نفس عقارب نے مارا سنگ
قرآں کی جلد خون سے عثمان کے بھر گئی
آگے بڑھی جو بات تو حیدر کے سر گئی

ہفتم سے تا دہم وہ قیامت بدوش دن
ہر لحظہ حد کا سخت تو ہر پل بڑا کھٹن
برنا و پیر طفل و جواں ہوں کہ ہوں مسن
دیکھو جسے وہ سخت جسے پاؤ وہ خشن
انسان مر چکے تھے درندوں کا راج تھا
پھر اہرمن کے پاؤں پہ یزداں کا تاج تھا

گم اپنی خود سیاہی میں عاشور کی وہ رات
جس رات کی سحر میں نہاں حشر واردات
جس حشر واردات پہ تھی منحصر نجات
وابستہ جس نجات سے سبط نبی کی ذات
شبیر کے لئے وہ عبادت کی رات تھی
اوروں کو ذکر و شغل حمایت کی رات تھی

مصروف جب عبادت آخر میں تھے امام
شب گرد خیمہ گاہ تھے عباس خوش خرام
دیکھا کہ اپنے خیمے میں بانوئے نیک نام
کس پیار سے ہیں اکبر مہ رو سے ہمکلام
فرما رہی ہیں دیکھو قیامت کا دن ہے کل
سمجھو کہ کس حصول سعادت کا دن ہے کل

ایمان و دیں کے مرکز جاذب کا کوچ ہے
کاوا کی جہاں کے محاسب کا کوچ ہے
دانائے رمز وقت مناسب کا کوچ ہے
جان بہار گلشن یثرب کا کوچ ہے
ہے سدراہ تیرگی نور ضمیر کی
ضو دینے جارہا ہے سراج منیر کی

رخصت ہے باغباں کی گلستاں اداس ہے
جاتی ہے دھوپ مہر درخشاں اداس ہے
مٹتی ہے چاندنی مہہ تاباں اداس ہے
تسبیح بند ہوتی ہے سبحاں اداس ہے
غم بار آندھیوں سے ہے بجھتا چراغ دیں
ایسا چراغ بجھ کے جو دیگا سراغ دیں

اللہ کے رسول کے مرقد کو چھوڑ کر
بیگانے اور یگانے سے منہ اپنا موڑ کر
زنجیر پائے فکر و عمل اپنی توڑ کر
سر رشتہ فنا و بقا دل میں جوڑ کر
نکلا حد مدینہ سے شیر خدا کا لال
نیلم حسن کا در نبی فاطمہ کا لال

زینب حرم کی قافلہ سالار تم بنو
پہلے بنی امور کی مختار تم بنو

پھر بعد میرے بچوں کی سردار تم بنو
میرے عمل کے نشر کا ہتھیار تم بنو

سر ننگے جب پھرائیں تمہیں ہر دیار میں
لگنے نہ پائے قفل لب نوحہ بار میں

بولے حسین مرحبا اے ثانی بتول
جان دل علی و ولی نازش رسول
دل سے ہے مجھکو تیرا تعاون بہن قبول
فضل خدا سے ہوگی مراد دل حصول

بالائے نیزہ سر مرا معراج پائیگا
چھننا تیری ردا کا قیامت اٹھائے گا

ساماں سفر کے کرنے میں مصروف ہو بہن
صندوقوں سے نکال لو اسباب پنجتن
خیمے کجاولے دیکھ لیں عباس صف شکن
نکلوں گا گھر سے اب تو بہ تائید ذوالمنن

اس قیصری کی زد میں گرے گا علم مرا
چاہے ہزار بار یہ سر ہو قلم مرا

وہ دین اور طور شہنشاہی عجم
تخئیل روم و شام پہ نام شہہ امم
دوزخ کا روپ لینے کو ہو جنت ارم
اور بے لبسی پہ بیٹھ کے آنسو بہائیں ہم

زینب یہ سب حسین سے دیکھا نہ جائیگا
جب بات آپڑے گی تو سر بھی کٹائے گا

ہوتا نہ پاک لوث سے میرا اگر ضمیر
لاتا حرم نہ ساتھ نہ ضعفاء نہ یہ صغیر

کوفے کی سمت آتا نہ ہونے کو میں اسیر
یلغار کرکے جاتا سوئے قلعہ امیر

مانا کہ یہ جہاد بحکم یزید ہے
اک بے گناہ کا قتل بھی تم سے بعید ہے

راہ نبی سے ڈگ نہیں سکتے مرے قدم
شمشیریں ہوں خلاف مرے جتنی بھی الم
جب تک کہ روح جان کو دیتی رہے گی دم
دنیا سے دین، دین سے دنیا رہے گی ضم

ایمان مصطفیٰ سے کنارا کرے حسین
جینا اور ایسا جینا گوارا کرے حسین

از صبح تا بہ عصر لٹا فاطمہ کا باغ
چلتی رہی سموم جلا فاطمہ کا باغ
کیا کہئے کس طرح سے مٹا فاطمہ کا باغ
اک ٹہنی رہ گئی پہ گھٹا فاطمہ کا باغ

وہ بھی تھی ناتوان لگے جسکو روگ تھے
ریشوں مین جسکی پوست کے دکھ کے بروگ تھے

قطعہ

لاشے بکھرے ہیں ہر جانب موج خوں لہراتی ہے
کیا کہنا اے لال علی کے تیری دھن کی چھاتی ہے
رو کے پکاری بنت زہرا دیکھ کے بھائی کو تنہا
کوئی نہیں ہے اب نصرت کو بھیا زینب آتی ہے

علامہ ادیب مکن پوری

شہزادۂ کونین امام حسین علیہ السلام
"ولادت سے شہادت تک"

مولانا سعید اختر پلاموی

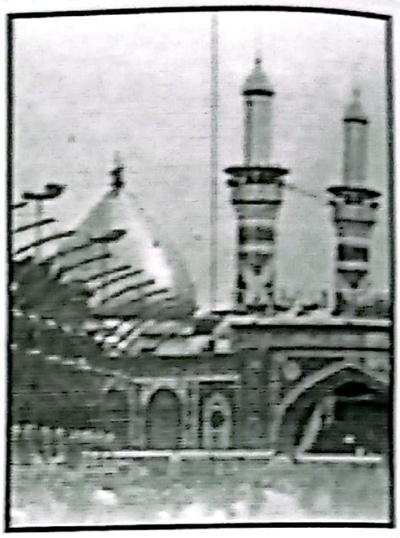

وہ نور جسکو شبہہ مشرقین کہتے ہیں
اسی کو نورِ خدا نورِ عین کہتے ہیں
بکھر گیا تو وہی نورِ کائنات بنا
سمٹ گیا تو اسی کو حسین کہتے ہیں

نواسۂ مصطفیٰ جگر گوشۂ علی مرتضیٰ سکون دل سیدہ فاطمہ سلام اللہ علیہا شہزادۂ کونین حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی ذات گرامی حق وصداقت تقویٰ وطہارت، جرأت وہمت، صبر واستقلال، ایمانی قوت وعمل، تسلیم ورضا، اطاعت ربانی، عزم واستقلال کی وہ عظیم پیکر ہے جو پوری انسانی تاریخ میں ایک منفرد مقام رکھتی ہے اور تاریخ از اہمیت کی حامل ہے۔ اس حقیقت سے کوئی بھی صاحب فکر وشعور انکار نہیں کرسکتا کہ کسی بھی فرد یا قوم کی تعمیر میں قوت ایمانی کے ساتھ روح کی پاکیزگی، قلب کی طہارت، خاندانی وجاہت، حسن تربیت میں کلیدی حیثیت رکھتی ہیں۔ ان جملہ لوازمات کے ساتھ ایمان کی جرأت میں جتنی زیادہ تپش اور شدت ہوگی اسی قدر شخصیت کو زندگی اور زندگی کو معراج کمال عطا ہوگی، اس کے بغیر دنیا میں نہ کوئی امتیازی حیثیت حاصل کرسکتا ہے اور نہ اس کی کوئی قابل اعتناء پہچان ہوسکتی ہے۔

انسان واجب الوجود کا شاہکار تخلیق ہے عالم ایجاد میں، انسان کی شرافت وبرتری کی وجہ یہ ہے کہ اس کے پاس اخلاق وکردار اور قوت ایمانی کا وہ ملکہ ہے جو اس کو دوسری تمام مخلوقات سے یکسر جدا کرتا ہے۔ یہ تمام تر خوبیاں نقطۂ کمال کو پہونچ جائیں تو پھر وہ انسانی عزت وعظمت، قدر ومنزلت اور جلالت شان کے سا بلند وبالا مقام پر پہونچ جاتا ہے جس کی حدِ عروج کا ادراک بغیر توفیق باری کے ناممکن ہے۔ اس وقت ذکر کرنا مقصود ہے نگاہِ نبوت کے اس تراشیدہ گوہر نایاب کا جس کی چمک سے انسانیت کا ہر شعبۂ زندگی روشن وتابناک ہے۔ گلشن طہارت کے اس شگفتہ پھول کا جس کی خوشبو سے مشام کائنات معطر ہے، جرأت وشجاعت کے اس جبل استقامت کا ظلم وجبر کی سنامی لہریں جس سے ٹکرا کر پاش پاش ہوگئیں، سلطنت روحانیت کے تاجدار، نوجوانانِ جنت کے سردار، گلشن فاطمی کی فصل بہار، نگار خانۂ نبوت کے گوہر آبدار، وقار عظمت حیدر کرار امام عرش مقام حسین پاک وعلی جدہ الصلوۃ والسلام ہیں۔

ولادت باسعادت: موسمِ بہار کی ایک خوشگوار رات کا آخری پہر تھا مصطفیٰ جان رحمت صلی اللہ علیہ کے سایۂ رحمت کی ٹھنڈی چھاؤں میں مدینے کی در ودیوار سے بازگشت کرتی تلاوت قرآن پاک اور نغمات قدسی کی صداؤں سے فضا معطر ہورہی تھی۔ حضرت ام الفضل زوجۂ حضرت عباس ابن عبدالمطلف رضی اللہ عنہم بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں باریاب ہوئیں چہرے سے پریشانی کے آثار نمایاں تھے، رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے انتہائی شفقت کے ساتھ پریشانی کی وجہ معلوم کی، تو عرض کیا، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انی رأیت حلما منکرا هذا اللیلة آج کی شب انتہائی پریشان کن خواب دیکھا ہے۔ جس کے تصور سے دل کانپ جاتا ہے، ارشاد ہوا، ماھو؟ خواب بیان کرو، عرض کی یارسول اللہ وہ انتہائی ڈراؤنا خواب ہے، آپ نے فرمایا بیاں کرو آخر کیسا خواب اور کیا خواب ہے؟ عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نے دیکھا کہ آپ کے جسم اطہر سے ایک ٹکڑا علیحدہ کیا گیا وہ ٹکڑا میری گود میں آگیا۔ یہ سن کر رسول پاک نے تبسم فرمایا وقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رأیت خیرا تلد فاطمۃ ان شاء اللہ غلاما یکون فی حجرک، اللہ کے غیب داں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد

فرمایا چچی جان مبارک ہو آپ نے بہت اچھا خواب دیکھا ہے ان شاء اللہ عنقریب شہزادی کونین فاطمہ الزہرا سلام اللہ علیہا کے گھر شہزادے کی ولادت ہوگی اور آپ اسے اپنی گود میں اٹھائیں گی۔

رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان نبوت سے اس بشارت کے کچھ عرصہ بعد آغوش فاطمہ سلام اللہ علیہا میں جمال ونور کا وہ پیکر جلوہ گر ہوا۔ ستاروں کی انجمنوں کے ساتھ شمس وقمر بھی حسن ودلکشی کی خیرات لینے جھک گئے۔

وہ روشنی ہے علی کے گھر میں فلک سے جو نور بہہ رہا ہے
محبتوں کے کنول کھلے ہیں پہاڑ نفرت کا ڈھہ رہا ہے
تمام شب آسماں سے لیکر زمیں تلک ذکر شہہ رہا ہے
عجب چراغاں ہے کہکشاں کا مَلَک مَلَک سے یہ کہہ رہا ہے
حسین میرا حسین تیرا حسین اب کا حسین سب کا

ہجرت نبوی کا چوتھا سال تھا شعبان المعظم کی پانچ تاریخ تھی سیدۂ کائنات فاطمۃ الزہر سلام اللہ علیہا کی پاک آغوش میں نواسۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم امام عالی مقام حسین پاک رضی اللہ عنہ جلوہ گر ہوئے، کائنات عالم میں صرف اور صرف یہی وہ پاک گھرانہ ہے جس کی پاکیزگی وطہارت کی گواہی قرآن مقدس دیتا ہے تاریخ شاہد ہے جب آپ کی ولادت باسعادت کی خبر مخبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم تک پہونچی آپ خوشی ومسرت سے جھوم اٹھے۔ سیدہ فاطمہ سلام اللہ علیہا کے گھر تشریف فرما ہوئے نومولود کو آغوش رحمت میں لیا تکبیر واقامت کہی اور اپنا لعاب دہن بطور اولیں خوراک منہ میں ڈالا۔ اور نام حسین تجویز فرمایا۔ دنیا جانتی ہے آب وگل کی اس دنیا میں جب کوئی نومولود قدم رکھتا ہے تو اس کا کوئی ذاتی تعارف نہیں ہوتا، بلکہ لوگ سوال کرتے ہیں اس کے والد کا نام کیا ہے اس کے دادا کون ہیں۔ اس کا خانوادہ کیا ہے۔

یہ کس خاندان کا چشم وچراغ ہے، سماج میں اس خاندان کی خدمات کیا ہیں، ملت اس خانوادے کی کن کارگذاریوں سے متاثر ہے۔ یہ وہ حوالے ہیں جو عموماً کسی بھی بچے کیلئے ولادت سے زندگی کی آخری سانس تک بطور تعارف ساتھ ہوتے ہیں اور اس کی شخصیت کا حصہ بن جاتے ہیں۔ یہ لازوال شرف وکرامت فقط حسین پاک کو حاصل ہے کہ وہ سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری نواسے ہیں اور اس والد گرامی کے فرزندار جمند ہیں جن کی پیشانی کبھی بھی سجدۂ غیر اللہ سے آلودہ نہ ہوئی جس کی ہر ایک سانس میں خوشبوئے زلف واللیل رچی بسی رہی، جس کو باب العلم کا لافانی خطاب حاصل ہے جس کی ذات اقدس جرأت وشجاعت، تقویٰ وطہارت کا وہ سرچشمہ ہے جس میں تا قیام قیامت سعادتمند تشنہ روحیں سیراب ہوتی رہیں گی۔ حسین پاک اس آغوشِ عفت وطہارت میں جلوہ گر ہوئے حورانِ خلد کو بھی جس کی عصمت وپاکیزگی پر ناز ہے۔ جس کی چادر تطہیر کا گوشہ سایۂ جنت ہے، مملکت عشق کی وہ شہزادی جس کے درودیوار کا طواف جبرئیل امیں کرتے ہیں جس کے تقدس کا یہ عالم،

بے اجازت حسین کے گھر جبرئیل بھی آتے نہیں
قدروالے جانتے ہیں قدروشانِ اہلبیت

امام پاک کا اصل کمال اور انفرادیت یہ ہے کہ اتنی عظیم پشتینیوں اور بلند حوالوں کے ہوتے ہوئے بھی اپنی انفرادیت جس کا کوئی نعم البدل نہیں اسے قائم رکھا جو کارنامہ ناممکن تھا حسین پاک نے اسے ممکن بنا دیا یہ صرف اور صرف انہیں کا خاصہ اور اعزاز ہے، بڑے باپ کا بیٹا ہونا عظیم ماں کا فرزند ہونا، جلیل القدر خانوادے کا چشم وچراغ ہونا، پرشکوہ گھرانے کا فرد ہونا یقینا باعث سعادت ہے مگر یہ چیزیں ایک صاحب ظرف کیلئے ایک امتحان اور آزمائش بھی ہیں، بڑے باپ کی عظمت کی لاج رکھنا، عظیم ماں کی تربیت

اور آغوش رحمت کا حق ادا کرنا، خاندان کی قدر و منزلت کا پاس و لحاظ رکھنا اور گھرانے کی شوکت و عظمت کا تحفظ کرنا جو صرف رنگ خدا سے خلاصہ ہوتا ہے کوئی معمولی بات نہیں، حسین پاک تاریخ انسان کی بہت ہی منفرد شخصیت ہیں جن کو صدیاں گذر جانے کے باوجود آج تک پڑھا لکھا اور سمجھا جارہا ہے، تحقیق و جستجو کے خوگر انہیں تلاش کرنا چاہتے ہیں ان سے محبت کرنے والے اپنی انتہاء کو چھونے کیلئے بیقرار ہیں۔

چنانچہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی آغوش رحمت جو اسلام کی تربیت گاہ تھی پوری چاہت اور ناز برداری کے ساتھ نواسوں کی پرورش میں مصروف ہوگئی۔ اسلام اور دونوں شہزادوں کا گہوارہ ایک تھا جس میں یہ پروان چڑھتے رہے، ایک طرف رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم جن کا مقصد حیات ہی اخلاق انسانی کی تکمیل تھی، دوسری جانب شیر خدا رضی اللہ عنہ جو اپنے کردار و عمل سے مرضیٔ رب کے خریدار بن چکے تھے، تیسری جانب شہزادی کونین سیدہ فاطمہ زہر سلام اللہ علیہا جو صف نسواں میں پیغمبر کی رسالت و مقصدیت کو پہونچانے کیلئے قدرت کی انتخاب تھیں۔

اس نورانی ماحول میں حسین پاک کی پرورش ہوتی رہی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دونوں نواسوں سے حد درجہ محبت فرماتے کبھی سینۂ اقدس پر بیٹھانا کبھی دوش مبارک پر اٹھانا اور مسلمانوں کو تاکید فرماتے کہ ان سے محبت رکھو ان کی محبت سرفرازئ کونین کی علامت ہے مگر چھوٹے نواسے کے ساتھ آپ کی محبت کے انداز نرالے تھے، نماز کے اندر حالت سجدہ میں حسین پشت مبارک پر آگئے تو سجدہ طویل کر دیا یہاں تک کہ شہزادے خود سے بخوشی جب اترتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنا سر مبارک اٹھاتے، کبھی خطبہ پڑھنے کے دوران حسین مسجد میں داخل ہونے لگے اور کسی طرح زمین پر گر گئے تو رسول پاک نے خطبہ روک کر شہزادے کو آغوش میں اٹھایا ممبر پر جلوہ گر ہوئے اور ارشاد فرمایا مسلمانو! دیکھ لو یہ حسین ہیں انہیں خوب پہچان لو ان کی فضیلت کو یاد رکھو ”الحسین منی وانا من الحسین“ حسین مجھ سے ہیں اور میں حسین سے ہوں۔

سیدنا امام حسین علیہ السلام نے تقریباً چھ سال چھ مہینے تک سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم کے سایۂ عاطفت میں پرورش پائی، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حسنین کریمین سے غیر معمولی شفقت و محبت فرماتے اور تمام صحابہ کرام بھی رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں حسنین کریمین سے خصوصی شفقت و محبت کا اظہار فرماتے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال پاک کے بعد خلیفۃ الرسول حضرت ابوبکر صدیق امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق اور سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہم بھی حضرات حسنین کریمین کو نہایت عزیز اور مقدم رکھتے اور انہیں اپنی اولاد پر ترجیح دیتے تھے۔ چنانچہ ایک بار حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنے والد امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے حسنین کریمین کے لیے خصوصی اعزاز و اکرام کی وجہ جاننا چاہا تو آپ نے اپنے صاحبزادے سے سوال کیا بتاؤ کیا تمہاری ماں ان کی ماں کی طرح ہے؟ عرض کیا بالکل نہیں، پوچھا کیا تمہارے نانا ان کے نانا کی طرح ہیں؟ عرض کیا نہیں، پوچھا کیا تمہارا خاندان ان کے خاندان کی طرح ہے؟ جواب ملا نہیں، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا میرے بیٹے یہی وہ اعزاز و اکرام ہیں جس نے حسین پاک کو کونین کی سرفرازیوں کا حقدار بنا دیا۔ رب کی جانب سے یہ میرے لئے اعزاز سے کم نہیں کہ اس نے اس کی تکریم کی توفیق بخشی ہے جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قربت و محبت کی علامت ہے۔ امام عالی مقام حسین علیہ السلام بے حد فیاض انتہائی متقی عبادت گزار اور بکثرت نیک عمل کرنے والے تھے۔ سخاوت، مہمان نوازی، غرباء پروری، اخلاق و تربیت، حلم و تواضع اور صبر و تقویٰ آپ کی خصوصیات حسنہ تھیں۔ کثرت نماز، تلاوت قرآن کا ذوق اس حد تک کہ بڑے بڑے زاہدان باصفا اس پر رشک کرتے، اکثر روزے رکھتے حج و عمرہ کی ادائیگی کا شوق اس درجہ کہ آپ نے پا پیادہ اور بار کاب تقریباً پچیس حج کئے گویا کہ آپ کی تنہا ایک ذات میں محاسن و مکارم کی ایک دنیا آباد تھی۔

حسین پاک نے علم وتقویٰ کے ماحول میں آنکھیں کھولی اور خانوادۂ نبوی میں پرورش پائی۔ اسی لئے معدن فضل وکمال بن گئے۔ علم کا باب آپ کے گھر میں کھلتا تھا اور تقوی حسین کی گھٹی میں ملا تھا۔

اسی لئے آپ فطری طور پر آپ اپنے دور میں شریعت وطریقت کے امام تھے تمام ارباب سیر نے امام پاک کو ان جملہ محاسن کے ساتھ فضل وکمال کا اعتراف کیا ہے۔ حضرت علی مرتضیٰ باب شہر علم رضی اللہ عنہ قضاء وافتاء میں انتہائی بلند مقام رکھتے تھے۔ سیدنا حسین پاک نے بھی حصول علم کے بعد مسند تدریس کو زینت بخشی اور مسند افتاء پر فائز ہوئے۔ اکابر مدینہ مشکل مسائل میں آپ ہی طرف رجوع فرماتے، سبط رسول سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ دینی علوم کے علاوہ عرب کے مروجہ علوم میں بھی دسترس رکھتے تھے۔ آپ کے تبحر علمی، علم وحکمت، فصاحت وبلاغت کا اندازہ آپ کے خطابات سے کیا جاسکتا، الغرض جگر گوشۂ بتول امام عالی مقام فضائل ومناقب اور سیرت وکردار کا روشن ودرخشندہ باب ہیں۔ متعدد احادیث مبارکہ آپ کی فضیلت وعظمت پر دلالت کرتی ہیں۔ بارگاہ رسالت میں حسنین کریمین کی محبوبیت اور عظمت کا یہ عالم ہے کہ اکثر رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم آپ دونوں کیلئے دعائیں مانگتے اور لوگوں کو آپ کے ساتھ محبت رکھنے کی تاکید فرماتے، آپ نے فرمایا حسن وحسین یہ دونوں میرے بیٹے ہیں میری بیٹی کے بیٹے ہیں اے اللہ میں ان سے محبت رکھتا ہوں تو بھی انہیں محبوب بنا اور جوان سے محبت کرے اس سے بھی تو محبت فرما، سرکار ابد قرار صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حسن وحسین جنتی نوجوانوں کے سردار ہیں۔ ذالک فضل اللہ یو تی من یشاء۔

رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد تقریباً پچیس سال تک شیر خدا کی خانہ نشینی علوم نبویہ کی ترویج واشاعت، قائدانہ صلاحیتوں سے اپنے شہزادوں کو مصقل کرنے کا دور ہے، حسین پاک اس زمانے میں طرح طرح کے نامساعد حالات کا جائزہ لیتے رہے اور اپنے والد گرامی کی سیرت کو ملاحظہ فرماتے رہے۔ یہی وہ دور ہے جس میں آپ نے جوانی کی حدود میں قدم رکھا اور بھرپور شباب کی منزلوں کو طے کیا، ۳۵ھ میں جب حسین پاک کی عمر تیس سال کی تھی عام مسلمانوں کیلئے حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو بحیثیت خلیفۃ المسلمین امیر المؤمنین کی حیات طیبہ کے یہ آخری پانچ سال تھے۔ جس میں جمل، صفین اور نہروان کی لڑائیاں ہوئیں حضرت امام حسین اپنے بزرگ ومرتبہ کی نصرت وحمایت میں شریک ہوئے اور شجاعت کے جوہر دکھاتے رہے۔ ہجرت نبوی کا چالیسواں سال تھا رمضان المبارک کی انیس تاریخ تھی حضرت علی کوفہ کی جامع مسجد میں معمول کے مطابق تشریف لائے دیکھا ابن ملجم اپنے نیچے تلوار کو چھپا کر الٹا سورہا ہے۔ حضرت علی نے فرمایا ابن ملجم اٹھ جا نماز کا وقت نکلا جارہا ہے وہ ملعون اٹھا حضرت علی نے آخری سجدہ کیا یکایک ابن ملجم آگے بڑھا اور ایسا وار کیا کہ سر مبارک پر زہر میں بجھا ہوا خنجر اپنا اثر کر گیا حالت روزہ میں ایسا ہی زخم لگا کہ پھر آپ اٹھ نہ سکے مسجد کوفہ میں شور برپا ہو گیا قیامت کا منظر تھا۔ محبان علی نالہ وفریاد کرنے لگے حسنین کریمین مسجد تشریف لائے اپنے والد کی ریش مبارک خون سے تر دیکھی اور گریہ کرنے لگے۔ اصحاب حضرت علی کو اپنے کاندھوں پہ ڈال کر گھر لے گئے گھر میں کہرام بپا ہو گیا بیٹیاں تڑپ گئیں اس خونی منظر کو دیکھ کر، حکماء نے علاج شروع کیا مگر زہر اپنا کام کر چکا تھا تین دنوں تک اس زخم کی شدت میں تڑپتے رہے ۲۱ رمضان المبارک کی رات میں حضرت علی نے فرشتۂ اجل کو لبیک کہا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد آپ کے لخت جگر حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے دست حق پر خلافت کی بیعت ہوئی، اس وقت صورت حال یہ تھی کہ صرف عراق، خراسان کی خلافت امام حسن کے حصے میں آئی جبکہ شام، فلسطین، یمن، حجاز اور مصر وغیرہ حضرت معاویہ بن ابی سفیان اموی کے زیر تسلط تھے جنہوں نے خون عثمان غنی کے مسئلے کی بنا پر حضرت علی کی بیعت سے انکار کر دیا تھا وہ بھلا اب حضرت حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ کو خلیفہ

کیسے تسلیم کر لیتے۔ ربیع الاول ۴۱ھ کو صورت حال اس نوبت کو آن پہنچی کہ امام حسن کے ساتھ چالیس ہزار (40000) سے زائد مسلح افراد تھے اور دوسری طرف حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے جھنڈے تلے ساٹھ (60000) ہزار کا لشکر قتل وغارت گری کیلئے صرف ایک اشارے کا منتظر تھا، حضرت امام حسن نے اپنے والد گرامی کے پانچ سالہ خلافت کے پرآشوب زمانے میں مسلمانوں کو اپنے بھائیوں کے ہاتھوں ذبح ہوتے دیکھا تھا اس لئے باہمی خون خرابہ اور نہ ختم ہونے والے قتل وغارت کے سلسلے کو ہمیشہ کیلئے ختم کرنے کیلئے خود کو میدان سے ہٹالیا اور خلافت کا عہدہ حضرت امیر معاویہؓ کو سپرد کر دیا اگرچہ امام حسن حق پر تھے اور امت کے جائز خلیفہ تھے۔ رجب المرجب ۶۰ھ میں امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے انتقال کے بعد خلافت کا مسئلہ دوبارہ پیدا ہوا تو امام حسین رضی اللہ عنہ نے جو اپنے والد کی شہادت اور بھائی کی خلافت سے دست برداری سے خوش نہ تھے انہوں نے یزید کی خلافت سے ایسے ہی انکار کر دیا جس طرح اس سے پہلے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت تسلیم کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ یہیں سے امام حسین کا وہ کردار شروع ہوتا ہے جس کی یاد یوم عاشورہ کی شکل میں عالم اسلام میں منائی جاتی ہے۔

حریت اور آزادی ہر معتدل نظام کی بقا کیلئے ایک بنیادی اصل اور اساسی رکن ہے آزادی پیغمبروں کے اہداف میں سے ایک اہم ہدف تھا وہ آئے تا کہ بشریت کو آزادی دلا سکیں انسانی معاشرے کو فرعونی نظام سے نجات دلا سکیں۔ حریت آزادی ایک ایسی چیز ہے جسے دنیا کا ہر انسان فطری طور پر اسے جانتا ہے آزادی خدا کی طرف سے بندوں کیلئے ایک عظیم نعمت ہے جبکہ غلامی انسانیت کی سب سے بڑی ذلت ہے، چنانچہ امام حسین رضی اللہ عنہ اپنے گردوپیش پر ایک طائرانہ نگاہ ڈالتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ بنی امیہ کے اقتدار میں اسلامی اقدار کا سر بازار تماشہ بنا کر روح اسلام کی تذلیل کی جارہی ہے اسلامی احکام وقوانین طبعی انحراف کا شکار ہو رہے ہیں، جاں

نثار اہلبیت کو حقارت اور ذلت آمیز نظروں سے دیکھا جارہا ہے۔ آواز بلند کرنے کے جرم میں قہر وجبر کی سلاخوں میں رہنے پر مجبور کیا جارہا ہے۔ اسلامی غیرت وحمیت نے انگڑائی لی اور حق کی سربلندی کیلئے اٹھ کھڑے ہوئے کیونکہ اسلامی نظام حکومت کی بنیاد جمہوری وشورائیت پر تھی۔ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفاء راشدین کے ادوار اس کی بہترین مثال تھے۔ یزید کا ذاتی کردار ان تمام اوصاف سے عاری تھا جو امیر یا خلیفہ کیلئے شریعت اسلامیہ نے مقرر کئے ہیں۔ سیر وشکار، شراب وشباب، رقص ورباب اس کے پسندیدہ مشاغل تھے۔ لہٰذا ذاتی حیثیت سے بھی کسی فاسق وفاجر کو بطور حکمراں تسلیم کرنا امام حسین رضی اللہ عنہ کیلئے بھلا کیسے ممکن ہو سکتا تھا۔ یزید کی تخت نشینی اور حکومت کا آغاز ظلم وستم اور سیاسی جبر وتشدد کے ذریعہ ہوا اس نے اپنی غیر قانونی اور بے اصولی اقتدار کو دوام بخشنے اور اپنی مستقل بادشاہت قائم کرنے کیلئے ملوکیت اور آمریت سے کام لیتے ہوئے خلفائے راشدین کے قائم کردہ نہ صرف تمام ریاستی ادارے تباہ وبرباد کئے بلکہ مشاورت وجمہوریت کی دھجیاں بکھیر دیں، اس نے قومی خزانے میں لوٹ مار اور اسے ذاتی استعمال میں لانے کو رواج دیا، عریانی وفحاشی، شراب نوشی، بدکاری اور قمار بازی کو عام کیا، رقم بیت المال سے بڑے بڑے محلات تعمیر کرنے کے علاوہ بندروں کو کتوں کو پالنا شروع کیا۔ شراب وکباب کی محفلوں کا آغاز ہوا، رشوت کا بازار گرم اور شاہی قربت کی دوڑ کا منظر سامنے آیا۔ نااہل اور جاہل لوگ اپنی دولت کے بل بوتے پر بڑے بڑے عہدوں پر فائز ہونے لگے، اسلامی تعلیم وتربیت کی جگہ جہالت ناخواندگی اور بے راہ روی عام ہوگئی، جھوٹ، دجل، فریب اور دھوکہ دہی معاشرے کا اہم حصہ بن گئی، بے ہودہ اور اوباش لونڈے اس کے ارد گرد منڈلانے لگے، جس کی نشاندہی مخبر صادق نے اپنی ایک حدیث میں فرمادی تھی، بخاری شریف میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور فتح الباری میں امام ابن حجر عسقلانی نقل فرماتے ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایسے اوباش نو جوانوں کی حکومت سے پناہ مانگتے

ہوئے فرمایا تھا اے اللہ میں ۶۰ھ کے آغاز اور بیہودہ اوباش لڑکوں کی حکومت سے پناہ مانگتا ہوں (الصواعق المحرقہ)

یزید نے تخت نشین ہونے کے بعد حاکم مدینہ کی وساطت سے امام حسین رضی اللہ عنہ سے بیعت طلب کی ولید بن عقبہ نے امام حسین اور عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کو قاصد کے ذریعہ بلایا اگرچہ ابھی امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات کی خبر مدینہ میں عام نہ ہوئی تھی تاہم دونوں جلیل القدر ہستیوں نے بلاوے کا مقصد اچھی طرح سے جان لیا امام حسین رضی اللہ عنہ سے جب بیعت کیلئے کہا گیا تو آپ نے فرمایا میرے جیسا آدمی خفیہ بیعت نہیں کرسکتا جب بیعت عام ہوگی اس وقت آجاؤنگا۔ عبداللہ بن زبیر ایک دن کی مہلت لیکر مکہ روانہ ہوگئے، ادھر امام حسین رضی اللہ عنہ عجیب الجھن سے دوچار تھے اگروہ مدینہ میں مقیم رہتے تو بیعت کے بغیر کوئی چارہ نہ تھا بصورت دیگر مدینے کی پاک سرزمین مظلوموں کے خون سے رنگین ہوجاتی۔ لہٰذا ۲۷ / رجب ۶۰ھ میں مع اہل وعیال مکہ روانہ ہوگئے، مکہ پہونچ کر شعب ابوطالب میں قیام کیا، مکہ پہونچتے ہی اہل کوفہ کے خطوط کا لامتناہی سلسلہ شروع ہوگیا، آپ نے مسلم بن عقیل کو حالات کا جائزہ لینے کیلئے کوفہ روانہ کردیا کوفہ پہونچتے ہی تقریباً بارہ ہزار کوفیوں نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کرلی کوفیوں کے جذبات سے متاثر ہوکر مسلم بن عقیل نے امام پاک کو کوفہ آنے کی دعوت دیدی اہل مکہ اور مدینہ نے آپ کو کوفہ جانے سے باز رکھنے کیلئے پوری کوششیں کیں کیونکہ کوفیوں کا سابقہ غدارانہ طرز عمل ان کے سامنے تھا۔ عمرو ابن عبداللہ، عبداللہ ابن عباس، عبداللہ ابن زبیر، سب نے مشورہ دیا کہ چونکہ کوفہ یزید کی حکومت کے تحت ہے اور وہاں ان کی افواج اور سامان حرب وطرب سب کچھ موجود ہے اور وہ قابل اعتماد نہیں اس لئے مناسب یہی ہے کہ آپ مکہ میں رہیں۔ حضرت عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ نے تجویز پیش کی کہ آپ مکہ میں رہ کر اپنی خلافت کی جدوجہد کریں، ہم سب آپ کی مدد کریں گے لیکن امام حسین رضی اللہ عنہ رضامند نہ ہوئے۔ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے آپ کو کوفہ کے بدلے یمن جانے کی تجویز پیش کی اور کہا اگر کوفہ کا سفر ہی آپ کیلئے ضروری ہے تو پہلے کوفیوں کو لکھئے کہ وہ یزید کے حاکموں کو پہلے وہاں سے نکالیں پھر آپ وہاں کا قصد کریں، جواباً آپ نے ارشاد فرمایا اے ابن عباس میں جانتا ہوں کہ تم میرے خیر خواہ ہو لیکن میں عزم کرچکا ہوں اس پر حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا اگر آپ نہیں مانتے تو کم از کم اہل وعیال کو ساتھ نہ لے جائیں مجھے ڈر ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی طرح آپ بھی بال بچوں کے سامنے ذبح کئے جائیں گے، لیکن ان تمام ترغیبات کے باوجود امام حسین رضی اللہ عنہ اپنے فیصلے پر قائم رہے اور بالآخر ۳/ ذی الحجہ ۶۰ھ مکہ سے کوفہ کیلئے روانہ ہوگئے، دوران سفر کئی قسم کے واقعات وحادثات پیش آئے مگر عزم مصمم کو شریک سفر بنا کر اپنا سفر جاری رکھا اور آخر کار حسین پاک کی قیادت میں اہلبیت اور جاں نثاروں کا یہ مختصر قافلہ ۲/ محرم الحرام ۶۱ھ میدان کربلا میں فروکش ہوگیا۔ دوسرے ہی دن عمرو ابن سعد نے چھ ہزار سپاہیوں کے ساتھ آپ کو اپنے محاصرے میں لے لیا، عمرو ابن سعد چونکہ ایک روایت کے مطابق حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے لڑنے کا خواہش مند نہ تھا اس لئے قرہ بن سفیان کو آپ کے پاس بھیجا قرہ بن سفیان سے امام حسین رضی اللہ عنہ نے کہا اگر تمہیں میرا آنا پسند نہیں ہے تو میں مکہ واپس جانے کیلئے تیار ہوں لیکن ابن زیاد نے اس تجویز کو تسلیم کرنے سے انکار کردیا اور عمرو ابن سعید کو حکم دیدیا اگر امام حسین بیعت نہ کریں تو ان کا پانی بند کردیا جائے۔ امام حسین رضی اللہ عنہ کو ایسی حالت میں جبکہ وہ قابو میں آچکے تھے گرفتار کرنا زیادہ مناسب اور ضروری قرار دیا یہ سنکر ابن زیاد نے اپنی رائے تبدیل کردی اور عمرو ابن سعید کو اس کی اس بات پر سرزنش کرتے ہوئے حکم دیا کہ امام حسین اور ان کے ساتھی اپنے آپ حوالے کردیں تو بہتر ہے ورنہ جنگ کی راہ لو، شمر لعین خط لیکر عمرو ابن سعد کے پاس پہونچا اس لالچی بھیڑیئے نے اقتدار کو قائم رکھنے کی خاطر نواسۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف تلوار اٹھانا گوارہ کرلیا صلح کی

آخری گفتگو نا کام ہونے کے بعد نواسۂ رسول امام حسین علیہ السلام نے اپنے رفقاء سے فرمایا جو جانا چاہتے ہیں انہیں میری جانب سے اجازت ہے اس کے بعد چند جاں نثار اور اعزا باقی رہ گئے جنہوں نے آخری سانس تک ساتھ دینے کا عہد کیا جن کی تعداد صرف بہتر (۷۲) تھی۔ امام پاک نے اس مختصر ترین فوج کو مرتب کیا۔ میمنہ پر زہیر بن قیس کو، میسرہ پر حبیب بن مظاہر کو متعین کر کے حضرت عباس کو علم مرحمت فرمایا، آغاز جنگ سے قبل اللہ رب العزت کے حضور دعا کی اور حصول شہادت کیلئے ثابت قدمی کی غیبی مدد کی درخواست کی، اس کے بعد اتمام حجت کیلئے دشمنوں کی صفوں کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا، اے لوگو جلدی نہ کرو پہلے میری بات سن لو مجھ پر تمہیں سمجھانے کا جو حق ہے اسے پورا کر لینے دو اور میرے آنے کی وجہ بھی سن لو اگر تم میرا عذر قبول کرو گے اور میرے لئے انصاف کرو گے تو تم انتہائی خوش بخت انسان ہو گے، لیکن اگر تم اس کیلئے تیار نہ ہوئے تو تمہاری مرضی، تم اور تمہارے شریک مل کر میرے خلاف پورا زور لگا لو مجھ سے جو برتاؤ کرنا چاہتے ہیں کر ڈالو اللہ میرا کارساز ہے اور وہی بندوں کی مدد کرتا ہے۔ جونہی آپ تقریر کے اس حصے پر پہونچے تو خیموں سے اہلبیت کی مستورات کی شدت رنج سے چیخیں نکل گئیں، آپ تھوڑی دیر کیلئے رک گئے اور اپنے بھائی حضرت عباس کو انہیں چپ کرانے کیلئے بھیجا، جب خاموشی طاری ہوئی تو آپ نے سلسلہ تقریر جاری رکھتے ہوئے ارشاد فرمایا۔ لوگو! تم میرے حسب ونسب پر غور کرو اور دیکھو کہ میں کون ہوں، اپنے گریبانوں میں منھ ڈالو اور اپنے آپ کو ملامت کرو تم خیال کرو کیا تمہیں میرا قتل میری توہین زیب دیتی ہے؟ کیا میں تیرے نبی کا نواسہ اور اس نبی کے چچازاد بھائی کا بیٹا نہیں ہوں؟ جنہوں نے سب سے پہلے اللہ کی آواز پر لبیک کہا اور اس کے رسول پر ایمان لائے سید الشہداء امیر حمزہ رضی اللہ عنہ میرے والد کے چچا نہ تھے؟ کیا تمہیں رسول کا وہ قول یاد نہیں کہ حسین مجھ سے ہیں اور میں حسین سے ہوں کیا جعفر طیار میرے چچا نہ تھے اگر یہ میرا بیان سچا ہے اور بیشک سچا ہے تو بتاؤ تمہیں ننگی تلواروں سے میرا مقابلہ کرنا گوارا ہے؟ اور اگر تم مجھے جھوٹا سمجھتے ہو تو آج بھی تم میں سے وہ لوگ موجود ہیں جنہوں نے میرے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث سنی ہے تم ان سے دریافت کر سکتے ہو پھر تم بتاؤ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث پاک کے ہوتے ہوئے بھی تم میرا خون بہانے سے باز نہیں رہ سکتے۔ لیکن کوفیوں اور ان کے سرداروں پر اس دل پذیر خطاب کا کوئی اثر نہ ہوا۔ البتہ تقریر سننے کے بعد حر بن یزید تمیمی کی سعادت مند تشنہ روح تڑپ اٹھی اور یہ کہتے ہوئے کہ یہ جنت یا دوزخ کے انتخاب کا موقع ہے میں نے جنت کا انتخاب کر لیا یزید یو اب تم مجھے چاہے ٹکڑے ٹکڑے کر دو یا جلا کر رکھ دو جنتی جوانوں کے سردار کے قدموں میں آچکا ہوں مجھے کوئی خوف نہیں اس کے بعد شخصی مبارزت کے طریقے سے جنگ کا آغاز ہوا۔

جس میں اہلبیت اطہار کا پلڑا بھاری رہا۔ یہ دیکھ کر ابن سعد نے عام حملہ کا حکم دیدیا، فدایان اہلبیت نے دشمنوں کی یلغاروں کا پوری قوت ایمانی سے ڈٹ کر مقابلہ کیا فدائی ایک ایک کر کے جان جاں آفریں کے سپرد کرتے رہے جسم کے ٹکڑے میدان کربلا میں بکھرتے رہے لیکن میدان جنگ سے کسی نے منھ نہیں پھیرا دوپہر تک امام حسین علیہ السلام کے شیدائی ایک ایک کر کے جام شہادت نوش کرتے گئے اب باری باری حضرت علی اکبر، عبداللہ ابن مسلمہ، حضرت جعفر طیار کے پوتے عدی، حضرت عقیل کے فرزند عبدالرحمن حضرت حسن علیہ السلام کے صاحبزادے قاسم پھر ابو بکر وغیرہ میدان کارزار میں اترے اور اپنے خون جگر سے گلشن اسلام کی آبیاری کرتے گئے۔

نکتہ شناس مورخین نے سچ کہا ہے

معرکۂ کربلا محض ایک واقعہ نہیں بلکہ شعور حریت، خودداری، جرأت، شجاعت، ایثار و قربانی اور صبر و انقلاب کا مکمل فلسفہ ہے اور اس کرب و بلا میں ننھے مجاہدوں کا بھی اتنا ہی کردار ہے جتنا کہ کسی جواں پیر و سالہ کا۔ اس کی

بنیادی وجہ یہ ہے کہ یہاں کا بچہ بچہ ہی کربلا شناس ہے، جنہوں نے باوجود کم سن ہونے کے مقصد نبوی اور اسلام کو زندہ رکھا، اپنی معصومیت لیکن جرأت وکردار اور عمل سے اسلام کو ایسی قوت عطا کردی کہ وہ رہتی دنیا تک کیلئے لازوال مثال بن گئے اور دین اسلام کو ناقابل تسخیر بنادیا، ان بچوں میں سے پاک دختر سید الشہداء امام عالی مقام سید بی بی سکینہ سلام اللہ علیہا ہیں جنہوں نے اپنے چچا حضرت عباس علمبردار رضی اللہ عنہ کو اپنے ننھے ننھے ساتھیوں کیلئے پانی لانے کو کہا، اس بے تقصیر بچی کے کرتے میں یزیدی فوج نے آگ لگادی اوران کے کانوں کی بالیاں بھی کھینچ کر انہیں زخمی کردیا لیکن بچی کا صبر واستقامت برقرار رہا، حسین پاک کی شہادت کے بعد بھی ان پر ظلم وستم کی انتہاء کردی گئی۔ اورتن تنہا زنداں میں قید کردیا گیا؛ لیکن ان کے عزم وحوصلوں میں کسی قسم کی کوئی کمی نہیں آئی۔ ایک ننھا شہید فرزند رسول حضرت امام حسن علیہ السلام کا قاسم بھی وہ محض تیرہ سال کے تھے حضرت امام حسین نے جب انہیں میدان کربلا میں روانہ کیا تو یہ پوچھا کہ تم راہِ حق میں موت کو کیسا پاتے ہو؟ توشہزادہ قاسم نے بلاخوف وخطر جواب دیا کہ میں موت کو شہد سے بھی زیادہ شیریں پاتا ہوں"۔ اس ننھے شہید کوشہید کرنے کے بعد ان کی لاش پر گھوڑے بھی دوڑائے گئے اور امام حسن کے جگر کا یہ ٹکڑا ان گنت ٹکڑوں میں بٹ گیا، محافظ امامت سیدہ زینت سلام اللہ علیہا کے دو بیٹے عون ومحمد بھی کربلا میں شہید ہوئے اور بھائی کی عقیدت ومحبت میں سرشار بہن نے اپنے بچوں کا غم بھلا کر ہمشکل پیغمبر حضرت علی اکبر کی جدائی میں خود کو اسیر غم کرلیا۔

اسلام کی تکمیل کبھی نہ ہوتی اگر اس کے دامن میں چھ ماہ کے علی اصغر کی قربانی نہ ہوتی، اگر علی اصغر راہ خدا میں ہدیہ نہ ہوتے تو کوئی کیسے جان بچا سکتا کہ راہ حق میں اسلام کی بقا کیلئے اپنی قیمتی سے قیمتی چیز کو بھی قربان کردینی چاہئے۔ لیکن افسوس اس بے رحم امت پر کہ جس نے نواسۂ رسول کے ششماہے کی بھی پروانہ کی پیاسے کی پیاس نہیں بجھائی اور گھوڑے کو مارنے والے تیروں سے علی اصغر کی گردن چھلنی کردی، الغرض ایک ایک کر کے بچے پیروجواں سب نے جام شہادت نوش کرلیا، اب حسین پاک تن تنہا میدان کار زار میں کھڑے تھے عراقیوں نے آپ کو ہر طرف سے نرغے میں لے لیا مگر شہید کرنے کی کسی میں جرأت نہیں ہورہی تھی کیوں کہ کوئی نہیں چاہتا تھا کہ یہ گناہ اس کے سر جائے، بالآخر شمر کے اکسانے پر زرعہ بن شریک تمیمی نے یہ بدبختی مول لی اور دست وبازو پر تلوار کے کئی وار کئے سنان بن انس نے تیر چلایا اور آپ لڑکھڑا کر گر گئے ان کے گرتے ہی بدبخت شمر ذی الجوشن آپ کی طرف بڑھا تو اس کی برص زدہ شکل دیکھتے ہی امام حسین نے فرمایا میرے نانا رسول خدا نے سچ فرمایا تھا کہ میں ایک دھبے دار کتے کو دیکھتا ہوں کہ وہ میرے اہلبیت کے خون سے ہاتھ رنگتا ہے۔ اے بدبخت شمر تو ہی وہ کتا ہے جس کی نسبت میرے آقا نے خبردی تھی۔ اس کے بعد ظالم شمر نے آپ کا سر پیچھے کی طرف سے کاٹ کرتن سے جدا کردیا۔

آسماں تھا زلزلے میں اور تلاطم میں زمیں
اس کے آگے کیا ہوا مجھ سے کہا جاتا نہیں

سرکاٹ لینے کے بعد وحشی یزیدیوں نے اس عظمت وعصمت کے پیکر اور شرم وحیا کے پتلے کو برہنہ کردیا جسم مبارک سے تمام کپڑے اتار لئے اور سر بریدہ لاش کو گھوڑوں کو ٹاپوں سے روندڈالا جس سے جسم نازنین کے تمام اعضاء الگ الگ ہوگئے وہ جسم پاک جس کو رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی رحمت بھری گود میں لیتے تھے آج وہ جسم مبارک ریزہ ریزہ ہوکر کربلا کے تپتے صحرا میں بکھر گئے۔ آفتاب عالمتاب کربلا کے اس اندوہناک منظر کو زیادہ دیر نہ دیکھ سکا اور دنیا والوں کی نگاہوں سے اوجھل ہوگیا اور کربلا کی ساری فضا گھٹا ٹوپ اندھیروں میں ڈوب گئی۔

بے چین روح سید لولاک ہوگئی
تیغوں سے مصطفی کی قبا چاک ہوگئی

اے کربلا کی خاک

ماخوذ

۱۰ ارمحرم الحرام ہے سخت گرمی کا موسم ہے بادسموم کے جھونکے چل رہے ہیں۔لشکر اعدا نے ہر چہار طرف سے امام عالی مقام کا محاصرہ کر رکھا ہے۔لشکر اعدا کی تعداد ہزاروں سے تجاوز ہے ان میں پیادے بھی ہیں شمشیرزن بھی ہیں نیزہ باز اور تیرانداز بھی حسینی لشکر چند نفوس پر مشتمل ہے ۔گرمی کے سخت موسم میں دریائے فرات پر پہرا لگا ہوا ہے کہ سیدنا حسین بن علیؑ تک ایک قطرہ پانی کا نہ جا سکے۔

ایسا کیوں ہے؟ کیا حسینؑ چاہتے ہیں کہ انہیں بادشاہ بنا دیا جائے؟ کیا حکومت کا خزانہ ان کے ذاتی مصرف میں دیا جائے؟ سلطنت وحکومت ان کے اولاد کے لئے مخصوص کر دی جائے؟نہیں ہرگز نہیں تو پھر یہ لوگ ان کی جان کے درپے کیوں ہیں؟ تلواریں سنبھالے خنجر حمائل کیے، تیروسنان سے مسلح اس شخص کی گردن کاٹنے کے لئے مجتمع ہیں جو رسولؐ خدا کا نواسہ ہے جس کی رگوں میں سیدہ فاطمہ بنت محمد اور علی ابن ابی طالب کا خون گردش کر رہا ہے۔جو عہد طفلی میں دوش رسولؐ پر سوار ہوتا تھا۔جس کے ہونٹوں کو دنیا کے سب سے افضل انسان سرور انبیا اور فخر موجودات نے چوما تھا۔جس کی راتیں عبادت و ریاضت میں بسر ہوتی تھیں جس کا اخلاق بلند اور کردار ارفع تھا کیا اس لئے یہ سب رسولؐ کی جان کے درپے ہیں کہ وہ اسلام کی بے حرمتی برداشت نہیں کر سکتا وہ ظاہری سازوسامان سے محروم ہیں لیکن مرد مومن ہیں ان کا عزم پہاڑوں سے ٹکرا سکتا ان کی استقامت چٹانوں کے ٹکڑے اڑا سکتی ہے۔

لڑائی کی تیاریاں مکمل ہو چکی ہیں لشکر اعدا کے سپاہی کیل کانٹے سے لیس جنگ کے لئے تیار ہیں امام عالی مقام تشریف لائے ہیں آپ نے لشکر اشقیاء پر نظر ڈالی اور حمد وثنا کے بعد ایک دل دہلا دینے والی تقریر کی۔آپؑ نے فرمایا

’’اے لوگوں جلد بازی سے کام نہ لو۔سنو میں کیا کہہ رہا ہوں مجھے حق ہے تمہیں سمجھاؤں اور اس حق کو مجھے استعمال کرنے دو میں کیوں آیا؟ معلوم کرو اور یہ معلوم کرنے کے بعد انصاف سے کام لوگے تو تمہارا شمار خوش بخت انسان میں ہوگا۔وگرنہ تمہیں اس کا بھی اختیار ہے کہ اپنے سمیت سارا روز صرف کر ڈالو اور جو کچھ کر سکتے ہو کر گزرو۔میں خدا کی مرضی پر شاکر ہوں اور اپنا معاملہ اس کو سونپتا ہوں۔

لوگوں! میرے حسب ونسب پر غور کرو دیکھو میں کون ہوں؟ پھر اپنے گریبانوں میں منہ ڈالو اور خود اپنے آپ کو سلامت کرو کیا تمہیں یہ بات زیب دیتی ہے کہ مجھے قتل کر کے میری توہین کرو؟ کیا میں تمہارے نبی کا نواسہ اور ان کے چچازاد بھائی کا بیٹا اور ان کی بیٹی فاطمہؓ کا لخت جگر نہیں ہوں۔کیا تم اپنے رسولؐ کی وہ بات بھول گئے جو انہوں نے میرے اور میرے بھائی کے بارے میں ارشاد فرمائی تھی۔انہوں نے ہمیں جوانان جنت کا سردار فرمایا تھا۔میں تم سے یہ نہیں چاہتا کہ مجھے بادشاہ بنا لو میں تم کو یہ نہیں کہتا کہ حلال کو حرام اور حرام کو حلال کر دو، میں تمہیں یہ حکم نہیں دیتا کہ قرآن وسنت کو فراموش کر دو۔میں تو اس راستے کو جوڑنا چاہتا ہوں

جو تمہارے اور خدا کے درمیان تھا لیکن ٹوٹ گیا۔ میں صرف اس بات کا متمنی ہوں کہ مسلمان بن جاؤ کسی فرد کی اطاعت نہ کرو خدائے واحد کی اطاعت کرو ان قوانین کو ان احکام کو، ان ہدایات کو ٹھکرا دو جو قرآن وحدیث کے خلاف ہوں وہ زندگی بسر کرو جس کی طرف اسلام رہبری کرتا ہے جس کی طرف رسول اللہ نے رہبری فرمائی تھی۔ کیا یہی میرا جرم ہے جس نے تمہیں میرے خون کا پیاسا کر دیا ہے؟ اس خطا پر تم مجھ سے لڑنے کے لئے یہ ننگی تلواریں لے کر نکلے ہو۔

امام عالی مقامؓ کی اس دل دہلا دینے والی تقریر نے سنگدل اور دغا باز کوفیوں کے دل پر کوئی اثر نہ کیا۔ سب دنیاوی مال کے غلام تھے صرف ایک شخص امام عالی مقام کی تقریر سنتے ہی گھوڑے کو ایڑ لگا کر حسینی لشکر میں آ پہونچا ہے۔ یہ حضرت حر بن یزید ریاحی عمرو بن سعد نے ترکش سے تیر نکال کر امام پر چلایا اور زور سے پکارا لوگو! گواہ رہنا سب سے پہلا تیر میں نے چلایا اب انفرادی جنگ شروع ہوئی اور لشکر اشقیاء کے کئی آدمی جہنم واصل ہو چکے ہیں۔ عمرو بن سعد نے یہ صورت حال دیکھ کر عام کا استعمال کیا اور لشکر اشقیا ان چند مجاہدوں پر ٹوٹ پڑا جو راہ خدا میں جان دینے نکلے ہیں۔ سب سے پہلے جام شہادت نوش کرنے کی سعادت مسلم بن عوسجہ کے حصے میں آئی ہے۔ بدبختوں کی تعداد بے انتہا ہونے کے باوجود امام عالی مقام اور ان کے ساتھیوں کے سامنے آنے سے ڈر رہے ہیں۔ کیونکہ وہ زندہ رہنے کے لئے لڑ رہے ہیں جب کہ امام عالی مقام اور ان کے ساتھیوں کے سامنے شہادت ہے۔

جنگ کی شدت آفتاب کی حدت اور دھوپ کی تمازت بڑھتی جارہی ہے۔ ظہر کا وقت آن پہو نچا ہے۔ اما م عالی مقا م اپنے رفقاء سے فرماتے ہیں ظہر کا وقت آن پہونچا ہے دشمن سے کہو نماز پڑھنے کی مہلت دے۔ دشمن آیا اور کہا وہ وقت جلد آنے والا ہے جب امام حسینؓ کی نماز پڑھی جائیگی۔ امام حسینؓ سے کہو ہماری جنگ جاری رہے گی۔ یہ ملتوی امام عالی مقام تک یہ جواب پہنچا تو فرمایا کوئی ترک نہیں ہم جنگ جاری رکھیں گے اور ادائیگی نماز کا فرض بھی ادا کریں گے۔ نماز کا اہتمام ہو رہا ہے آدھے مجاہدین نماز پڑھ رہے ہیں نماز کی ادائیگی کے بعد وہ دوبارہ معرکے میں شریک ہو رہے ہیں جب کہ آدھے بارگاہ خداوندی میں سر بسجدہ ہیں۔ جنگ پوری شدت اور ہولناکی سے جاری ہے۔ لشکر اعدا کے سوار اور پیارے دھڑا دھڑ قتل ہو رہے ہیں۔ لشکر امام حسینؓ کے مجاہد بھی ہنستے مسکراتے اپنی جانیں نثار کر رہے ہیں۔ سب اامام عالی مقام پر قربان ہونے کے لئے خواہش مند ہیں۔ انہوں نے طے کر رکھا ہے کہ جب تک ان میں سے ایک بھی زندہ ہے دشمن امام حسینؓ تک نہیں پہونچ سکتا۔ وہ اپنے سر اور سینے پر دشمن کے وار روک رہے ہیں، ان کے بدن زخموں سے چور ہیں لہو کے فوارے جاری ہیں مگر عزم واستقامت جوان ہیں کربلا کا میدان محبان اہل بیت کے خون سے لالا زار ہو رہا ہے۔ فدائیاں حسینؓ ایک ایک کرکے مقصود پانے چلے ہیں۔ اب صرف چند افراد باقی ہیں وہ جو چمنستان رسالت کے گل نو بیدہ ہیں لشکر اعدا سور وملخ کی طرح سیدنا حسین کی طرف بڑھ رہا ہے علی اکبر جاہ وجلال اور وقار وتمکین کے ساتھ میدان جنگ کی طرف بڑھ رہے ہیں۔ وہ رجز بڑھتے لشکر اعدا میں گھس گئے اور دشمن کی صفوں کی صفیں الٹ دی ہیں نہ تو وہ ہجوم اشقیاء سے خوف زدہ ہیں اور نہ ہی پریشان ان کی تلوار بجلی کی طرح چمک رہی ہے۔ کتنو کی گردن کاٹتی ہے تو کوئی بازو سے محروم جا ہوتا ہے۔ تلوار

چلاتے چلاتے ہاتھ شل ہو گئے ہیں بدن زخموں سے چور اور لہولہان ہے۔ دشمن سیدنا علیؓ کے پوتے اور سیدنا حسینؓ کے بیٹے پر ٹوٹ پڑا اور انہیں شہید کر دیا۔

اب پانچ سوار دشمن کی طرف بڑھ رہے ہیں ان میں ایک عبداللہ ہیں۔ جو مسلم بن عقیل کے لخت جگر ہیں۔ عبداللہ بن جعفر کے دو بیٹے عون اور محمد ہیں آخری دو جوان حضرت عقیل ابن ابی طالب کے جگر گوشے عبدالرحمان اور جعفر ہیں۔ ان کی تلواریں بھی برق قضا کی مانند چمک رہی ہیں۔ یہ زخم پر زخم کھا رہے ہیں۔ ایک ایک کر کے شہید ہوتے جا رہے ہیں۔ مگر سب وار سینوں پر رد کے ہیں آخر یہ بھی شہادت کا رتبہ پانے میں کامیاب ہو گئے۔

یہ کون ہے جو اب دشمن کی طرف بڑھ رہا ہے نکل نوعمر ہے لیکن اس طرح دشمن کی طرف بڑھ رہا ہے جیسے وہ اس کے سامنے کوئی حقیقت نہیں رکھتا یہ بانیاز قاسم ہے۔ سیدنا حسینؓ کا بھتیجا اور سیدنا حسینؓ کے فرزند کا استقبال تیر د پیکاں، خنجر دسناں اور تیغ و شمشیر سے کر رہے ہیں۔ اس نے بالآخر جام شہادت نوش کیا۔

اب حسینؓ کے سوتیلے بھائی عبداللہ بن علیؓ جعفر بن علی عثمان بن علی دشمن کے مقابلہ کے لئے بڑھ رہا ہیں۔ وہ بھی دشمن کی صفوں میں گھس کر وار شجاعت دے رہے ہیں۔ دشمنان حسینؓ کو جہنم واصل کر رہے ہیں اور خود بھی ایک ایک کر کے شہادت کے عظیم رتبہ پر فائز ہوتے جا رہے ہیں۔ اب سب شہید ہو چکے ہیں۔ اہل بیت کو خیموں سے ایک چھوٹا سا بچہ نکلا ہے وہ حیران و پریشان ہے کہ یہ تیر کیوں برس رہے۔ لہو پانی کی طرح کیوں بہہ رہا ہے۔ ابھی وہ معصوم حیرانگی سے ادھر ادھر دیکھ رہا ہے کہ ایک تیر لشکر اشقیاء کی جانب سے آیا اور اس کے سینہ میں پیوست ہو گیا اور وہ مالک حقیقی کی بارگاہ میں جا پہونچا۔ سیدنا حسینؓ ابن علیؓ اس دوران برابر جنگ میں مصروف ہیں۔ وہ زخموں سے چور ہو چکے ہیں عباسؓ بن علیؓ کی میت میں دریائے فرات کی جانب بڑھ رہے ہیں دشمن سوار انہیں روکنے کی کوشش کر رہے ہیں لیکن شیر کی طرح تمام رکاوٹیں پاش پاش کرتے بڑھتے جا رہے ہیں۔ اب وہ لب دریا پہنچ چکے ہیں اور مشکیزے میں پانی لے کر پینا چاہتے ہیں کہ حصن بن نمیر کا تیر گلے میں پیوست ہو جاتا ہے۔ اب تیر باہر کھینچتے ہیں اور دونوں چلو خون مقدس سے آسمان کی طرف پھینک کر کہتے ہیں اے اللہ میں تجھی سے شکوہ کرتا ہوں۔ دیکھ تیرے رسولؐ کے نواسے کے ساتھ کیا سلوک ہو رہا ہے۔ آپ کے اردگرد دشمنوں کی تعداد بڑھتی جا رہی ہے۔ عباس بن علی بھی جام شہادت کر چکے ہیں سیدنا حسینؓ اگر چہ نوش سے پیاس سے نڈھال ہیں لیکن استقامت سے بڑ رہے ہیں۔ جو سامنے آتا دو لخت ہو جاتا ہے لیکن کب تک، ایک یزیدی کی تلوار سر مبارک پر پڑتی ہے سارہ ٹوپی خون سے لال ہو جاتی ہے آپ نے ٹوپی اتار کر پٹی باندھی اور اس پر عمامہ باندھ لیا ہے۔

خیمہ سے ایک نوعمر کا لڑکا نمودار ہوا ہے یہ سیدنا حسینؓ کا بھتیجا ہے چچا کا یہ حال زار دیکھ کر بے چین ہو گیا۔ خیمہ کی لکڑی اٹھا کر خیمہ آور ہوئے لیکن کعب کی تلوار نے ایک ہاتھ کاٹ دیا ہے۔ سیدنا حسینؓ نے اسے گود میں اٹھا لیا ہے دشمن رہ رہ کر حسینؓ پر یورش کر رہے ہیں شمر انعام کا لالچ دے رہا ہے سبز باغ دکھا رہا ہے۔ ایک شخص کی تلوار آپ کے بازوئے مبارک پر پڑی اور وہ قطع ہو گیا ہے اب تلوار شانا سے پر پڑی ہے۔ آپ لڑکھڑاتے ہیں بدبخت شمر نے آگے بڑھ کر وار کیا ہے اور آپؓ شہادت پا گئے۔ جسم مبارک پر تیر کے بے شمار نشانوں کے علاوہ نیزوں کے ۳۲ اور تلوار کے ۳۳ زخم

ہیں۔

آہ! یہ کتنا بڑا سانحہ ہے اوران لوگوں کے ہاتھوں ہوا ہے جواپنے تئیں مسلمان کہتے ہیں۔ دنیا نے کئی ہولناک واقعات دیکھے ہیں۔ لیکن اس سے بڑھ کر بھی کوئی واقعہ گزرا ہے؟ سیدنا حسین بن علیؓ نے حق کی خاطر جان دے دی اور اپنا سب کچھ لٹا دیا۔ لیکن یہ قبول نہ کیا کہ باطل کے آگے سر تسلیم خم کردیں۔ قیامت تک امت اس عظمت کو آنسوؤں کا نذرانہ پیش کرتی رہے گی۔

मोहब्बते अहले बैत
शोहदाए कर्बला और
इमाम हुसैन अलै0
के पाकीज़ा सीरत व
किरदार से लबरेज़
ताजदारे करबला नं0
की हम सब मुबारकबाद पेश करते हैं।
इशरत खाँ मदारी, वाजिद खाँ मदारी
मो0 तसलीम खाँ मदारी गुड्डू
मुस्तजीब खाँ मदारी (एडवोकेट)
शाह आलम खाँ मदारी, सरवर खाँ मदारी
डॉ0 आबिद खाँ मदारी, मन्सूब खाँ मदारी
इमरान खाँ मदारी
ठिरिया निजाबत खाँ बरेली

ہر دور چاہتا ہے قیادت حسینؑ کی

سید مقتدا حسین ناظم ادیبی

مقصود زندگی ہے اطاعت حسین کی
کی ہے طلب رسول لنے چاہت حسین کی

سب کچھ بقائے دین پہ قربان کر دیا
ہے اپنی خود مثال سخاوت حسین کی

حصہ میں ان کے نعمت کونین آگئی
جن کو ہوئی نصیب رفاقت حسین کی

بیٹے نثار کرکے ہیں کس درجہ مطمئن
زینب سے کوئی پوچھے محبت حسین کی

آسودگی زیست کی تحصیل کے لئے
ہر دور چاہتا ہے قیادت حسین کی

دنیا کے حادثات کی اس کو نہیں ہے فکر
سایہ فگن ہے جس پہ عنایت حسین کی

جس کی جمالیت پہ ہے قربان کائنات
کس درجہ ہے حسین جماعت حسین کی

بہر نبی ہے بزم دو عالم سجی ہوئی
ناظمؔ خدا ہے اور نظامت حسین کی

اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کربلا کے بعد

مفتی الشاہ غلام یحیٰ مصباحی وقاری

صبح قیامت تک جب بھی کوئی یزیدی فتنہ ابھرے گا حسینی کردار حقانیت کا علامتی نشان بنکر امت مسلمہ کی رہنمائی کرتا رہے گا ۔اسلامی شہنشاہی کا نااہل دعویدار یزید ہمیشہ کے لئے فنا ہو گیا۔امام حسینؓ تاجدار کائنات بن کر آج بھی دلوں کی سرزمین پر حکومت کر رہے ہیں۔اسی لئے شاعر کا یہ خیال درست ہے کہ قتل حسین اصل میں مرگ یزید ہے۔اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کربلا کے بعد۔

امام حسینؓ نے کربلا کے میدان میں جس جوانمردی عزم وصبر وشکیب کا مظاہرہ کیا تاریخ اس کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے۔کربلا کے تپتے ہوئے صحرا میں آپ پہ پانی بند کیا گیا، نیزوں کی بارش ہوتی رہی۔ برچھیوں کے باطل سائے تلواروں کے طوفان تھے۔مگر آپ کی ثبات میں ذرہ برابر فرق پیش نہیں آیا۔ جناب علی اکبر کو نگاہوں کے سامنے قربان کیا گیا ننھے علی اصغر کو اپنی گود میں دم توڑتے دیکھا۔ بھائی حسن کی امانت حضرت قاسم کو پامال ہوتے ہوئے دیکھا۔ اپنی بہن کے جگر گوشوں عون ومحمد کی لاشوں کو تڑپتے ہوئے دیکھا اور پھر آخر میں اپنے بیچارے عابد کو اور اپنی لاڈلی سکینہ اور اپنی پیاری کو بالکل بے سہارا چھوڑ کر اپنی جان بھی راہ خدا میں قربان کر دی۔کربلا کے پورے منظر پر ایک نگاہ ڈالنے سے حسینؓ اور ان کے رفقاء کربلا کا ہر کردار عمل دین مصطفیٰ کی آبرو اور ان کی رہنمائی کرتا دکھائی دے گا۔آپ خود اندازہ لگائیں کہ امام حسین جو پروردہ علی ہو آغوش نبوت کا جو حضرت فاطمہ علیہا اسلام کے کردار عمل کا پیکر جلیل ہو۔جو مصطفیٰ کی چلتی پھرتی تصویر ہو وہ حسین اسلام کے خلاف آمریت کی تائید کیسے کر سکتے تھے خدانہ خواستہ اگر امام مظلوم اس یزید پلید کے ہاتھ پر بہت کر لیتے ہے تو اسلام کا مستقبل ہمیشہ کے لئے تاریک ہو جاتا بلکہ اسلام جس زمین سے نکلا اسی زمین میں دفن ہو جاتا۔ میں جانتا ہوں اس وقت حقیقت کیا تھی مضبوط تاریخ جدید کے اجالوں میں یزید کو پیش کیا جائے تاکہ یزید کی حرکتیں اور امام حسین کی صداقت تحریری شکل میں سامنے پیش کر کے یزید اور یزیدیوں کو بے نقاب کر دیا جائے۔روز وہ لوگ جو یزید بن معاویہ کو نعوذ باللہ امیر المومنین کہتے ہیں اور کبھی حقیقی مغفور اور کبھی خلیفہ راشد مانتے ہیں۔کبھی مسلمانوں کا امام اور کبھی امام حسین کے اس اقدام حق ومعرکہ کربلا کو اقتدار حاصل کرنے کا اقدام قرار دیتے ہیں۔

افسوس یہی لوگ برملا اہل بیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حسد وبغض وعناد میں نہ جانے کیسے کیسے فتویٰ دیتے ہیں۔ حسینی یادگاروں تعزیہ جلوس علم ونیاز سبیل مجالس محرم الحرام کو غلط اور غیر شرع بیان کرتے ہیں؟ مطلق جلانے اور مٹانے کی برابر جدوجہد کرتے ہیں ایسے دریدہ دہن خارجی عقیدہ کے لوگوں سے اسلام کے مسلمانوں کو ہوشیار رہنے کی ضرورت ہے۔آج بھی کربلا کے میدان کا منظر نگاہوں کے سامنے ہے۔مگر عبید اللہ بن زیاد عمر بن العاص خولی جیسے لوگ موجود ہیں۔یزیدی جماعت کے لوگ خود کو اسلامی رہنما اور سب سے بڑا پیشوا بتانے میں پیچھے بھی نہیں ہیں۔ ان یزیدیوں کے مقتدا یزید کی پوری تاریخ دنیا دیکھ لے پھر ہر دور کی

یزیدیت بآسانی سمجھ میں آجائیگی یزید ابن معاویہ کا پورا نام ابوخالد یزید ہے۔ جس کی پیدائش ۲۵،۲۶ ہجری میں ہوئی۔ یہ حضرت امیر معاویہ کا بیٹا ہے۔ یہ اپنے والد امیر معاویہ کی طرح بہت لحیم شحیم تھا۔ اس کے جسم پر کثرت کے ساتھ بال تھے۔ یہ اموی خاندان سے تعلق رکھتا تھا۔ حضرت امیر معاویہ نے کوفہ کے گورنر حضرت مغیرہ بن شعبہ کو حکم بھیجا تم میرا حکم جیسے پڑھو خود کو اسی وقت معزول سمجھو۔ حضرت مغیرہ بن شعبہ نے یہ حکم مانا اور چند ایام بعد حضرت امیر معاویہ کی خدمت میں پہونچ گئے۔ حضرت امیر نے تاخیر سے آنے کی وجہ دریافت کی تو انہوں نے کہا میں ایک اہم کام کی تکمیل میں مصروف تھا جس کے باعث تعمیل حکم میں تاخیر ہوئی۔ حضرت امیر معاویہ نے پوچھا وہ اہم کام کون سا تھا۔ مغیرہ بن شعبہ نے جواب دیا کہ میں لوگوں سے یزید کے لئے آپ کے انتقال کے بعد خلافت کی بیعت لے رہا تھا۔ یہ سن کر حضرت امیر معاویہ نے دریافت کیا کہ تم اس کام کو مکمل کر چکے کوئی کسر باقی تو نہیں ہے۔ مغیرہ نے کہا ہاں! میں اس کام کو پوری طرح کر چکا ہوں حضرت معاویہ نے یہ سن کر مغیرہ بن شعبہ سے کہا جاؤ اور اپنی جگہ گورنری کے فرائض کو انجام دو۔

جب مغیرہ بن شعبہ اپنی جگہ واپس ہونے لگے تو ملنے والوں نے پوچھا کیسی گزری۔ مغیرہ نے جواب دیا کہ میں نے معاویہ کو ایسے دلدل میں پھنسا دیا کہ اب قیامت تک اس کا پاؤں اس سے نہیں نکل سکے گا۔ (تاریخ الخلفاء)

اب ایک نظر احادیث مبارکہ پر ڈالتے اور یزید کی اصلی صورت کا جائزہ لیں جسے فن حدیث کے آئمہ امام ابوبکر بن شیبہ نے اپنی تصنیف میں امام ابویحیی نے اپنی مسند میں امام احمد بن حسین بیہقی نے دلائل النبوۃ میں حافظ ابن حجر عسقلانی نے المطالب العالیہ میں امام شہاب الدین احمد بن حجر مکی ہیمتی نے الصواعق المحرقتہ میں علامہ ابن کثیر نے البدایہ میں امام جلال الدین سیوطی نے تاریخ الخلفاء میں نقل کیا ہے کہ سیدنا ابوعبیدہ بن جراح سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میری امت کا معاملہ عدل کے ساتھ قائم رہے گا۔ یہاں تک کہ اس میں سب سے پہلے رخنہ ڈالنے والا بنی امیہ کا ایک شخص ہوگا جس کو یزید کہا جائے گا۔ دوسری روایت محدث کبیر امام شہاب الدین یا احمد بن حجر مکی ہیمتی نے ذکر فرمائی ہے جسکے راوی حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سب سے پہلے جو میری سنت کو بدلے گا وہ بنی امیہ کا ایک شخص ہوگا جس کو یزید کہا جائیگا۔ (الصواعق المحرقہ)

حضرت عمر بن یحیٰی بن سعید اپنے دادا حضرت عمر بن سعید رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ میں مدینہ طیبہ میں رسول مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد شریف میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا اور مروان بھی ہمارے ساتھ تھا حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ میری امت کی ہلاکت قریش کے چند لڑکوں کے ہاتھوں سے ہوگی۔ مروان نے کہا ایسے لڑکوں پر اللہ تعالیٰ لعنت کرے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا اگر میں کہنا چاہوں کہ وہ فلاں بن فلاں اور فلاں ابن فلاں ہیں تو کہہ سکتا ہوں؟

حضرت عمر بن یحیٰی کہتے ہیں کہ میں اپنے دادا کے ساتھ مروان کے پاس گیا وہ جب کہ ملک شام کے حکمراں تھے آپ نے

کم عمر لڑکے پائے تو ہم سے فرمایا عنقریب یہ لڑکے انھیں میں سے ہوں گے۔ ہم نے کہا آپ بہتر جانتے ہیں۔ (بخاری شریف)

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمتہ اللہ علیہ یہ روایت نقل کرنے کے بعد کہتے ہیں کہ اس روایت میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ پہلا لڑکا جو حکمران بنے گا وہ سن ساٹھ ہجری میں ہوگا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ یزید بن معاویہ اسی سال تخت حکومت پر فائض اور مسلط ہوا ۶۴ ہجری تک رہ کہ ہلاک ہو گیا۔

یزید بن معاویہ ان باتوں کو حلال جانتا تھا جنہیں اللہ تعالیٰ نے حرام کیا ہے۔ بالخصوص ازواج مطہرات میں حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے متعلق یزید کا نکاح کا ارادہ کرنا۔ (کردار یزید)

اب یزید کی شکل وصورت اور اسکی وہ باتیں وہ کردار جسکے باعث عظمت اسلام مجروح ہو رہا تھا۔ اسلام کی بنیادیں ہل رہی تھیں دین ہی مٹ رہا تھا کلمہ توحید ورسالت کی کھلی توہین ہو رہی تھی مختصر ہدیہ ناظرین کر دیا امید کرتا ہوں بہت سی غلط فہمیاں دور ہوں گی اور یزید کے متعلق کسی غلط فہمی کے شکار نہیں ہوں گے یزید بلاشبہ مستحق سزا اور قابل نار ہے۔ بزرگان دین صلحاء امت کے فرمودات کی روشنی میں کافر ہے وہ بھی آگے چل کر بیانکروں گا حوالہ کے طور سے ملاحظہ کریں گے۔

کچھ گفتگو حضرات حسین کریمین کے متعلق سماعت فرمائیں تحریر ہے آقا علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں حسین مجھ سے ہے اور میں حسین سے ہوں۔ جو حسین سے محبت کرے گا اللہ تعالیٰ کے ساتھ محبت کرے گا حسین میری بیٹی کے بیٹے ہیں۔

حضرت جابر بن عبد اللہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ جو شخص اہل جنت کے سردار کو دیکھنا چاہے وہ حسین ابن علی کو دیکھ لے۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ نے مروی ہے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ حسین کو کندھے پر اٹھائے ہوئے ہیں اور فرما رہے ہیں اے اللہ میں اس سے محبت کرتا ہوں تو بھی اس سے محبت فرما۔ (نزول المدار)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کسقدر اپنے نواسوں سے محبت فرماتے ہیں۔ بچپن میں امام حسین کے رونے سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف ہوتی تھی تو جس وقت یزید اور یزیدیوں نے جنتی نوجوانوں کے سردار اور علی وفاطمہ کے لخت جگر ونور نظر کو شہید کر دیا ہوگا۔ مصطفیٰ جان رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب اطہر پر کیا گذرا ہوگا۔ کریم کیسی دردناک اذیت پہونچی ہوگی مصطفیٰ کس طرح آبدیدہ ہوئے ہوں گے حضرت سیدنا علی اور رسول خدا اور فاطمہ کا دل نازک کتنا معمول ہوا ہوگا آسمان رویا ہوگا زمین روئی ہوگی جس حسین کے لئے آقا اپنے سجدوں کو طویل فرما دیں۔ خطبہ جمعہ کو دراز کر دیں اس حسین کی شہادت پر جو آقا صلے اللہ پر گذرا ہوگا وہ حد بیان سے باہر ہے۔

آقا علیہ السلام کے پیارے شہر مدینہ کی بے حرمتی روضہ پاک مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور مسجد نبوی کی بے حرمتی اہل مدینہ پر ظلم وستم جبر واستبداد کے پہاڑ توڑنا مدینہ طیبہ کی شہزادیوں کے ساتھ زنا بالجبر کرنا تین دن تک اس مسجد میں نماز نہ ہونا جہاں سید الملئکہ جبریل علیہ السلام بھی ادب سے داخل ہوں۔ روضہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب گھوڑوں کا لید وپیشاب کرنا۔ دن رات ہزاروں رحمت کے فرشتے حاضر ہوتے ہوں یہ کس قدر شیطنت کا

مظاہرہ ہے کیا یہ کوئی مسلمان برداشت کرے گا۔یزیدی لشکر نے مدینہ منورہ میں وہ تمام شیطانی حرکت کیا جسکو بیان کر کے کلیجہ منھ کو آتا ہے خود آقائے کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر کیا کیا گزرا ہوگا بے شک ایسے درندوں کو انسان نہیں کہا جاسکتا مسلمان کہنا تو بہت دور کی بات ہے انھیں مدینہ والے آقا کی شفاعت بھلا کب اور کیسے نصیب ہوگی سب مستحق عذاب نار ہیں۔اے یزید تو نے کچھ بھی نہ خیال کیا کہ یہ وہی شہر مدینہ ہے جس شہر مدینہ کے بارے میں آقا نے ارشاد فرمایا جو شخص اہل مدینہ سے مکر و فریب کرے گا یا جنگ کرے گا تو وہ اس طرح پگھل جائے گا جس طرح نمک پانی میں پگھل جاتا ہے۔

آقا صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں جو مدینہ والوں کے ساتھ برائی کا ارادہ کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو دوزخ میں رانگے کی طرح پگھلائے گا۔ (مسلم شریف)

اور مدینہ طیبہ کے بعد ان یزیدیوں نے مکہ مکرمہ پر چڑھائی کردی۔ جب یہ یزیدی لشکر مکہ مکرمہ میں داخل ہوا تو اس نے حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا محاصرہ کرلیا جہاں تک ہوسکا حضرت عبد اللہ بن زبیر نے لشکر کا مقابلہ کیا چونکہ آپ محصور تھے اس لئے آپ پر پتھر برسائے گئے۔ان پتھروں کو شراروں سے کعبہ شریف کا پردہ جل گیا کعبہ شریف کی چھت پر اس دنبہ کا سینگ آویزاں تھا جو حضرت اسماعیل کے لئے جنت سے لایا گیا تھا۔وہ بھی جل گیا اس آتشزدگی کے سبب اس واقعہ کو واقعۃ حرۃ کہا جاتا ہے جو ماہ صفر ۶۴ ھجری میں پیش آیا۔تاریخ الحلفاء مکہ مکرمہ پر حملہ اور کعبۃ اللہ پر سنگ باری کیا ایسی حرکتوں کو انجام دینے والا توحید پرست اور صاحب ایمان ہوسکتا ہے یزید کو اس کے کردار و عمل سے قیامت تک پہچانا جائے گا۔

یزید کابر و مشاہیر اسلام کی نظر میں:۔اب ہم یہاں اکابرین امت و دیگر مکاتب کے علماء کے اقوال نقل کرتے ہیں تاکہ یہ حقیقت واضح ہوجائے کہ یزید بن معاویہ کو جلیل القدر بندگان خدا کس نظر سے دیکھتے ہیں اس کے متعلق مختلف مکاتب فکر کے خیالات کیا ہیں۔یزید ابن معاویہ سے متعلق اجماع کیا ہے اور اس کی ایمانی و شرعی حیثیت کیا ہے۔

حضرت سیدہ زینب:۔لخت جگر فاطمہ الزہراء نور چشم علی مرتضیٰ ہمشیرہ حسنین کریمین حضرت سیدہ زینب رضی اللہ عنہا یزید کے سامنے اعلانیہ پورے رعب کے ساتھ فرماتی ہیں کہ اے یزید ہم عنقریب نانا محمد رسول اللہ کی خدمت میں حاضر ہوکر ان مصائب کو بیان کریں گے جو تیرے بے درد ہاتھوں سے ہمیں پہونچے ہیں۔

امام زین العابدین کا قول:۔جب اسیران خاندان اہل بیت دربار یزید میں پہنچے تو ایک درباری سے کہا، ہمارا حال ایسا ہے جیسے قوم حضرت موسیٰ علیہ السلام کا فرعونیوں میں تھا۔یزیدیوں نے ہمارے مردوں کو شہید کیا اور ہماری عورتوں کو قیدی بنا کر زندہ رکھا ہے۔ہمارے بزرگوں کو منبر پر کھڑے ہوکر لعنت کی جاتی ہے اور ہمارا حق روکا گیا۔تاریخ کی تمام معتبر کتابوں سے ثابت ہے کہ اموی دور حکومت میں جمعۃ کے خطبوں میں شان اہلبیت میں بے ادبی کی جاتی تھی اور لعن طعن کیا جاتا تھا۔

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ اپنے مکتوب میں فرماتے ہیں کہ اے یزید میں بارگاہ خداوندی میں اس بات کی امید کرتا ہوں کہ اے یزید اللہ تعالیٰ ضرور تجھے پکڑے گا کیوں کہ تو نے رسول اللہ کی عترت کو شہید کیا ہے تو ان کی شہادت پر راضی تھا اور مجھے اس بات کا یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ ضرور تم سب کو قوم عاد اور قوم لوط اور اصحاب

مدین کی طرح عذاب دے گا۔

اے یزید قیامت کے دن کا بدلہ تیرے لئے بربادی اور تباہی عذاب نار جہنم ہے۔ (تاریخ کامل)

حضرت عبداللہ بن عمر کا قول:۔ حضرت عبداللہ بن عمر فرماتے ہیں کہ اگر ہم ایک ایسے شخص کی بیعت کریں جو کتوں سے کھیلتا ہے اور شراب پیتا ہے اور علی الاعیلان برائیاں کرتا ہے تو ہم اللہ تعالیٰ کو کیا جواب دیں گے۔

سر داد نہ داد دست در دست یزید
حق کہ بنائے لا الٰہ است حسین

سرکار خواجہ غریب نواز رحمتہ اللہ علیہ کا قول بصورت اشعار امام حسین علیہ السلام کی شان اقدس میں پوری صداقت کا اعلان ہے امام مظلوم شاہ و بادشاہ ہیں دین ہیں دین کی پناہ ہیں سر دیدیا ہاتھ یزید کے ہاتھ میں نہیں دیا۔

امام احمد بن حنبل کا قول:۔ حضرت شیخ محمد بن علی الصبان رحمتہ اللہ علیہ حضرت امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ کے فتوئ پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ امام احمد بن حنبل نے یزید کو کافر کہا ہے اور حقیقت یہ ہے کہ حضرت امام کا علمی مقام اور آپ کی پرہیزگاری اس بات کا تقاضہ کرتی ہے کہ آپ نے یزید کو اس وقت کافر کہا ہوگا جبکہ آپ کے نزدیک اس کو کافر کہنے کے واضح دلائل ہوں گے۔ اس بات پر علماء کی ایک جماعت نے آپ سے موافقت کی ہے۔ مثلاً ابن جوزی وغیرہ

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی کا قول:۔ حضرت شیخ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو امام حسین رضی اللہ تعالیٰ کے قاتلپر اور ابن زیاد پر اور اس طرح اس کے ساتھی یزید پر بھی۔

الغرض مقصد حسینؑ پورا ہوا اور یزید اپنے مشن میں ناکام ہو کر لعنتی ہو گیا۔

اے ذی وقار دین کے رہبر وطن چلو

سید بہار احمد نظر مکن پوری

بھیا وطن چلو میرے دلبر وطن چلو
بستر سے اٹھ کر اے علی اصغر وطن چلو
وجہ قرا ربانوئے مضطر وطن چلو
اب شام ہو گئی میرے دلبر وطن چلو
برچھی ستم کی کھاکے زمیں پر ہو محو خواب
اے شہ سوار دوش پیمبر وطن چلو
تسکین کیسے ہوگی تمہیں چھوڑ کر یہاں
تم کو نہ پاکے روئے گی مادر وطن چلو
بیچین ہوں گے گنبد خضریٰ میں مصطفیٰ
قاسم وطن چلو علی اکبر وطن چلو
لاشہ کچل نہ دیں کہیں گمراہ فوج شام
اے ذی وقار دین کے رہبر وطن چلو
کہنا یہ نانا جان سے امت کے واقعات
نور نگاہ سبط پیمبر وطن چلو
اہل حرم کا ساتھ نہ دیں گے یہ اشقیاء
اک عالم حساس ہے دلبر وطن چلو
آیا نظر ہے چاند محرم کا اے نظر
ہوگا نہ اب سکون میسر وطن چلو

ڈوب کر نیزے پہ ابھرا آفتاب زندگی

مولانا عبدالقیوم شکوہی، سیتاپوری

نحمدہ و نصلی و نسلم علیٰ رسولہ الکریم و علیٰ آلہ و اصحابہ اجمعین۔

کربلا کے ذرّے ذرّے پر یہی تحریر ہے

آبیاری دین کی قربانیٔ شبیر ہے

بفضل پروردگار و بطفیل سید ابرار واخیار و بوسیلۂ قطب المدار، تمام گوشہ ہائے اذہان وقلوب کو اُس عطر بیز وشگفتہ گل فاطمی کی خوشبو سے معطر کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں جس کی ذات سے دینی بقا مربوط ہے جس کے نام سے انسانی ضمیر میں حوصلہ انگیزی ہے جس کا ذکر گم گشتگانِ راہِ ہدایت کے لیے مشعل ہدیٰ ہے جس کی محبت سببِ قرب مصطفیٰ وکبریا ہے وہ ذات بابرکات امام الشہداء علمبردارِ صدق وصفا، پاسبانِ مرکز ہدیٰ، منبعِ جود وسخا، سبط مصطفیٰ جگر گوشۂ علی مرتضیٰ لختِ دلِ فاطمہ زہرا حضرت سیدنا امام حسین علیہ السلام ہے۔ اسی عظیم وبابرکات شخصیت کے ایثار کا تلخیصی تبصرہ مقصود ہے۔

قارئین کرام! مطلعِ سال پر رونما ہونے والا ماہِ محرم الحرام اسلامی سال کا پہلا مہینہ ہے اور اسی سال کا آخری مہینہ ذی الحجہ ہے اوّل الذکر وآخر الذکر دونوں مہینوں میں ایک ایسا باہمی ربط وہم آہنگی ہے جسے بآسانی فہم وادراک میں سمایا جاسکتا ہے۔ پروردگار عالم نے بطور آزمائش اپنے خلیل حضرت ابراہیم علیہ السلام سے اپنی راہ میں (راہِ خداوندی) قربانی طلب کی، خلیل اللہ علیہ السلام نے اپنے بیٹے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی قربانی پیش کردی ساتھ ہی ساتھ ابدی حقیقت کا اظہار واعلان بھی فرمادیا کہ پروردگار عالم کی رضا وخوشنودی کے مقابل دنیاوی مال وزر دنیاوی دولت وثروت جو ایک حقیر شی ہے کیا مقام رکھتی ہے؟ بارگاہِ الٰہی میں مال ودولت نہیں بلکہ آل واولاد کی قربانی پیش کردینا اطاعت وفرمانبرداری رب تعالیٰ کا ایک ادنیٰ نذرانہ ہے۔

مادی شکل میں، مال وجائیداد کی شکل میں یا انسانی شکل میں ہوں یہ ساری نعمتیں پروردگار عالم کی عطا کردہ نعمتیں ہیں اور ان کو راہِ خداوندی میں رضاء خداء برتر جل وعلیٰ کے لیے قربان کردینا اللہ رب العزت کے حوالے کردینا، اعلاء کلمۃ الحق کے لیے حکم رب کائنات کی بجا آوری کیلئے قربانی نفس وجان اللہ کی بندگی کا سچا ترجمان ہے۔

آیئے تاریخ کے اوراق وصفحات پر غائرانہ نگاہ پردازی کر کے دیکھیں کہ اللہ رب العزت کے حکم پر کس نے سرِ تسلیم خم کیا کس نے تابعِ مرضاۃ اللہ بن کر حق فرمانبرداری ادا کیا۔ جبکہ اس کے برعکس کثیر تعداد نے اللہ رب العزت کے قائم ودائم کردہ نظام کو اپنے دستِ حرص وہوس سے آلودہ کرنا چاہا، قلبِ دین واسلام میں دنیاداری کا خنجر اتار کر روحِ آخرت مجروح کرلی، کفرانِ نعمت کا اظہار کرکے پروردگار عالم کی لعنت حاصل کرلی۔

(پہونچی وہیں پہ خاک جہاں کا خمیر تھا) کے مصداق بن گئے۔

حق وباطل کی یہ آویزش ابتدا سے چلی آرہی ہے۔ جب آتشِ نمرود نے شعلہ انگریزی دکھائی، حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام نے اپنے سوزِ نفس سے کافور کردیا، فرعون نے خدائی دعویٰ کیا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعونی باطل دعوے چکنا چور کردیے، یہی سلسلہ جس وقت نبی آخرالزماں محبوب رب العالمین محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم تک پہونچا تو نماریدوفراعین کی ایک جماعت مقابل آگئی اور وحدانیت کی مہم میں رخنہ اندازی کرنے لگی، دعوتِ دین واسلام میں مداخلت کی ناکام کوشش کرنے لگی مگر محبوب پروردگار صلی اللہ علیہ وسلم نے شکست فاش دے کر دینِ الٰہی کی تکمیل فرمائی اور نعماتِ الٰہیہ کو بھی اتمام تک پہونچایا۔ آلِ رسول کی زندگی کا مقصد وحید بھی تحفظ وحدانیت تحفظ شریعت، تحفظ قرآن وایمان رہا اور جان کی قربانی دے کر باطل اور باطل پرستوں کا دفاع کیا۔ جب وہ وقت آیا کہ اسلام پر یزید کی شکل میں آفت کا کوہِ گراں ٹوٹ پڑا تو صحبتِ نبی کا فیض یافتہ خاندانِ رسول کا بوڑھا، جوان بچہ بچہ دین محمدی کی بقا کیلئے، استبدادی نظام کے خاتمے کے لیے ملوکیت وآمریت کو نیست ونابود کرنے کیلئے غیر اسلامی راہیں مسدود کرنے کیلئے گلشنِ اسلام وشریعت کو تازہ بہار دینے کے لیے سامنے آجاتا ہے۔

یہ انسانی فطرت ہے کہ انسان کو دولت سے محبت ہے اسے حاصل کرنے کے لیے سکون وآرام قربان کردیتا ہے لیکن اگر جان بچانے کی باری آجائے تو یہی انسان دولت کو قربان کر کے اپنی جان بچالیتا ہے۔

مگر چراغِ مصطفوی کی اس لو کو لاکھوں سلام جو یزیدی طوفانوں اور باطل زدہ آندھیوں کی زد پر جل کر شمعِ اسلام کو مدھم پڑنے سے بچالیا کربلا کا خونی منظر ہے مقابل میں یزیدی لشکر ہے سورج کی تمازت ہے ریت کی حرارت ہے اور یہ کوئی اتفاق نہیں بلکہ یہ وہی مقام کرب وبلا ہے جس کی نشاندہی برسوں پہلے غیب داں رسولِ باوقار صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمادی تھی۔

ھھنامناخ رکابھم وموضع رحالھم ویھراق دمائھم فئۃ من آل محمد یقتلون بھذہ العرصۃ۔

مولائے کائنات علیہ السلام جب قبرگاہ امام عالی مقام حسین علیہ السلام پر پہونچے تو فرمایا یہ شہیدوں کے اونٹ بیٹھانے کی جگہ ہے اور اس جگہ کجاوے رکھے جائیں گے اور یہ خون بہنے کا مقام ہے اہل بیت محمد کے کتنے لوگ یہاں قتل کردئے جائیں گے۔

اللہ اللہ! امام عالی مقام علیہ السلام پر، اعوام وانصار پر خاندان والوں پر آلام ومصائب کے توڑے جانے والے پہاڑ کے اعلان ونشاندہی کے بعد، وحشت وربریت کی پرسوز روداد سن لینے کے بعد حتی کہ نقشۂ قتل گاہ دیکھ لینے کے بعد ہے کوئی مائی کا لال جو موت کو خوش آمدید کہہ کر موت کا نوالہ بننے کو تیار ہوجائے؟ اور صرف تنہا نہیں بلکہ بوڑھے جوان حتی کہ چھ ماہ کا بچہ بھی ہو۔

جبکہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام نے اپنے بیٹے کو قرباں کرتے وقت اپنی آنکھوں پر پٹی باندھ لی تھی تا کہ اپنے بیٹے کو تڑپتا نہ دیکھیں۔ اور میدانِ کربلا میں ایثار ووفا کا پیکر جوان بیٹے کی لاش پر گھوڑے دوڑاتے دیکھ رہا ہے عباس علمبردار کے بازو کٹتے دیکھ رہا ہے عون ومحمد اور قاسم کی لاشیں اپنے ہاتھوں سے اٹھا رہا ہے حد یہ کہ چھ ماہ کے علی اصغر کو اپنی گود میں شہید ہوتا دیکھ رہا ہے اور خود شہادت کا جام بصد شوق نوش کرنے کو تیار بھی ہے۔ ایمان وانصاف کی آنکھوں سے دیکھو اور جواب دو کیا اس سے بڑی قربانی کوئی اور بھی ہوسکتی ہے؟

نہیں نہیں

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بیٹے کی قربانی پیش کی وہ بھی بیٹے کی جگہ بحکم رب جنتی دنبہ کی قربانی، مگر اللہ پاک نے اس قربانی کا انعام دیا اور فرمادیا انی جاعلک للناس اماما۔ اے میرے پیارے خلیل اس سے پہلے تم نبی تھے لیکن آج سے تم نسل انسانی کے امام بھی ہو، آنکھوں پر پٹی باندھ کر قربانی پیش کرنے والا نسل انسانی کا امام بن جائے تو وہ مجسمہ تسلیم ورضا وہ پیکر ایثار ووفا جو پورے خاندان کو قربان ہوتے ہوئے اپنے ماتھے کی کھلی آنکھوں سے دیکھ رہا ہو اور لاشوں کو اپنے کاندھوں پر اٹھا رہا ہو اُس کا معیار امامت کیسا ہوگا اُس کا مرتبۂ امامت کتنا بلند ہوگا؟

مجبوراً آلام ومصائب کے طوفان سے آنکھ ملانے والوں کی تعداد بہت ہے مجبوراً ظلم کے سورج کی شعلہ ریز شعاعوں کا مقابلہ کرنے والوں کی داستانیں مرقوم ہیں مجبوراً سفاکی کے سمندر کے تیراک اور ان کی کہانیاں بھی ملتی ہیں لیکن تاریخ کے اوراق اسی نظیر وتمثیل کے سطور ظاہر کرنے میں پست ہمت ہیں جہاں بخوشی دار ورسن کے پھندوں کو چوما گیا ہو۔ تلواروں کا خیر مقدم کیا گیا ہو گرم ریت کو نوکیلے پتھروں کو مخملی بستر سمجھا گیا ہو ان تمام حیرت شکن افراد کی مثال پیش کرنا ناممکن ہے۔

چشم فلک متحیر وخیرہ ہے ستم دیکھ کر خود وجودِ ستم بھی سہا سہا اور تھرایا ہوا ہے مگر حسین کی ہمت وجواں مردی ہے حسین کا جذبۂ ایثار ہے جو مقصدِ بقاءِ دینی اور تحفظ قوانین اسلامی سے ذرہ برابر بھی پیچھے نہیں ہٹا مظالم ومصائب کی پرواہ نہ کر کے بہتر زخموں سے چور چور ہو کر ایثار ووفا کا جو ثبوت پیش کیا ہے قیامت تک اس کی نظیر نہیں مل سکتی۔

یاد رکھیں! کوئی ایسی صبح نہیں جس کی شام نہ ہوا ایسا دن نہیں جس کی رات نہ ہو سورج نکلتا ہے اور ڈوبتا بھی ہے چمن میں بہار بھی آتی ہے اور خزاں بھی پھول کھلتے ہیں اور مرجھاتے بھی ہیں انسان پیدا ہوتا ہے اور مرتا بھی ہے اور زندگی کی انتہا ہی موت ہے۔

اسلئے اے حسین پاک علیہ السلام کی محبت کا دم بھرنے والے غیور حسینیو محرم کے دس دنوں کو ہی یادگار حسینی نہ بنا کر زندگی کے ہر دن کو یوم حسین اور ہر رات کو شب عاشورہ سمجھ کر اپنی زندگی کے لمحات صرف کرو۔ محبت آلِ نبی میں فنا وبقاء کی دعا کو وظیفۂ حیات بنالو دارین کی سعادت مندی اور گوشہ ہائے زندگی کی کامیابی وکامرانی تمہیں نصیب ہوگی۔

شہادتوں کی سند کو حسین کہتے ہیں
وفا کی آخری حد کو حسین کہتے ہیں
یزیدیت تیرے منہ پر جو روز پڑتا ہے
اسی طمانچے کی زد کو حسین کہتے ہیں

کربلا مظلوم کی بقا اور ظالم کی فنا

مولانا سید غلام رضا رضوی شرف بلرا موری مشہد مقدسہ ایران

آغاز کائنات سے لیکر انجام کائنات تک حق و باطل کی جنگ ہوتی رہی ہے اور ہوتی رہے گی۔ لیکن تاریخ گواہ ہے کہ ظلم کے رعب و دبدبے سے ظلم کی قدرت و طاقت سے حق کبھی مرغوب نہیں ہوا۔

حق کی قلت اور باطل کی کثرت کبھی بھی حق کو پائمال نہیں کرسکی جس کی واضح مثال معرکہ کربلا ہے۔

یوں تو کربلا عراق کے ایک خطے کا نام ہے مگر آج لفظ کربلا ایک شہر نہیں بلکہ باطل کی ناکامی کی علامت ہے، کربلا مظلوموں کی ڈھائش اور بے سہاروں کا سہارا ہے۔

کربلا درد بھی بے درد کا درمان بھی ہے
کربلا عشق بھی ہے عشق کی پہچان بھی ہے
کربلا قافلہ حق کی نگہبان بھی ہے۔۔
آہ مظلوم بھی ہے اشک کا طوفان بھی ہے۔
حق کی تسبیح کے رانوں کو بکھرنے نہ دیا۔
اک قدم ظلم کو شبیر نے بڑھنے نہ دیا۔

(شرف بلرامیوری)

کربلا ایک شہر نہیں بلکہ ایک مکمل فکر ہے، کربلا ایک مقام نہیں، الہی طاقت ہے۔ کربلا ایک جگہ نہیں، حق و باطل میں امتیاز و تفریق کا مزکر ہے۔ کربلا ایک چٹیل میدان نہیں، عظمت و اقتدار انسان کا ہمالیہ ہے۔

کربلا قوت گویائی عطا کرتی ہے۔
بولنے والے کو سچائی عطا کرتی ہے۔
گمشدہ حق کو شناسائی عطا کرتی ہے۔
فہم وادراک کو دانائی عطا کرتی ہے۔
کربلا روح کی رفتار بدل دیتی ہے۔
حر بوانسان تو کردار بدل دیتی ہے۔

(شرف بلرامیوری)

کربلا محض ایک واقعہ نہیں بلکہ شعور، حریت، خودداری، جرات، شجاعت، ایثار و قربانی اور صبر و انقلاب کا مکمل فلسفہ ہے۔

امام حسین علیہ السلام کا یہ جملہ **انا اهل بيت النبوة ومعدن الدسالة ومختلف الملائكة --ويريد رجل فاسق شارب الحمر قاتل النفس المحرمة مغلن بالفسق ،و معلى لا يبايع لمثله (فتوح ابن اعتم ، گ،5،ص18 و بحار الانوار ،ج 44،ص325)**

آج بھی اس حقیقت کو بیان کر رہا ہے کہ مجھ جیسا کردار، مجھ جیسا پاکیزہ صفت انسان کبھی بھی دین کے غدار، دین کے اصولوں کو پائمال کرنے والے شخص کی بیعت نہیں کرسکتا ہے۔

امام مظلوم کربلا علیہ السلام نے یہ نہیں فرمایا کہ میں بیعت نہیں کرسکتا بلکہ فرمایا مجھ جیسا تجھ جیسے کی بیعت نہیں کرسکتا ہے۔

یعنی امام مظلوم کربلا علیہ السلام نے واضح کردیا کہ جب مجھ جیسا کسی بدکردار انسان کی بیعت نہیں کرسکتا ہے تو میں تو ہرگز کسی

برے اور دین کے گدار کی بیعت نہیں کرسکتا۔

امام مظلوم کربلا علیہ السلام کے اس جملے سے یہ بات بھی واضح ہوگئی کہ کربلا کی جنگ دوشہزادوں کی جنگ نہیں بلکہ کربلا کی جنگ دوکردار کی جنگ تھی۔ نیک کردار اور بدکردار

اگر یہ جنگ دوشہزادوں کی جنگ ہوتی تو آپ اپنی طاقت واقتدار کی بات کرتے مگر امام حسین مظلوم علیہ السلام نے اپنے کردار کا اعلان کرکے واضح کردیا کہ کربلا کردار کی جنگ ہے۔

"مثلی" کہکر امام مظلوم کربلا علیہ السلام نے ایک بات یہ بھی واضح کردیا کہ ہم اور ہیں اور لوگ اور ہیں، ہمارا کردار اور ہے اور لوگوں کا کردار اور ہے۔

امام حسین علیہ السلام کی سیرت کا بغور مطالعہ کرنے کے بعد یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ آپ بچپن سے لیکر زندگی کی آخری سانس تک ظلم سے ہرسر پیکار رہے اور کبھی بھی ظلم کو پنپنے نہیں دیا، آپ ظلم سے بیزار ہونے کے ساتھ ساتھ دوسروں کو بھی ظلم کے خلاف بیدار اور بیزار رہنے کا حکم دیتے تھے۔

تاریخ میں ملتا ہے کہ جس وقت آپ منزل بیضہ پر پہنچے تو حر کے لشکر سے مخاطب ہوکے فرمایا:۔ **ایھا الناس ان رسول الله صلی الله علیه و اله قال من رای سلطانا جائرا مستجا لحرمات الله ناکتا لعهد الله یعمل فی عباد الله بالجود والعدوان ولم یعیر علیه بقول ولا فعل کان حقا علی الله ان یدخله مدخله (مقتل خوارزمی، ج1، ص234)**

اے لوگوں اگر کسی کا سامنا ایسے ظالم اور ستمگر سے ہو جو حلال خدا کو حرام کرے، عھد و پیمان الٰہی کو توڑے، سنت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مخالفت کرے اور خدا کے بندوں پر ظلم وستم روا رکھے اور وہ شخص اپنے رفتار وگفتار سے اس کی مخالفت نہ کرے (یعنی اس کے ظلم پر سکوت اختیار کرے) تو خدا اس کو بھی اسی ظالم اور ستمگر کے ساتھ محشور کرے گا۔

قارئین کرام: امام مظلوم کربلا علیہ السلام نے اس حدیث میں کئی باتوں کو واضح کیا ہے۔

۱۔ ظلم کے خلاف سکوت کرنا ظلم کی تائید ہے، جس کا نتیجہ ظالم کے ظلم میں شریک ہونا ہے۔ یعنی انسان ظلم نہ کرکے بھی ظالمین کے زمرے میں شامل ہوجاتا ہے اس لئے ہمیشہ ظلم کے خلاف کھڑے ہونا ضروری ہے۔

۲۔ ظالم کے صرف زبان سے مخالفت کرنا بے فائدہ ہے، اس لئے زبان وعمل دونوں سے ظلم کی مخالفت ہو کیونکہ اگر زبان سے مخالفت ہوگی اور عملی طور پر اس کا مظاہرہ نہیں ہوگا تو ایسی مخالفت کا کوئی نتیجہ نہیں نکلے گا اور اگر مخالفت صرف عملی ہو زبانی نہ ہو تو اس کوشش و اقدام میں تنہا رہ جائے گا اندیشہ ہے اور تنہا ظلم کی مخالفت قتل کے سوا کچھ نہیں ہے۔

اس لئے امام حسین علیہ السلام نے فرمایا: زبان وعمل دونوں سے ظلم کی مخالفت کریں تا کہ مخالفت اثرانداز ہوسکے۔

ایک اور مقام پر امام حسین علیہ السلام فرماتے ہیں: ظلم کے خلاف جتنی دیر میں اٹھوگے اتنی زیادہ قربانی دینی پڑیگی۔

ان تمام اقوال اور فرامین اامام حسین علیہ السلام کو پڑھنے کے بعد یہ بات بالکل واضح ہوجاتی ہے کہ امام حسین علیہ السلام کا اصل ہدف ظلم کو مٹانا تھا ظالم کو نہیں کیوں کہ ظالم کو مٹادینے سے کوئی

خاص فائدہ نہیں ہوتا، اس لئے کہ ہر دور میں ظالم کے چہرہ بدلتے رہتے ہیں۔ کسی دور میں ابو جھل سب سے بڑا ظالم بن کے سامنے آتا ہے تو کسی دور میں ابن ملجم، تو کسی زمانے میں یزید سب سے بڑا ظالم بن کر سامنے آتا ہے۔

المختصر ظالم بدلتے رہتے ہیں مگر ظلم ہر دور میں ظلم رہتا ہے اس لئے امام حسین علیہ السلام ظالم سے زیادہ ظلم کو مٹانے کی کوشش کر رہے تھے۔

انسان کو آشتی کا قرینہ سکھا دیا،
تو نے دلوں کو چین سے جینا سکھا دیا۔

قطعہ

جمال نور ازل کو حسین کہتے ہیں
جلال دین کے بل کو حسین کہتے ہیں
زوال فکر و عمل پر ہے ثبت نام یزید
کمال فکر و عمل کو حسین کہتے ہیں

علامہ ادیبؔ مکن پوری

سر نیزے پر اونچا کر کے ظالم نیچا دیکھ رہا ہے

علامہ ادیبؔ مکن پوری

اے شبیر تری قربانی صاحب خضرٰی دیکھ رہا ہے۔
تو ہے وہ ساجد جس کا سجدہ کعبے والا دیکھ رہا ہے

ایماں کی ساکن موجوں سے طوفاں اٹھتا دیکھ رہا ہے
سر نیزے پر اونچا کر کے ظالم نیچا دیکھ رہا ہے
رن میں اصغر کے چہرے سے آقا چادر سرکاتے ہیں
فرش زمیں کے چاند کو جھک کر عرش کا تارہ دیکھ رہا ہے

شہہ نے پکارا ہل من ناصر، حر کہتے لبیک چلے ہیں
حق کی صدا میں کتنی کشش ہے لشکر اعدا دیکھ رہا ہے

آل نبی پر جو رو بدعت۔ اور پھر بھی امید شفاعت
شمر بتا اب روز قیامت کس کا سہارا دیکھ رہا ہے
نار جہنم کی آنچیں ہیں اس کا مقدر کل محشر میں
خیموں میں جو آگ لگا کر آج تماشا دیکھ رہا ہے

گرد ادیبؔ اہل جنت ہیں پشت پہ ہیں زہرا و حیدر
جو ہے مگر محروم بصیرت، ان کو تنہا دیکھ رہا ہے

کربلا کی جنگ نے اسلام کو نئی زندگی عطا کردی

مولانا شکیل خاں بریلی

یہ مسلمہ حقیقت ہے کہ کوئی مذہب ہو یا کوئی بھی دین ہر ایک کی زندگی اس کے اصول وقوانین پر موقوف ہوتی ہے اور اس کے اساس کے اقتدار کو بحال رکھنا اس کی زندگی کہلاتا ہے چنانچہ مذہب اسلام بھی ایک ایسا دین ہے جس میں عبادت واطاعت کے علاوہ انسانی شعور آپسی میل محبت جملہ امورِ انسانی سے متعلق اشیاء کا خیال رکھا گیا اور اسی کے پیش نظر آقائے کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کے بعد مدینہ منورہ میں اسلامی سلطنت قائم فرمائی۔ انصار ومہاجرین نے اسلام کیلئے جو قربانیاں پیش فرمائیں دنیا اس اسلامی معاشرے کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے۔

رسول کونین جد حسنین محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا الخلافة بعد ثلثون سنة لایقم یصیر ملکا عضوضاً یعنی خلافت میرے بعد تیس سال رہے پھر اس کے بعد ملوکیت رہے گی۔ خلافت کا دور (تیس سال) محدود کردیا آقا کریم علیہ تحیۃ والثناء نے لیکن اسلام کے ملت کے شیرازے کو معتصم کرنے کیلئے سلطنت اسلامی کا تصور آج بھی موجو ہے تاکہ اسلام کی مرکزیت قائم رہے اور کمزور پر رحم ہو طاقت ور کو اس کے ظلم کی سزا دی جاسکے۔ یوں تو اسلام کے آغاز ہی سے جنگ وجدال کا آغاز ہو چکا تھا۔ کتب احادیث وسیر ومغازی میں ان بے شمار جنگوں کے تذکرے موجود ہیں۔

اب آیئے خلافت راشدہ کے نظام ترتیب پر طائرانہ نظر ڈالتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ دوران خلافت راشدہ مذہب اسلام کس طرح سے پروان چڑھا اور فتوحات حاصل کیں اور سماج میں عدل وانصاف قائم رہا۔ فلاح وکامرانی کو کس طرح سے مسلمانوں نے اپنے دامن میں سمیٹ لیا۔ اندرونی فتنوں کو بھی دبا دیا گیا اور بیرونی خطرات کا مقابلہ بھی ہوا جو اسلام اور مسلمانوں کی سب سے بڑی کامیابی کی دلیل ہے۔

خلافت راشدہ کی چند خصوصیات درج ذیل ہیں۔

جمہوریت:۔

اس دور کی پہلی خصوصیت یہ تھی کہ خلافت کے تقرر کیلئے جمہوری نظام کار فرما تھا۔ کوئی خلیفہ ایسا نہیں جس کو مسلمانوں کی عام رائے اور مرضی کے بغیر مسلط کر دیا گیا ہو۔

شوریٰ :

خلافت راشدہ کی دوسری خصوصیت یہ ہے کہ مجلس شوریٰ کی بنیاد پر جمیع فیصلے صادر ہوتے تھے اور ہر ایک کو اپنی رائے دینے اور نکتہ چینی کا حق حاصل تھا۔ صدیوں کے حکام اور والی بھی لوگوں کے مشورے بعد مقرر ہو جاتے اور شکایت پر تبدیلی بھی کردی جاتی تھی۔

عوام کے حقوق

تمام عوام کو بنیادی حقوق حاصل تھے ان کی شخصی اور سیاسی آزادی کی حفاظت کی جاتی تھی عوام الناس کے حقوق کا تحفظ حکومت کے حکام کے ذمہ تھا کوئی کسی کی حق تلفی نہیں کرسکتا۔ اور نہ ہی زیادتی غرض کہ کوئی بھی فرد واحد اپنے حقوق سے محروم نہ رہا۔

عدل وانصاف

غریب وامیر کے مابین امتیاز نہ کرنا ہر ایک کے ساتھ عدل وانصاف قائم کرنا مجرم کو مجرم مظلوم کو مظلوم ہی ثابت کرنا۔

فلاحی ریاست

دوران خلافت راشدہ فتوحات کا سلسلہ جاری رہا۔اور سلطنت بھی وسیع ہوئی نظام حکومت کی طرف بھی توجہ دی گئی تا کہ عوام کی فلاح اور خوشحالی وآسودہ حالی، سکون وچین برقرار رہے اس ریاست کا مقصد آئینی فلاح اور اسلامی تصور فراہم کرنا تھا جو اس کی بڑی خصوصیت تھی۔

دینی حکومت

خلافت راشدہ جو دینی اور اسلامی حکومت تھی جس کا ماخذ قرآن وسنت تھے اور تمام غرض ولالچ سے پاک جس کو صرف اس لئے وضع کیا گیا کہ لوگوں میں اسلام کا تصور عام وتام ہو اور دینی علوم لوگوں تک رسائی پا سکے فرض وواجبات کی آگاہی ہو سکے۔اب آیئے اسلامی حکمران کے تعلق سے گفتگو کرتے ہیں کہ حکام کی صفات اور کیفیات کس طرح کی ہونی چاہئے کیا کربلا میں ہونے والی جنگ کا سبب جو بنا یزید ابن معاویہ اس میں وہ صفات موجود تھیں جو ایک اسلامی حاکم میں ہونا چاہئے۔

چنانچہ اللہ رب العزت نے قرآن کریم میں ارشاد فرمایا فَهَلْ عَسَيْتُمْ اِنْ تَوَلَّيْتُمْ اَنْ تُفْسِدُوْا فِى الْاَرْضِ وَتُقَطِّعُوْٓا اَرْحَامَكُمْ۔ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فَاَصَمَّهُمْ وَاَعْمٰٓى اَبْصَارَهُمْ۔

ترجمہ: یعنی پھر تم سے بعید نہیں کہ اگر حکومت مل جائے تم کو یہ کہ فساد مچاتے پھروگے زمین میں اور توڑ ڈالو گے رشتوں کو اپنے یہی ہیں جنہیں لعنت فرمائی اللہ نے تو بہرا فرما دیا ان کو اور اندھا فرما دیا آنکھوں کو ان کی۔(بصیرۃ الایمان)

یزید کے فساد اور دین سے بیزاری قتل وغارت گری کو دیکھ کر صاحب کتاب تفسیر مظہری نے ابن جوزی کے حوالہ سے لکھا ہے اور فرماتے ہیں ابن جوزی نے لکھا ہے کہ قاضی ابو یعلیٰ نے کتاب المعتمد میں صالح بن احمد بن حنبل کا بیان نقل کیا ہے صالح کا بیان ہے کہ میں نے اپنے والد سے کہا ابا لوگ کہتے ہیں کہ ہم یزید بن معاویہ سے محبت کرتے ہیں ابا نے فرمایا۔بیٹے جو شخص اللہ پر ایمان رکھتا ہے کیا اس کیلئے یزید بن معاویہ سے محبت رکھنے کا کوئی جواز ہو سکتا ہے اس شخص پر کس طرح لعنت نہ کی جائے جس پر اللہ نے لعنت کی ہو میں نے عرض کیا اللہ نے اپنی کتاب میں کس جگہ یزید پر لعنت کی ہے امام احمدؒ نے فرمایا اللہ نے فرمایا ہے۔فَهَلْ عَسَيْتُمْ اِنْ تَوَلَّيْتُمْ اَنْ تُفْسِدُوْا فِى الْاَرْضِ وَتُقَطِّعُوْٓا اَرْحَامَكُمْ ۔ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فَاَصَمَّهُمْ وَاَعْمٰٓى اَبْصَارَهُمْ۔(تفسیر مظہری جلد دہم، صف ۳۲۶)

لَا يَنَالُ عَهْدِى الظّٰلِمِيْنَ کے تحت صاحب تفسیرات احمدیہ نے صاحب کشاف کے حوالہ سے لکھا ہے کہ (مسلمانوں کا سربراہ) انہوں نے لکھا ہے کہ یہ آیت اس بات کی دلیل ہے کہ فاسق امامت کی صلاحیت نہیں رکھتا اور ایسے صلاحیت امامت ہو بھی کیسے سکتی ہے جس کا نہ تو فیصلہ جائز ہو اور نہ ہی اس کی گواہی جائز ہو۔اور فاسق کی اطاعت ناجائز اس کی خبر غیر مقبول اور نماز کیلئے آگے منصب امامت پر کھڑا کرنا بھی ناجائز ہے۔(تفسیرات احمدیہ صف ٦٧)

اب آیئے فسق وفجور کے معنی کے تعلق سے بحث کرتے ہیں فسق باب نَصَرَ يَنْصُرُ سے فَسَقَ يَفْسُقُ جس کے معنی ہیں حق وصلاح کے راستہ سے ہٹ جانا، بدکار ہونا صفت فاسق، اسی طرح فجور باب نَصَرَ يَنْصُرُ سے فَجَرَ يَفْجُرُ ۔ جھوٹ بولنا، زنا کرنا، گناہ کرنا، کمزور نگاہ والا ہونا۔ المنجد)

اوپر قرآن کریم کی آیت اور اس کی تفسیر کے ضمن میں بیان ہوا کہ حاکم اسلام فساد برپا کرنے والا نہ ہو ظالم وجابر اور فاسق وفاجر نہ ہو بلکہ اس کے برعکس حق وصلاح کے راستہ پر ہو عادل وسخی ہو نیک وصالح ہو صوم صلوٰۃ کا پابند ہو احکام شرعیہ کو سختی سے نافذ کرنے والا ہو۔

اب آیئے ہم یزید کا محاسبہ کرتے ہیں اور دیکھتے ہیں یزید کن صفات کا متحمل تھا کہ جس کی وجہ سے نواسۂ رسول، فاطمہ زہرا کے پھول

جنتی نوجوانوں کے سردار امام حسین علیہ السلام نے بیعت نہیں کی اور پورا کنبہ قربان کردیا چنانچہ ابن کثیر لکھتے ہیں کہ

روایت ہے کہ یزید گانے بجانے کے آلات، شراب نوشی کرنے، راگ لاپنے، شکار کرنے، غلام اور لونڈیاں بنانے، کتے پالنے، مینڈھوں ریچھوں اور بندروں کے لڑانے میں مشہور تھا، ہر صبح کو وہ مخمور ہوتا اور زین دار گھوڑے پر بندر کو زین سے باندھ دیتا اور وہ اسے چلاتا اور بندر کو سونے کی ٹوپی پہناتا اور یہی حال غلاموں کا تھا اور وہ گھڑ دوڑ کراتا اور جب کوئی بندر مر جاتا تو اس پر غم کرتا اور بعض کا قول ہے کہ اس کی موت کا باعث یہ ہوا کہ اس نے ایک بندر اٹھایا اور اسے نچانے لگا تو اس نے اسے کاٹ لیا اور لوگوں نے اس کے علاوہ بھی اس کے بارے میں باتیں بیان کی ہیں اللہ تعالیٰ ہی اس کی صحت کو بہتر جانتا ہے۔ (البدایہ والنہایہ، ج۸، صف ۲۹۸)

محترم قارئین! یزید کے اس کے علاوہ بھی اور ایسے عمل جو شریعت کے بالکل متضاد اور قانون رسالت کے خلاف جیسے محرمات کو حلال ثابت کرنا نماز کو ترک کرنا، جیسے عادات واطوار کی وجہ سے امام مظلوم حسین علیہ السلام نے بیعت یزید سے انکار کردیا۔ کیونکہ حکومت اسلامی ایک ایسی قیادت ہے جو انسانی مسائل کے حل میں ہمیشہ مستعد اور سرگرم رہتی ہے بلکہ معاشرے کی خوشحالی امن اور ترقی میں کلیدی کردار ادا کرتی ہے۔ قیادت متعین مقاصد کے حصول کیلئے عوام کو بلا جبر واکراہ ایک طے شدہ سمت پر گامزن کرنے کا نام ہے۔ تاثیر وکردار کے مجموعے کو قیادت کہتے ہیں اور قائد سے مراد ایک ایسا شخص ہوتا ہے جب کوئی اسے ذمہ داری یا عہدہ عطا کیا جائے تو وہ اسے اپنے منصب کے شایانِ شان انجام دینے کی صلاحیت رکھتا ہو قیادت کوئی آسان اور معمولی کام نہیں ہے کہ جس کی انجام دہی ہر کس وناکس سے امید کی جاسکے لہٰذا یزید کی غیر ذمہ داریاں جو اوپر مذکور ہو چکیں اور اس کی نااہلی کی وجہ سے امام حسین علیہ السلام نے پورا کنبہ قربان کرنا گوارا کیا لیکن اسلامی قیادت ایک فاسق وفاجر کرلے یہ نہیں ہوسکتا اسی لئے جنگ کربلا واقع ہوئی حالانکہ یزید نے امام ہمام حسین علیہ السلام کا پورا گھر اجاڑ دیا پیاسا تڑپایا بھوکا رکھا آشیانے جلائے خواتین کی ردائیں چھین لیں معصوموں کو شہید کیا لاشوں کو گھوڑوں کے تلے روندا بازو کاٹے جہاں یزید نے ظلم وجبر کے جوہر دکھائے وہیں امام حسین علیہ السلام نے صبر سے کام لیا یزید نے احکام شریعت کو پامال کیا حسین پاک نے شریعت کی نگہبانی فرمائی۔ یزید نے قرآن کے اوامر ونواہی کو بدلنے کی ناپاک کوشش کی حسین پاک نے قرآن وحدیث کے ایک ایک لفظ کی خاطر اپنی جان قربان کردی یزید نے تہذیب وثقافت کی دھجیاں اڑائیں حسین پاک نے نیزے پہ چڑھ کے بھی قرآن کی تلاوت فرمائی اسی لئے ظلم کا سورج مدھم پڑ گیا دین اسلام کو کربلا کی جنگ نئی زندگی عطا کردی۔

قتل حسین اصل میں مرگ یزید ہے
اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کربلا کے بعد

قطعہ

ایمان کو نور ازلی دینا تھا
اسلام کو اک جان نئی دینا تھا
کس طرح کٹا دیتے نہ سر کو شبیر
باطل کو شکست ابدی دینا تھا

علامہ ادیبؔ مکن پوری

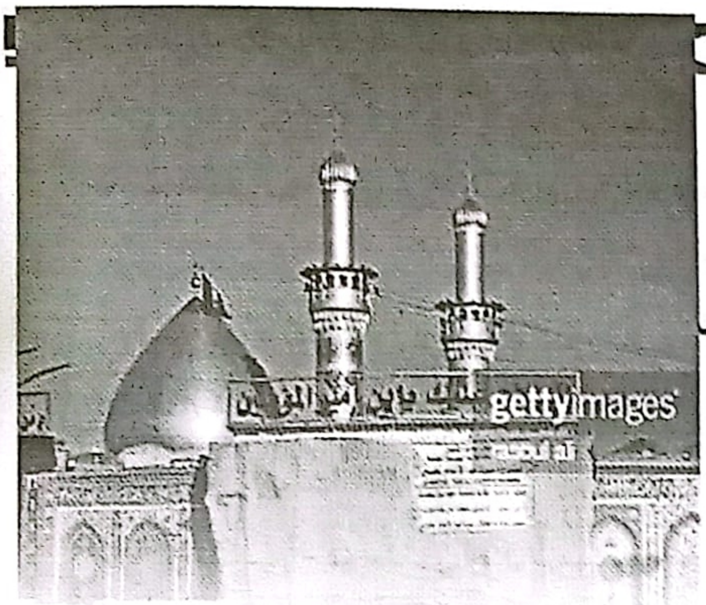

استقامت اور کربلا

ازقلم   سیداز ہر علی جعفری مداری دار النور مکن پور شریف

ولنبلونکم بشیءمن الخوف والجوع ونقص من الاموال
والانفس والثمرات (سورۃ البقرہ 155)

بیڑیاں ہیں اور پاؤں ہے
نینوا کا ایک گاؤں ہے
مقصد حسین کو سمجھ
کربلا تو دھوپ چھاؤں ہے

معزز قارئین!

استقامت،، اور کربلا،، یہ دونوں جدا جدا لفظ ہیں جنکا باہم ملاپ قیامت صغریٰ سے کسی طرح بھی کم نہیں ہے جب اس کی تصویر پردہ ءذہن پر آتی ہے تو خانہ ءدل کے پرسکون ماحول میں اذیتوں کے تصورات کی کربلا بپا ہونے لگتی ہے اور ایک مسلم الثبوت انسان کے وجود میں لرزہ پیدا ہوجاتا ہے کربلا کے ساتھ،، استقامت،، تو ہمالیہ کی بھی قوت تحمل پر شگاف ڈال سکتی ہے مضبوط پہاڑوں کے وجود پھٹ سکتے ہیں آسمان ٹوٹ سکتا ہے زمین دھنس سکتی ہے ہوا سے اڑ جانے والے عام انسان کے بس کی کیا بات ہوگی مگر چراغ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کی اس لو کو سلام جو طوفانوں کی زد پہ بھی جلتی رہی اور یہی لو استقامت ہیا ور دنیا سمجھ گئی شبیر کو آتے ہیں انداز جہاں بانی کربلا کیا ہے؟،، کرب،، اور،، بلائ،، کی آمیزش کے بعد جو مجمع المصائب لفظ بنا اسے کربلا کہتے ہیں

وہ کربلا جو بے آب وگیاہ ریگستان اور تپتا ہوا صحرا تھا، جہاں سر چھپانے کیلئے کوئی درخت نہ تھا، وہ کربلا جس کی ہواؤں میں درد وکرب، رنج ومحن اور آلام ومصائب کی زہریلی بو پھیلی ہوئی تھی وہ کربلا جس کی چھاتی پر قیامت صغریٰ بپا ہونا تھیا اس کربلا کے وجود کی تاریخ عین واقعہ کربلا کے وقت کی نہیں ہے نہ کاروان حسینی کے پڑاؤ کے وقت وہ خون آشام خطہ رونما ہوا بلکہ سینکڑوں سال پہلے ہی سے کسی گرجا گھر کی دیوار پر مظلومی کی داستان اس طرح تحریر تھی

اترجوا   امتہ   قتلت   حسینا
شفاعت   جدہ   یوم   الحساب

اس داستان ستم وقصہ ٔ آلام کی بات یہیں پر نہیں ختم ہوگئی تھی بلکہ ولادت حسین پاک علیہ السلام کے بعد ہی اس زمین کی مٹی جبرئیل امین نے مخبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم کو دکھادی تھی اتاہ بتربۃ اور زبان رسالت اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے نکلے ہوئے کلمات ان ابنی ھذا یقتل لھاء کربلاء وقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ریح کرب وبلائ یہ الفاظ کربلا کے خونی مناظر کی

عکاسی کر رہے تھے یہ عالمگیر سانحہ عظیم ازل ہی سے متعین تھا جیسا کہ ھٰھنا مناخ رکابھم وموضع رحالھم ومھراق دمائھم فئۃ من آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم یقتلون بھٰذہ العرصۃ

مولائے کائنات علیہ السلام جب قبرگاہ امام حسین پر پہونچے تو فرمایا یہ شہیدوں کے اونٹ بٹھانے کی جگہ ہے اور اس جگہ کجاوے رکھے جائینگے اور یہ خون بہنے کا مقام ہے اہل بیت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے کتنے لوگ یہاں قتل کردیئے جائینگے امام پاک عالی مقام علیہ السلام پر آپکے انصار واعوان پر آپکے گھر خاندان پر جس شدت کے ساتھ مصائب کے پہاڑ توڑے گئے اس کا صدیوں سال پہلے سے اعلان عام تھا جبر واستبداد کی داستان الم، سفاکی وبے دردی کے واقعات، وحشت وبربریت کی پرسوز روداد سن لینے کے بعد حتی کہ نقشہ قتل گاہ بھی دیکھ لینے کے بعد ہے کوئی مائی کا لال جو موت کے منہ میں کود جائے؟ نہیں نہیں نہیں نہیں لیکن ہاں ہاں اسی دھرتی پر دامن ارضی پر، کچھ ایسے استقلال کے وجود، استقامت کے مجسمے، صبر ورضا کی پیکر ذاتیں رونما ہوئی ہیں خورشید فلک کی تمازت خیز شعائیں جنکے خیموں پر آتش فشانی کرتی رہیں تپش وحرارت سے ریت کے سرخ ذرات جنکے چھالوں کا مقدر بنے، تین شبانہ روز کی بھوک وپیاس کی اذیت سے جو تڑپتی رہی ہوں، خنجروں کی نوکیں جنکی پشتوں کو پھاڑتی رہی ہوں، ساون کی گھٹاؤں میں بجلیوں کی طرح تڑپتی تلواریں جن اجسام پر بپھر کے برستی رہی ہوں، برچھیوں نے جن کے سینے چھلنی کردیئے ہوں، جنکے حلقوم نیزوں سے چھیدے گئے ہوں، گرم لو میں، شدت کی گرمی میں جو پیاسے اجسام گھوڑوں سے پامال کئے گئے ہوں جنہیں پانی کے ایک ایک قطرے سے ترسایا گیا ہو، گودیاں اجاڑی گئی ہوں، سہاگ چھینے گئے ہوں، بچے یتیم کئے گئے ہوں، خانہ ویران کئے گئے ہوں، خیمے جلائے گئے ہوں، بعد شہادت تمام اسباب لوٹے گئے ہوں طمانچے مارے گئے ہوں، در چھینے گئے ہوں، عفت مآب حرم کی شہزادیاں بے پردہ کی گئی ہوں، بیمار کے پاؤں میں بیڑیاں ہاتھوں میں ہتھکڑیاں گردن میں خاردار بھاری طوق ڈال کر گھسیٹا گیا ہو، لٹے قافلے کو پابند سلاسل کیا گیا ہو، غرض وہ کونسی مصیبت تھی جو سیدہ کے لالوں پہ نہ توڑی گئی وہ کونسا ستم تھا جو حسین ابن علی پہ نہ ڈھایا گیا خود وجود ستم کو دیکھ کہ تھرا گیا مگر امام حسین کے پائے استقلال میں لغزش تک نہ آئی جبین پاک پر شکن نہ دیکھی گئی تسلیم ورضا کے ان پیکروں کے ماتھوں پر پسینہ تک نہ آیا بس اسی کو استقامت کہتے ہیں۔

چین کیا چیز ہے آرام کسے کہتے ہیں
اس پر شکوہ نہیں کچھ صبر اسے کہتے ہیں

جو تن تنہا کربلا والوں کا خاصہ ہے ان مظالم کے بس کی بات نہ تھی قدم اکھاڑ پاتے بانئ شریعت کے بعد انکے گلستان مذہب کے اشجار ونو پید گل بوٹوں اور نازک پودوں کو محض زمین بطحا کی نمی اور مدینے کے خوشگوار موسم کے سہارے پر سایہ دار وپھلدار شجر بننے کی امید نہیں تھی بلکہ امام جانتے تھے کہ میرے نانا کا باغ میرے خون سے سیراب ہوگا اسی وجہ سے مدینہ چھوڑ کر آئے تھے

مدینہ میں اچھا نہ تھا خوں بہانہ

اپنے اور اپنے کنبے کے ایک ایک خون کے قطرہ کو ان پیڑ وپودوں کی جڑوں میں ڈال کر سرسبز رکھنے کا وعدہ نبھانے آئے تھے ''بچپن کا جو وعدہ تھا وہ وعدہ نبھاتے ہیں سر دے کے حسین اپنا گھر بار لٹاتے ہیں'' اللہ اللہ مولیٰ حسین کی استقامت واستقلال کا یہ عالم

کہ اے خدایا ایک علی اکبروا صغرکیا اس جیسے سینکڑوں اکبرواصغرہوتے سب تیری راہ میں قربان کردیتا

حسین تیری ثبات قدمی کو سلام | حسین تیری استقامت کو سلام
حسین تیرے جذبہ کو سلام | حسین تیرے استقبال کو سلام
حسین تیری ہمت کو سلام | حسین تیری طاقت کو سلام

امام حسینؓ کا صبروتحمل پہاڑ سے زیادہ مضبوط 58 سالہ بوڑھے باپ کے ھاتھوں پر 18 سالہ جوان بیٹے کالاشہ دیکھ کر پہاڑلرزاٹھے زمین تھراگئی آسمان کا کلیجہ پھٹ گیا مگر حسینؓ کے پائے ثبات میں لغزش تک نہ آئی جسے دیکھ کر دنیا کہہ اٹھی۔

یہ عمر اور یہ لاشہ جوان بیٹے کا
ادیب ہمت شبیر کو سلام کرو

ولنبلونکم بشئی من الخوف والجوع ونقص من الاموال والانفس والثمرٰت سے سوا کا نام کربلا ہے اور اذااصابتھم مصیبة قالوا انالله وانا الیه راجعون کی تفسیر کا نام استقامت ہے حضرت امام حسینؓ ہیں سورج کی تمازت ہے، ریت کی حرارت ہے، پیاس سے مرجھائے بچوں کے چہرے سامنے ہیں مقابل میں یزید تھا جس کا ناپاک عمل اسلام کا قلادہ گردن سے اتار کے حکومت کے زعم میں قوانین اسلام کے تقدس کو پامال کرنا تھا ایسے بد بخت کے منصوبوں کو خاک میں ملانا حسین کا مقصد تھا ایک طرف گھوڑوں کی ٹاپوں سے روندے ہوئے جوانان جنت کے شہزادوں کے قالب ہیں دوسری طرف اسلامی قوانین واقدار کو پامال کرنے کی سازشوں کو تہ خاک کرنا تھا ایک طرف حضرت عباس جیسی طاقت کے بچھڑنے کا احساس تھا دوسری طرف حدود الٰہیہ کے نشانات ختم کرنے پر ثبت ہو چکی مہروں کو صاف کرنے کی تمنا تھی ایک طرف حریم ناز کی شہزادیوں کی بے پردگی کی فکر تھی دوسری طرف صحیفۂ حکمت کتاب نور کی سربازار بے ادبی کرنیکے لئے نکالے گئے طریقوں کو پامال کرنا تھا ایک طرف عون ومحمد کے سر بکھر رہے تھے دوسری طرف احادیث کے بکھر کر گردش کرتے ساں پر کمند بچھانا تھا ایک طرف حسین گھوڑے سے گر رہے تھے دوسری طرف قرآن کے رحل سے گرائے جانے کی پرشباب تیاریوں پر حسرت ویاس کا پانی پھیرنا تھا ایک طرف بوسہ گاہ مصطفی کو تن سے جدا کرنے کیلئے بہتر زخموں سے چور امام کی مقدس چھاتی پر شمر سوار ہے دوسری طرف آئین محمدی کے نہ مٹنے دینے کے عزائم تھے ایک طرف سیدہ کا گھر ویران ہو رہا تھا دوسری طرف حرم ومساجد کے ویران نہ ہونے دینے کا جذبہ سرشت میں کروٹیں لے رہا تھا اسی جذبہ کے تحت امام پاک نے مظالم کی فکر نہ کرتے ہوئے مصائب کی پرواہ نہ کرتے ہوئے کربلا کو دھوپ چھاؤں کہتے ہوئے ایثار ووفا کا جو ثبوت پیش کیا ہے اس کی مثال صبح قیامت تک نہیں مل سکتی ہے مظالم کے کوہہائے گراں جسکی پشت پر چور چور ہو رہے ہوں اس کسمپرسی کے ساتھ کہ

اب نہ حامی نہ ہمدم کوئی ریت پر
آج تنہا ہے ابن علی ریت پر

نہ ساتھی ہے، نہ ناصر ہے نہ حامی ہے، نہ یاور ہے، نانا جان بھی شہادت کو صرف ملاحظہ فرمارہے ہیں بابا جان بھی صرف ستم پر ستم دیکھ رہے امی جان بھی شہزادیوں کے سہاگ چھنتے بیٹیوں کی گودیاں اجڑتے بچوں کو یتیم ہوتے صرف دیکھ ہی رہی ہیں بھائی جان بھی بازوؤں کی طاقت پر گھوڑے دوڑتے صرف دیکھ ہی رہے ہیں کربلا کے ریگزار پر حسین اکیلا تڑپ رہا ہے نہ ماں کی شفقت سر حسین کو اپنی گود میں لئے ہے نہ باپ کا پیار نہ بھائی کی محبت نہ نانا کی الفت ناصر ہے اختیارات عامہ کے باوجود اپنے حسین کی امداد کیلئے نہ نانا جان ایک عظیم سالار کی حیثیت سے کمانڈری فرمارہے ہیں نہ بابا جان ذوالفقار حیدری کے تیور اور جوہر دکھارہے ہیں نہ امی جان امام پاک کی اذیتوں کو دور کرنے کیلئے مصلی پر محو دعا ہیں نہ بھائی جان حمایت میں سربکف ہیں کیوں کہ ''کوئی فکر دل ناشاد نہیں کی جاتی'' اپنی محنت کبھی برباد نہیں کی جاتی کربلا میں تھے نبی وعلی سب لیکن امتحان گاہ میں امداد نہیں کی جاتی استقامت کیلئے نانا جان نے گیسو تھمادیئے تھے ''کربلا'' برداشت کرنے کیلئے سیدہ نے فاقوں میں پرورش کیا تھا کربلا میں ''کربلا'' کے ساتھ جس استقامت واستقلال کو دیکھنے کیلئے نبی وعلی فاطمہ وحسن آئے ہوں آج حسین کے پاؤں کو کیسے جنبش آجائے امام حسین ایک آہنی دیوار بنکر کھڑے رہے عون ومحمد کے سروں کو بٹورتے رہے مگر نالہ وفریاد نہ کیا قاسم کی جوانی پر گھوڑے دوڑتے دیکھتے رہے کوئی ملال نہ ہوا، علی اکبر کا جوان لاشہ خاک وخون میں تڑپتا دیکھا، ننھے علی اصغر کو ذبح ہوتے دیکھا، عباس کے بازوؤں کو کٹتے دیکھا، مگر کوئی حرف شکوہ نہ لائے کیونکہ پیکر استقامت کیلئے یہ غیرت کی بات تھی اور حسین اس زمین کا نام ہے جس پر قصر دین محمدی کے بڑے بڑے مینارے قائم ہیں اگر حسین کو جنبش آجاتی تو دین محمدی میں زلزلہ آجاتا اور احیاء دین، ارتقاء دین، فروغ دین، کے محلات طوفانوں کی زد میں ہوتے اسی لئے امام کے پائے ثبات کو لغزش نہ ہوئی مدار دین کی استقامت پر قصور ومحلات دین کی بنیاد دین زندہ رہیں اور اس مظلوم کربلا کی ثبات قدمی نے یہی پیغام دیا ہے بیڑیاں ہیں اور پاؤں ہے نینوا کا ایک گاؤں ہے مقصد حسین کو سمجھ کربلا تو دھوپ چھاؤں ہے مجبوری میں مصائب کے طوفانوں سے آنکھ ملانے والوں سے تقریباً تاریخ مکمل ہے مجبوراً خورشید ظلم کی شعلہ ریز شعاؤں سے آنکھیں ملانے والوں کی داستانیں رقم ہیں مجبوراً استبداد کے سیلابوں پر وار کرنے والوں کے قصہ زبان زد خاص وعام ہیں لیکن تاریخ اس نظیر وتمثیل کے دریچے کھولنے کیلئے پست ہمت ہے کہ جہاں بخوشی دار ورسن کے پھندوں کو چوما گیا ہو نوک سناں کا استقبال کیا گیا ہو گرم ریت اور نوکیلے پتھروں کو مخمل ودیبا کا وہ بستر سمجھا گیا ہو جس پر فرح وطرب کو حیرت ہوان تمام حیرت شکن افراد کی مثال پیش کرنا ناممکن ہے شام کربلا میں ڈوبتا ہوا وہ سورج اپنی پہچان کی ہمیشہ روشنی بکھیرتا رہے گا جس کی کلفتوں کی شب دیجور سے راحت وآسائش کی صبحیں حسن وجمال کی خیرات مانگیں امام حسین بخوشی زمین کربل پر تاریخ رقم کرنے آئے روکنے والوں نے بقدر ہمت وجسارت روکنے کیلئے عرض کیا چاہے وہ دیار رسول کے صحابہ کی جماعت ہو یا مولد رسول کے صحابہ وتابعین کی پاک جماعتیں ہوں سب دست بستہ عرض گزار ہیں حضور آپ کوفہ تشریف نہ لے جائیں اور آنے والے درد وکرب میں ڈوبے ایام سے واقفیت کرارہے ہیں امام پاک تسلیاں دیتے رہے حضرت عبداللہ ابن زبیر حضرت عبداللہ ابن عباس اور حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہم نے بھی روکا راستہ میں ایک شخص

سے ملاقات ہوئی اس نے عرض کیا حضور آپ کوفیوں پر اعتماد نہ کریں اور واپس چلے جائیں عرب کا مشہور شاعر فرزوق حج کیلئے آرہا تھا اہلبیت کے قافلے کو دیکھ کر رک گیا شہزادۂ رسول آپ کوفیوں پر بھروسہ مت کریں حضرت عبداللہ بن جعفر خود راستہ میں آگئے اور عرض کیا حضور آپ مکہ واپس چلیں امام نے فرمایا کہ مجھے نانا جان نے خواب میں جو حکم دیا ہے اسے بہر صورت پورا کرونگا خواہ نتیجہ کچھ بھی نکلے مایوس ہو کر حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹوں عون ومحمد کو ساتھ کر دیا بات یہیں پر ختم نہیں ہوگئی بلکہ راستہ میں حضرت امام مسلم اور انکے شہزادوں رضوان اللہ علیہم کی شہادت کی غمگین خبر نے بھی آپکے قدموں کو پیچھے نہ ہٹنے دیا خود یزید بھی نہیں چاہتا تھا کہ امام کوفہ میں آئیں اس لئے اس کے حاکم مکہ سعید بن عمرو بن العاص نے ہر طرف ناکہ بندی کردی اور اپنے بھائی کی کمان میں چند دستے سپاہیوں کے بھیج کر راستہ روکنا چاہا جب امام اپنے نیک ارادے سے واپس نہ ہوئے تو اس نے تلواریں نکال لیں شہسواران حسین کی تلواروں سے شکست کھا کر بھاگ گئے دوسری طرف ابن زیاد نے بھی تمام شاہراہوں کی ناکہ بندی کردی اس نے کوفہ سے قادسیہ اور قادسیہ سے خفان اور خفان سے قطقطانہ اور کوہ لعلع تک گھوڑ سوار دستہ متعین کررکھے تھے امام حسین کو جو نقشہ نانا نے خوابوں میں دکھایا تھا آپ اسی رستے سے چلتے رہے یہاں تک کہ مقام عذیب الہجانات پر پہونچ جاتے ہیں وہاں کوفہ سے آنے والے چار اشخاص نے اہل کوفہ کی شرارتوں سے آگاہ کیا اسی کے ساتھ ساتھ حضرت قیس بن مسہر قاصد حسین کی شہادت کے بارے میں بھی عرض کیا کہ انہیں کوفیوں نے چھت سے گرا کر شہید کردیا ساتھ چلیں ہم کوہ آجاء کے دامن میں رہتے ہیں اور وہاں ہم دشمن کے ہر قسم کے حملے سے محفوظ ہیں آپ وہاں جا کر ایک خطبہ ارشاد فرمائینگے تو قبیلہ طے کے بیس ہزار آدمی آپ پر فدا ہوجائینگے مگر امام انکا شکریہ ادا کر کے یوں گویا ہوئے میں راضی برضائے الٰہی ہوں جو اللہ کریگا وہ ہوگا غرض مشیت الٰہی ہی تھی جو یہ تمام واقعات وحادثات ومعروضات امام کے پاؤں میں لغزش نہ پیدا کر پائے اور آپکے مجسمۂ استقامت پر نقاہت نہ لاسکے اور یار کی خاطر نہ دن دیکھا نہ رات، نہ گھر دیکھا نہ صحرا، راحت دیکھی نہ تکلیف بلکہ صلیب ودار سہی دشت وکہسار سہی جہاں بھی تم نے پکارا ہے جاں نثار چلے سنی جو بانگ جرس تو بقتل گاہ جفا کفن بدوش اسیران زلف یار چلے۔

امام الشہداء حضرت سیدنا امام پاک عالی مقام حسین واہلبیت علیہم السلام نیز آپ کے انصار واعوان رفقاء وجانثاران رحمہم اللہ المنان پر ڈھائے گئے مظالم پھر اس پر استقامت کی رہتی دنیا تک قسمیں کھائی جاتی رہیں گی کیونکہ کربلا اور استقامت یہ نظیر صبح قیامت تک نہیں پیش کی جاسکتی ہے پیاس ایسی تھی کہ آگ جاں ہونٹوں پر صبر ایسا تھا کہ پھیری نہ زباں ہونٹوں پر۔

جس نے پامال کیا آلِ نبی کا گلشن

سید اقتدا حسین عامرؔ مکن پوری

جحت اللہ تیری نسبت اعلیٰ آقا
شعار اللہ ترا مرقد بالا آقا

جس کو رب نے کیا اصحاب میں ذیشان حسین
روز محشر حق و باطل کی ہے میزان حسین
قبر تاریک میں ہر ہے مری پہچان حسین

سنو جنت میں جوانوں کے ہیں سردار حسین
چاہنے والوں کے اپنے ہیں نگہدار حسین
دل مدد کے لئے کہتا ہے جو اک بار حسین

کس قدر نیک خصائل میں گذارا بچپن
سجدہ عشق میں کاٹی گئی اسکی گردن
جس نے پامال کیا آل نبی کا گلشن

آج بھی اشک بہ داماں ہیں محبان حسین
بے جھجک خلد میں جائیں گے ثناخوان حسین
ہائے پچھتائیں گے اس دن یہ حریفان حسین

ظلم کے مد مقابل ترے ایماں کا ہنر
شعلے خیموں سے اٹھے اور ہوئے خاکستر
بڑھتے قرآن جو نیزے پہ تھا دیکھا اک سر

تیرا غم پاس نہ ہوگا تو بکھر جاؤں گا
یہ کرم ہوگا نہ مجھ پر تو کدھر جاؤں گا

عشق خط ملتا ہے تقدیس جنوں ملتا ہے
یاد کرتا ہوں تجھے دل کو سکوں ملتا ہے

نسل در نسل مخالف ہیں ترے رتبہ کے
ناصبی آج بھی دشمن ہیں ترے کنبہ کے

تجھ سے جو رکھے گا الفت وہ اماں پائیگا
بغض جو رکھے گا جہنم میں چلا جائے گا

بدر کی آگ جو سینوں میں لگی تھی عامرؔ
آ کے کربل میں بجھائی گئی وہ بالآخر

جحت اللہ بھی ہے مجموعۂ قرآن حسین
میرے ایمان کا اے دوست نگہبان حسین
حشر میں بھی یہی خواہش یہی ارمان حسین

مرقد نور میں ہیں آج بھی بیدار حسین
تیرے کردار و عمل سے ہیں خبردار حسین
مری سانسوں سے ابھرتا ہے بار بار حسین

جس نے چھوڑا نہ کبھی صبر و رضا کا دامن
یہ وہی لوگ تھے ہاں جو تھے علی دشمن
ہیں وہی ناز جہنم کا یقیناً ایندھن

سرخرو حشر میں ہوں گے یہ گدایان حسین
اور رضا پائیں گے رب کی سبھی یاران حسین
یاد رہ رہ کے انھیں آئیگا فرمان حسین

آج بھی ہے ترے ایثار کا چرچہ گھر گھر
دیکھ کر گر یہ کناں تھے۔ یہ زمین و امبر
تھے فرشتے بھی فلک پر سبھی یار وششدر

ہندو کا دھرم مسلمان کا ایمان
حسینی براہمن اور محبت امام حسین علیہ السلام

SAURABH BHATTACHARYA
CONSULTING EDITOR
"ECONOMICS TIMES DELHI"

یہ مضمون ملک کے بہت بڑے دانشور اور نامہ نگار جناب ''سور بھ بھٹا چاریہ'' کنسلٹنگ ایڈیٹر اکنامکس ٹائمز دہلی کے صرف ''ررسالہ رہبرنو'' کے لئے تحریر کیا ہے۔ چونکہ مضمون انگریزی زبان میں ہے اس لئے اس کا ترجمہ اور وضاحتی پیرائے کو تفصیل کے ساتھ لکھ دیا گیا تا کہ پڑھنے والوں کو دشواریاں نہ ہوں۔ مضمون سے حضرت امام حسین علیہ السلام کی عقیدت ومحبت جو غیر مسلم کے دلوں میں ہے اس کا بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

وہ لکھتے ہیں کہ دنیا میں بہت کم ایسا ہوتا ہے اور شاذ ونادر ہے کہ کوئی ایک شخص ایک مذہبی رہنما صرف ایک ہی قوم اور برادری کا رہنما اور رہبر نہ ہو کر ایک بڑے پیمانے پر ساری دنیا کی رہنمائی کرتا ہو۔ ویسے تو ہم نے ایسی بہت سی مثالیں دیکھی ہیں لیکن ان سب میں بھی حضور اکرم محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مقدس سب سے زیادہ خصوصیت کی حامل ہے۔ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کا خصوصی عکس خلیفہ راشد اور داماد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم پر خاص دکھائی دیتا ہے جو ان کی حیات مبارکہ میں نظر آنے لگا تھا۔

Very rarely does a man,a religious leader, vecome not only a leader of the community but of the world at large.We have seen many such examles but the Holy Proghet, PBUH was special, The true reflection and depth if his teaching probably came to light in the life and times of the fourth Caliph, the son-in-law of the hboly prophet PBUH who is popularly known Imam Ali.

حضرت امام حسین علیہ السلام کے متعلق ایک مستحکم تاریخ کا حوالہ دیتے ہوئے انہوں نے تحریر کیا ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام کے تقدس وطہارت ان کی سچائی وصداقت کی تاریخ سب کو معلوم ہے پھر بھی بہت کم لوگ جانتے ہیں کہ ہندو جنگجوؤں کا ایک چھوٹا سا گروہ ''رہب سنگھ دت'' کی قیادت میں امام حسین علیہ السلام پر فدا اور قربان ہو گیا تھا۔

While the history of his righteousness and purity is all known not many would know that a small band of hindu warriors led by Rahab Sidh Dutt was equally devoted to the Holy Imam HUSAIN

رہب دت کے متعلق تاریخی حوالوں کے ساتھ انہوں نے اس کے بے اولاد ہونے اور امام حسین علیہ السلام کی دعاؤں سے اس کے سات بیٹے پیدا ہونے کا تذکرہ کچھ اس طرح کیا ہے کہ وہ کربلا کی جنگ میں امام حسین پر قربان ہو گئے حالانکہ سچائی یہ ہے کہ جب رہب دت کی قیادت میں قافلہ کربلا پہنچا تو حسین شہید ہو چکے تھے اور ان حسینی برہمنوں نے مختار ثقفی کے ساتھ مل کر قاتلان حسین علیہ السلام سے امام حسین اور ان کے گھر والوں کا بدلہ لینے کیلئے جنگ لڑی تھی جس میں رہب دت کے ساتوں بیٹے شہید ہو گئے تھے۔ غرض کہ ذیل کی عبارت میں وہ اس طرح لکھتے ہیں کہ:

"حالانکہ زیادہ تو اور معلوم نہیں لیکن یہ کہا جاتا ہے کہ رہب دت بے اولاد تھا اور اس نے امام حسین علیہ السلام سے اپنے لئے دعا کی درخواست کی تھی اور پھر یہ ہوا کہ امام حسین علیہ السلام نے اس کو سات بار یقین دہانی کرائی اور اس کے سات بیٹے پیدا ہوئے۔ ایسا شخص جس نے غیر مشروط محبتیں دیں اور بغیر کنہیں شرائط کے دعائیں کی ہوں تو یہ صاف ہے کہ وہ اپنے وقت کا چمکتا ہوا ستارہ بن کر ابھرے گا اور ایسا ہی ہوا۔ یہ کہا جاتا ہے کہ کربلا کی جنگ میں رہب دت امام حسین علیہ السلام کی طرف سے صرف لڑا بلکہ اس نے اپنے ساتوں بیٹوں کے لڑنے کا بھی یقین دلایا اور یہ بتایا جاتا ہے کہ اس کے ساتوں بیٹے جنگ میں شہید ہو گئے تھے"۔

انہوں نے عبارت اس طرح سے لکھی ہے۔

Though not much is known but it is said that he was childless and had pleaded to Imam to pray for him and it so happened that the Holy Imam assured him seven times and Rahab Dutt got seven sons.

For the man who had given unconditional love and prayed without any conditionalities, it was obvious that he would rise to be the shining star in his times and that's how it happened. It is said that during the battle of Karbala, not only did Rishab Dutt fight by the side of Imam HUSAIN but also ensured that all his sons fought alongside and it is said that all the seven sons were sacrificed in the battle.

وہ اپنی عبارت میں آگے لکھتے ہیں کہ "رہب دت" کے بیٹوں کے بے لوث قربانیوں اور امام حسین علیہ السلام سے والسطہ محبتوں سے ایک طبقہ تیار ہوگیا جس کو "حسینی برہمن" کہا جاتا ہے۔ ان حسینی برہمنوں کے خاندان کے لوگ آج بھی پنجاب، راجستھان اور مغربی ہندوستان کے کچھ حصوں میں آج بھی پائے جاتے ہیں۔ حسینی برہمن کے متعلق کچھ محاورات آج بھی موجود ہیں جن کو بڑے فخر کے ساتھ یاد کیا جاتا ہے۔

کچھ محاورات یہ ہیں۔ واہ دت سلطان، ہندو کا دھرم مسلمان کا ایمان' آدھا ہندو آدھا مسلمان' وغیرہ وغیرہ۔

This evolved into a community of Hussaini Bramhins, whose traces are found in Punjab, Rajasthan and some other parts of western India.It is said that the common saying describing Hussaini Brahmins still is- Wah Datt Sultan, Hindu ka dharm, Musalman ka Iman, Adha Hindu adha Musalman

مضمون نگار نے اسلامی روایات کی خصوصیات، اسلامی اخلاق و کردار اور میل ومحبت بھرے پیغامات کا ذکر کرتے ہوئے اس طرح لکھا ہے کہ

"یہ محاورات اسلامی تاریخ کے ابتدائی دنوں سے آج تک موجود ہندو اور مسلمان کے درمیان محبت کے رشتوں کو خوب بیان کرتے ہیں۔ کس طرح صداقت اور شفقت ورحم دلی کے ساتھ قیادت کا فرض انجام دیا جاتا ہے یہ جذبہ کوئی حضرت امام حسین علیہ السلام سے پوچھے یہ وہ جذبہ تھا جس کی بنیاد پر حضرت امام حسین علیہ السلام پوری انسانیت کی سرپرستی فرمائی۔ اور ہر دل میں ان کے لئے خاص مقام ہے۔ کربلا کی جنگ وہ ایک فاتح کی حیثیت سے شامل تھے مگر ان کو قربانی دیکر انسانیت کا سربلند کرنا تھا اس لئے ہم انہیں شکست خوردہ تسلیم نہیں کر سکتے ہیں۔ اگرچہ لوگوں نے غداری کر کے ان کے تابناک سفر زندگی کو زیر کرنے کی کوشش کی مگر امام حسین علیہ السلام اپنی محبتوں، شفقتوں، سچائیوں کے ساتھ ہمیشہ کے لئے ایک نہ مٹنے والی تاریخ بن گئے۔ یہی تابناک تاریخ تھی کہ "سبھاش چندر بوس" نے کوہمہ میں "برٹش انڈین آرمی" کے خلاف INA آئی این اے کی آخری جنگ میں سچائیوں کے ساتھ لڑی گئی جنگ اور ایثار وقربانی کے جذبے امام حسین علیہ السلام کے مثالی کردار کو نظر میں رکھ کر جنگ جیتنے کی مدد حسین کی بارگاہ میں طلب کی"۔

ان کی اصلا عبارت اس طرح ہے

That itself explains the relationship between hindus and Muslims from the early days of islamic history. People are led by righteousness and compassion and that was the

spirit with which the holy Imam HUSAIN led humanity- a victor in war but forced to b e sacrificed in a battle. I would never say defeat in a battle, for he was no defeated. It was treachery that was used to curb his mortal journey, but he became immortal with his love, compassion and righteousness, so much that even subhash Chandra Bose in the last battle of INA against the British Indian Army at Kohima had invoked the spirit of battle for righteousness and the exemplary role of holy Imam HUSAIN.

باہمی محبتوں کا ذکر کرتے ہوئے وہ لکھتے ہیں کہ یہی اسلام کی حقیقی روح ہیں جو حسین علیہ السلام نے سب کے سامنے رکھی ہے یہ کہ ہم ایک ہی شجر کی دو ٹہنیاں ہیں۔ سچائیاں، شفقتیں اور محبت و پیار کا جذبہ ہی ہم کو امام حسین علیہ السلام کا سچا شیدائی بنا سکتا ہے اور امام حسین علیہ السلام سے محبت کرنے والا ہی اسلام پر حقیقی عمل کرنے والا ہوتا ہے۔ عبارت ذیل میں ہے۔

This is the true spirit of Islam that he had shown for whom the Holy Prophet, PBUH had once said,"we ar two branches of the same tree"

To be in the spirit of truth, compassion and love is the spirit of Imam HUSAIN and only then can we truly be practitioners of Islam in the right spirit.

تعزیہ شریعت کی روشنی میں

مولانا سید منور علی

تعزیہ یا تعزیہ داری کے جواز پر دلائل شرعی پیش کرنے سے قبل مناسب ہے کہ پہلے یہ سمجھ لیا جائے کہ تعزیہ کیا ہے؟

تو عرض ہے کہ مسلمانان ہند کی اصطلاح میں ''تعزیہ ہے حضرت امام حسین اور اہلبیت علیہم السلام کی تربتوں کی نقل جو محرم کے دنوں میں بطور یادگار کاغذ اور بانس وغیرہ سے بناتے ہیں''۔ (فیروز اللغات)

غرض تعزیہ شریف روضۂ امام عالی مقام علیہ السلام کا تصوراتی نقشہ ہے اسے بنانا، چومنا اور تعظیم کرنا جائز ہے جیسے کہ دوسرے آثار و تبرکات کے نقشوں کو چومنا اوران کی تعظیم کرنا صحیح و درست ہے۔ اور نقشہ بنانا اس کو چومنا اور اس کی تعظیم کرنا حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم نیز بزرگان دین کے آثار سے ثابت ہے اس سلسلہ میں یہاں سب سے پہلے ہم ایک حدیث نقل کرتے ہیں جس سے اس امر پر خاص روشنی پڑیگی کہ شریعت مطہرہ میں تصور، نقشہ اور نسبت کی کیا حیثیت ہے؟

چنانچہ حدیث شریف میں آیا ہے

ان رجلا جآء الی النبی صلی اللّٰہ علیہ ولم قال یا رسول اللّٰہ! انی حلفت ان اقبل عتبتہ باب الجنتہ فامر النبی صلی اللّٰہ علیہ ولم ان یقبل رجل الام و جبھۃ الاب و یری انہ قال یا رسول اللّٰہ! ان لم یکن لی ابو ان؟ فقال قبل قبرھما قال فان لم اعرف قبرھما قال خط خطین و انوبان احدھما قبر الام والآخر قبر الاب فقبلھما فلا تحنث فی یمینک۔

(رواہ فی کفایت الشعبی و مغفرۃ الغفور)

ترجمہ: بیشک ایک شخص حاضر ہوئے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں۔ تو عرض کیا انہوں نے یا رسول اللہ بیشک میں نے قسم کھائی ہے کہ میں بوسہ دوں گا جنت کی چوکھٹ کو۔ تو حکم فرمایا پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کہ چومو پاؤں ماں کے اور پیشانی باپ کی ۔ اور روایت کیا جاتا ہے کہ بیشک انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! اگر نہ ہوں میرے والدین۔ تو فرمایا پیارے نبی نے کہ چوم لو والدین کی قبروں کو۔ انہوں نے عرض کیا نہیں پہچانتا میں والدین کی قبروں کو۔ فرمایا پیارے نبی نے کہ کھینچ لو دو لکیریں اور نیت کرلو کہ ایک ان دونوں میں کی ماں کی قبر ہے اور دوسری باپ کی قبر پھر چوم لو دونوں لکیروں کو تو حانث نہیں ہوگا اپنی قسم کے بارے میں یعنی قسم پوری ہو جائیگی۔ (جامع مداری شریف جلد اول صفحہ 1096)

مسلمانو! کتنا صاف ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ والہ وسلم ہے کہ دو لکیریں کھینچ لو اور نیت (تصور) کرلو کہ ان میں سے ایک باپ کی قبر ہے اور دوسری ماں کی اور دونوں کو چوم لو کیا اس حدیث سے ہم کو یہ سبق نہیں ملتا کہ بزرگوں کے مزارات وغیرہ کے نقشے بنانا اور قبر وغیرہ کا تصور کرنا اور اس کو اسی تصور اور نسبت کی بنیاد پر چومنا اور اس کی تعظیم کرنا درست ہے؟ اور نہ صرف درست بلکہ عین منشاء نبوت کے مطابق ہے۔

انصاف کے ساتھ بتائیں کہ کھینچے ہوئے خط (لکیریں) کیا ہو بہو قبروں کے نقشے ہیں؟ اگر نہیں ہیں؟ اور بیشک نہیں ہیں! تو پھر مان لینا چاہئے کہ تعزیہ شریف بھی اگر چہ روضۂ امام پاک کا ہو بہو نقشہ نہ ہو مگر اپنے تصور و خیال کے اعتبار سے وہ روضۂ امام عالی مقام کا نقشہ ضرور ہے اور اس کی نسبت چونکہ روضۂ امام سے کی گئی ہے لہذا نسبت کی بنیاد پر اس کو چوما بھی جائیگا اور اس کی تعظیم بھی کی جائیگی اور یہی عقیدت و ادب کا تقاضہ بھی ہے اس لئے کہ جو چیز اللہ والوں سے منسوب ہو جاتی ہے وہ "شعائر اللہ" قرار پاتی ہے جیسا کہ "ان الصفا والمروۃ من شعائر اللہ" کی بلیغ تفسیر سے ثابت ہے اور اس کی تعظیم کا درس ہم کو قرآن کریم دیتا ہے چنانچہ ارشاد ہوا" ومن یعظم شعائر اللہ فانها من تقوی القلوب "جس نے اللہ کی نشانیوں کی تعظیم کی پس بیشک وہ دلوں کے تقویٰ کی وجہ سے ہے سر دست ایک عاشق رسول کا ایمان افروز واقعہ بھی ملاحظہ فرمالیں اور غور کریں کہ اہل عشق و اہل عقیدت و محبت کی کیا شان ہوتی ہے۔

امام عبدالرحمن بن عبدالسلام صفوری شافعی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں

کسی عاشق رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا بیان ہے کہ وہ ظالم بادشاہ کے خوف سے جنگل میں چلا گیا وہاں جا کر اس نے ایک خط کھینچا (لکیر کھینچی) اور اسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا مزار تصور کر کے ایک ہزار بار آپ کی خدمت میں صلوٰۃ وسلام پیش کیا پھر یوں دعا مانگی الٰہی صاحب مزار حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کو تیری بارگاہ میں وسیلہ بنا کر عرض کرتا ہوں مجھے اس ظالم بادشاہ سے نجات عطا فرما۔ ہاتف غیبی نے پکارا، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کتنے اچھے شفاعت فرمانے والے ہیں اگر چہ مسافت بہت ہے لیکن وہ اپنی شان و عظمت، کرامت و منزلت کے باعث بہت قریب ہیں۔ جاؤ تمہارے دشمن کو ہم نے ٹھکانے لگا دیا۔ جب وہ واپس پلٹا تو پتہ چلا بادشاہ مر چکا ہے۔

(زینۃ المحافل، ترجمہ، نزہۃ المجالس، ج2 ص398)

اہل انصاف غور فرمائیں ایک عاشق رسول نے کس طرح "لکیر" بنا کر اس کو قبر رسول تصور کر کے اس پر درود خوانی کی اور صاحب قبر کے وسیلہ سے دعا مانگی اور اس کی دعا قبول بھی ہوئی جب عجلت میں بنائی ہوئی ایک لکیر کا یہ حال ہے کہ اسے قبر رسول تصور کرنے کی وجہ سے وہاں اس کی دعا قبول ہوگئی تو روضۂ امام پاک کے تصوراتی نقشہ تعزیہ شریف جو کہ انتہائی اہتمام، محنت، شوق اور حسن عقیدت سے بنایا گیا ہے اس کے پاس فاتحہ خوانی کرنے یا صاحب تعزیہ حضور امام عالی مقام سے مدد مانگنے یا تعزیہ شریف کے پاس ان کے وسیلہ سے مدد مانگنے میں شرعاً کون سی قباحت ہوگی؟ اچھی طرح یاد رکھیں نہ تو شرعاً کوئی قباحت ہے۔ اور نہ ہی کوئی اس پر دلیل شرعی پیش کر پائیگا۔ مسائل شرعیہ کسی مولوی مفتی کی محض فکر سے حل نہیں ہوتے اور نہ ہی کسی مفتی کی فکر کا نام شریعت ہے۔ شریعت میں تصوراتی نقشہ کی ایک اور مثال بھی ملاحظہ فرمالیں۔

مکہ مکرمہ ''منیٰ'' میں تین پتھر کھڑے ہوئے ہیں جو نہ تو خود شیطان ہیں اور نہ ہی شیطان کا جسمانی نقشہ ہیں، مگر انہیں شیطان کہا جاتا ہے اور ان پر رمی جمار کیا جاتا ہے (کنکریاں ماری جاتی ہیں) اور شیطان کو کنکریاں مارنا کہا جاتا ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں ''تم شیطان کو رجم کرتے اور ملت ابراہیم علیہ السلام کی اتباع کرتے ہو'' اگر خدائے پاک نے نظر انصاف عطا فرمائی ہو تو سمجھنے کی کوشش کریں ابراہیم علیہ السلام نے تو شیطان کو کنکریاں ماری تھیں اور ہم شیطان کا تصور کر کے پتھروں کو کنکریاں مارتے ہیں اور اسے حدیث میں شیطان کو رجم کرنا بتایا گیا ہے۔

روضۂ امام پاک سے مشابہت نہ رکھنے والے تعزیوں پر انگریزوں کے دور سے جو اعتراض کئے جانے لگے ہیں کہ طرح طرح کی تراشیں نکال لیں جو روضۂ امام پاک کا نقشہ نہیں ہیں۔ کیا یہی اعتراض اوپر مذکور حدیث اور واقعہ پر نہیں ہوتا ہے کہ کہاں تو شبیہ قبر اور کہاں یہ لکیر اس لکیر کو قبر کے نقشہ سے کیا مناسبت؟ اور کیا یہی اعتراض رمی جمار پر نہیں ہوتا ہے کہ کہاں تو شیطان کو کنکریاں مارنا اور کہاں ان پتھروں کو کنکریاں مارنا جو شیطان کے جسمانی نقشہ سے بھی مشابہ نہیں ہیں۔ دیکھا آپ نے شریعت میں تصوراتی نقشہ کو کتنی اہمیت حاصل ہے؟ اچھی شی اور بری شی دونوں طرح کے تصوراتی نقشوں کی مثال موجود ہے اور جس نقشہ کی جیسی نسبت ہے اس کے ساتھ ویسا ہی سلوک کرنے کا درس بھی ہے۔

کسی شی کے نقشے یا تصویر کا فائدہ یہ کہ اسے دیکھ کر ذہن اصل کی طرف چلا جاتا ہے۔ اور بڑی عجیب ہے یہ بات کہ تعزیہ خواہ لمبا ہو یا چھوٹا ہو، پتلا ہو یا چوڑا ہو، گول ہو چوکور ہو یا ہرا، نیلا، پیلا، کالا، سفید غرض کسی بھی نقشے یا کسی بھی رنگ کا ہو دیکھنے والا اسے دیکھتے ہی سمجھ جاتا ہے کہ یہ تعزیہ ہے، روضۂ امام پاک کا نقشہ ہے، شہداء کربلا کی یادگار ہے۔ فللّٰہ الحمد و نقشہ کا جو فائدہ ہے یہاں مختلف نقشوں میں موجود لہٰذا نقل مطابق اصل نہ ہونے کا خسران بھی مفقود اور اس کے عدم جواز کا قول بھی مردود غرض تعزیہ شریف بنانا شرع شریف کی روشنی میں جائز بلکہ مستحسن ہے پھر خواہ وہ روضۂ امام پاک کا نقشہ ہو یا نہ ہو دونوں صورتوں میں نسبت حسینی کی وجہ سے اس کی تعظیم کی جائیگی اس کی زیارت کرنا بزرگان دین کی سنت ہے اس کے قریب فاتحہ خوانی کرنا بھی جائز ہے اور دعائیں مانگنا منتیں مانگنا بھی جائز اور ناجائز و حرام کہنا بلا دلیل ہے شریعت میں جس کی کوئی حیثیت نہیں، بلکہ اسے ناجائز و حرام کہنا ہی ناجائز و حرام ہے کہ یہ شریعت مطہرہ پر افتراء ہے۔

تعزیہ داری میں کیا جائز کیا ناجائز

تعزیہ داری جائز ہے اسے حرام کہنا شریعت مطہرہ پر افترا ہے جس سے توبہ لازم تعزیہ اگر نقشۂ روضۂ امام عالی مقام ہو تو بہت بہتر اور اگر روضۂ امام پاک سے مشابہ نہ بھی ہو تب بھی جائز ہے کیونکہ وہ غیر جاندار کا نقشہ ہے جو شرع شریف سے ممنوع و حرام نہیں ہاں اس میں دلدل وغیرہ کسی جاندار کی تصویر لگانا جائز نہیں ہے۔ تعزیہ کی تعظیم نسبت حسینی کی وجہ سے کی جائیگی یہ مباح اور مستحسن امر ہے کہ شی اپنی نسبت کی وجہ سے ممتاز ہو جاتی ہے پھر نسبت خواہ خدا کی طرف سے حاصل ہوئی ہو (جیسے سادات کرام کی نسبت) یا پھر انسانوں نے منسوب کر دیا ہو (جیسے پیری مریدی کی نسبت، ازدواجی نسبت وغیرہ) بہر حال شریعت مطہرہ میں

دونوں طرح کی نسبتوں کا اعتبار کیا گیا ہے اور اسی کے مطابق احکام جاری ہوتے ہیں تعزیہ میں یا کسی بھی جگہ خواہ کسی بزرگ کا مزار ہو یا مسجد، بازار ہو یا گھر، شادی بیاہ وغیرہ کی تقریب ہو یا موت کا سانحہ بہر حال عورتوں کا بے پردہ ہو کر جانا شرکت کرنا سب فعل حرام ہیں لیکن پردہ کے ساتھ عورت تعزیہ کی بھی زیارت اسی طرح کر سکتی ہے جس طرح باپردہ وہ مزار پر جاسکتی ہے شادی بیاہ وغیرہ کی تقریب میں شامل ہوسکتی ہے یا اپنے پیرومرشد کی زیارت کر سکتی ہے۔تعزیہ کا جلوس نکالنا گلیوں میں گشت کرانا جائز بلکہ بہتر ہے تاکہ پردہ نشینوں کو چوک پر جا کے زیارت تعزیہ کی ضرورت نہ رہ جائے یا زیارت سے محرومی نہ رہ جائے اعلان کے لئے نقارہ بجانا جائز ہے ابتداء تعزیہ شریف کے آگے آگے ڈھول اسی مقصد سے بجایا جاتا تھا کہ جنہیں خبر نہ ہو وہ خبردار ہو جائیں اور پردہ نشینیں ڈھول کی آواز سن کر سمجھ جائیں کہ تعزیہ آرہا ہے اور وہ اپنے دروازوں، کھڑکیوں اور جھروکوں سے تعزیہ شریف کی زیارت کیلئے تیار ہو جائیں اس دور میں لاؤڈ اسپیکر ایجاد نہیں ہوا تھا لہٰذا تعزیہ کے اعلان کے لئے ڈھول ہی علامت بن گئی تب سے آج تک مروج ہے ہاں جن جہلا نے اس صحیح رسم کا ناجائز فائدہ اٹھا کر نفس پرستی اور لہو ولعب کے لئے بجانا شروع کر دیا وہ یقیناً حرام ہے اس غیر شرعی اور بیہودہ طریقہ سے پرہیز کیا جائے اور ایسا کرنے والے توبہ بھی کریں کہ ایک تو حرام اوپر سے امام عالی مقام سے منسوب تعزیہ شریف کے ساتھ تعزیہ میں فنون جنگ تلوار لاٹھی وغیرہ کا مقابلہ ومظاہرہ جائز ہے کہ فنون جنگ سیکھنا سنت سے ثابت ہے۔حالات حاضرہ کے پیش نظر ہمارے لئے ضروری ہے کہ بزرگوں کے رائج کئے ہوئے اکھاڑوں کو قائم رکھیں اور نوجوانوں کو اس فن کی تربیت ومشق کرائیں تاکہ ہندوستانی مسلمان ایک دم برما کے مسلمانوں کی طرح صرف مار کھانے بھر کے نہ رہ جائیں۔خیال رہے فنون سپہ گری کی مشق اور اس کے مظاہرہ نیز مسلمانوں کے جوش جہاد اور یادگار نواسۂ رسول و شہدائے کربلا پر مر مٹنے والے جذبہ سے خوفزدہ ہو کر ہی انگریز چاہتے تھے کہ تعزیہ داری بند ہو جائے اور مسلمان نہیں باز آئے تو تعزیہ داری کی بگڑی ہوئی صورت کو اور زیادہ بگاڑ کر پیش کر کے فتوے جاری کرائے ورنہ انگریزوں سے پہلے یہاں کے سارے ہی کلمہ گو تعزیہ دار تھے۔تعزیہ شریف کی تعظیم کرنا اس کے سامنے باادب کھڑے ہو کر نیاز فاتحہ کرنا دعا مانگنا جائز ومستحسن ہے۔تعزیہ کے جلوس میں نعت منقبت پیش کرنا مستحسن ہے ماتم اور سینہ کوبی شعار روافض ہے اور حرام ہے بہتر ہے کہ تعزیہ شریف کو بعد ادائے رسم آئندہ کے لئے کسی خاص جگہ میں محفوظ کر لیا جائے ورنہ دفن کر دینا اور دریا برد کر دینا بھی جائز ہے کہ یہ بھی تعظیم ہی کی ایک شکل ہے جس طرح قرآن کریم کے اوراق پارینہ وبوسیدہ کو بے ادبی سے محفوظ کرنے کے لئے دفن کر دیا جاتا ہے یا دریا برد کر دیا جاتا ہے۔انصاف کا تقاضہ ہے کہ جو فعل خلاف شریعت ہو اسی کو حرام وناجائز کہا جائے اور اسے حسن تدبیر سے بند کرایا جائے نہ کہ فعل مباح ومشروع ہی کو حرام قرار دے دیا جائے کہ جائز کو ناجائز وحرام کہنا بھی بجائے خود ناجائز وحرام اور گناہ ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ سب کو دین کی صحیح سمجھ عطا فرمائے اور بلاوجہ امت مسلمہ کی تفسیق وتکفیر وتضلیل سے محفوظ فرمائے آمین!

فضائل عاشورہ

مولانا سید اظہر علی مداری (مکن پور شریف)

قارئین کرام! خالق کائنات نے زینت انسان کیلئے جس طرح حسین مناظر کائنات جیسے سیارگان فلک کی آب وتاب سے بھری انجمن پھر اپنے اپنے محور پر سب کا گردش کرنا نظم ونسق کائنات اللہ ربّ العزت نے صرف حضرت انسان کیلئے پیدا کیا اس گردش لیل ونہار کو اپنی منزل تک لانے پھر وہاں سے اگلے کوچ کیلئے ماہ سال بنائے اب سال میں بارہ مہینے بنائے ان عدۃالشھور عنداللہ اثناعشر مشھرامی کتاب اللہ بارہ مہینوں میں سب کے فضائل الگ الگ مگر ان میں چار مہینے اشھر الحرم ایسے ہیں جو انتہائی حرمت وعظمت اور برکت والے ہیں ان میں ماہ محرم الحرام پھر اس میں عاشورۂ محرم ہے جو بے پناہ خیر وبرکت کا حامل ہے محرم الحرام تقدیس وتحریم کی اس اونچی اور عالی مرتبت بلند وبالا فلک بوس چوٹی کا نام ہے جس پر تمام اشھر الحرم رشک کناں ہیں اس مقدس مہینہ کی دسویں تاریخ کو حضرت آدم سے لیکر شہادت امام عالی مقام علیہ السلام تک یوم عاشورہ کا مقام ومرتبہ والذکرھم بایام اللہ کی تفسیر بن گیا۔

ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت میں اس دن کثرت سے عبادات وریاضات اور روزہ کی فضیلت کا اہتمام موجود ہے اللہ کو یہ دن اتنا پیارا ہے کہ اس نے اپنے مخصوص کاموں کیلئے اسی دن کا انتخاب فرمایا چنانچہ اللہ نے یوم عاشورہ کو زمین وآسمان، لوح، وقلم، آدم، حوا کو پیدا فرمایا نیز حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تخلیق سعید کے بعد حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ بھی اسی دن قبول کی۔ حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی کو جودی کا کنارہ بھی اسی دن ملا۔ حضرت ادریس علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھی مکان علیا کی طرف اسی دن اٹھایا۔ حضرت ابراھیم علیہ السلام کو اسی دن خلیل بنایا گیا۔ حضرت داؤد علیہ السلام کو اسی دن تمغہ سے سجایا گیا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کو اسی دن دوبارہ حکمرانی سلطانی بخشی گئی۔ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کا نکاح آسمانوں پر اسی روز ہوا۔ اسی روز حضرت سیدنا امام حسین علیہ السلا اور آپکے رفقاء وانصار کو اور نونہالوں ونوجوانوں کو بھائیوں کو بھتیجوں کو بھانجوں کو گھر پریوار خاندان وکنبہ وغیرہ کو نہایت بے دردی کے ساتھ شہید کیا گیا۔ اسی دن قیامت قائم ہوگی۔

حدیث شریف کے مطابق محرم الحرام کا مہینہ اللہ ربّ العزت کا مہینہ ہے ماہ محرم کے دامن میں بے شمار پیغامات و تعلیمات اور آثار وحقائق پوشیدہ ہیں جو اک سچے مسلمان کی زندگی کے مختلف مرحلوں میں رہنمائی کرتے ہیں اسی عاشورہ محرم کو احیائے اسلام کا جو پرسوز واقعہ پیش آیا وہ شہادت امام حسین علیہ السلام ہے جسے محض ایک تاریخی واقعہ کہنا جرم اعتقادی اور معصیت ایمانی ہے بلکہ مذہب اسلام کو زندگی دینے اور انسانی اقدار کے تحفظ اور طاغوتی نظام کا سیاہ چہرہ بے نقاب کرنے کیلئے ایسا انقلاب آفریں اقدام تھا جس کی مثال تاریخ کے کسی دور میں نہیں ملتی اس لئے اس واقعہ کو یاد کر کے ہمیں ان پہلوؤں پر غور کرنا چاہیے جن میں ہمارے لئے نصیحت وعبرت موجود ہے امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کا خون آشوب منظر آنکھوں کے سامنے رہنا چاہئے عاشورہ شریف کو اس شہزادۂ گلگوں قبا وآل واعوان کی جان نثاریوں کو خوب خوب یاد کرنا چاہئے۔

محرم الحرام سے ہی اسلامی سال کا آغاز ہوتا ہے اس لئے یہ مہینہ اس بات کی دعوت بھی دے رہا ہے کہ اپنے گزشتہ سال کا محاسبہ کیا جائے اور یہ عہد بھی دوہرایا جائے کہ گزشتہ سال میں دینی واخلاقی اعتبار سے جو کمیاں رہ گئیں انہیں امسال یقینی

طور پر دور کر لیا جائے اور اسی طرح اک نئے جوش و عزم کے ساتھ دینی و اخلاقی دونوں محاذوں پر استقامت کا مظاہرہ کیا جائے اب اس مہینہ کے اس خاص دن کو دیکھیں جسے ہم اور آپ عاشورہ کے نام سے جانتے ہیں عاشورہ کا دن اپنے اندر بے پناہ خوبیاں رکھتا ہے مثلاً حدیث پاک کے مطابق عاشورہ کا روزہ سال بھر کے گناہوں کا کفارہ ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا ارشاد ہے کہ محرم الحرام بہت ہی بابرکت مہینہ ہے اور شب عاشور نیز یوم عاشور کی عبادت کے بے حد فضائل ہیں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ محرم کا چاند دیکھ کر چار مرتبہ سورہ اخلاص پڑھ کر اپنے اوپر دم کرنا بہت افضل ہے محرم کی پہلی شب بعد نماز عشاء آٹھ رکعت نماز چار سلام سے پڑھے اور ہر رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد سورہ اخلاص گیارہ گیارہ مرتبہ پڑھو انشاء اللہ تعالیٰ اس نماز کی برکت سے روز محشر اللہ ربّ العزت اس نماز پڑھنے والے اور اس کے گھر والوں کی شفاعت فرمائے گا۔

نوافل شب عاشور

عاشور کی شب بعد نماز عشاء چار رکعت نماز دو سلام سے پڑھے ہر رکعت میں سورۃ فاتحہ کے بعد آیت الکرسی تین تین مرتبہ اور سورہ اخلاص دس دس بار پڑھے بعد سلام سورہ اخلاص سو مرتبہ پڑھ کر اپنے گناہوں کی توبہ کرے اور پروردگار سے بخشش طلب کرے انشاء اللہ خداوند کریم اپنی رحمت کاملہ سے اس پڑھنے والوں کے تمام گناہ معاف فرمادے گا محرم الحرام کی پہلی شب سے شب عاشورہ تک روزانہ بعد نماز عشاء ایک سو مرتبہ کلمہ توحید واسطے بخشش گناہ افضل ہے یوم عاشورہ میں کسی وقت باوضو ہو کر ستر مرتبہ حسبنا اللّٰہ نعم الوکیل پڑھے مغفرت گناہ کے لئے یہ وظیفہ پڑھنا بھی بہت افضل ہے حدیث پاک میں ہے کہ عاشورہ کے دن اپنے اہل و عیال کے ساتھ غرباء و مساکین پر خرچ کرنا سال بھر کے کشادگیٔ رزق کا باعث ہے۔

(شعیب الایمان حدیث 3515)

ایک حدیث پاک کے مطابق ماہ رمضان المبارک کے بعد نفلی روزوں میں سب سے افضل عاشورہ کا روزہ ہے انبیاء و مرسلین علیہم السلام نے یوم عاشورہ کا باضابطہ روزہ رکھا اور خود سرکار کائنات صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ماہ رمضان المبارک کے روزوں کے ساتھ عاشورہ کے نفلی روزے کا خاص اہتمام فرمایا اور اپنی امت کو بھی اس روزے کی ترغیب فرمائی اللہ کے پیارے رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ یہ جس نے ذی الحجہ کے آخری اور محرم کے پہلے دن روزہ رکھا تو اس کا کے گزشتہ سال کو روزے پر ختم کیا اور اور آنے والے سال کا روزے سے آغاز کیا اسے اللہ ربّ العزت اس شخص کے لئے پچاس سال کا کفارہ بنا دے گا ایک شخص حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور عرض کیا اے ابن عم رسول اللہ عاشورہ کب ہے آپ نے جواب دیا۔

ترجمہ: جب ماہ محرم آجائے تو دسویں دن روزہ رکھو اس لئے کہ وہی یوم عاشورہ ہے سائل نے کہا کیا اس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم بھی روزہ رکھتے تھے حضرت ابن عباس نے فرمایا ہاں آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم بھی اسی طرح روزہ رکھتے تھے لہذا محرم اور عاشورہ کے دن مسنون الحال کے ساتھ امام حسین علیہ السلام کی عظمت و رفعت ان کی سیرت و اخلاق انکی شہادت انکے صبر و تحمل کے بیان کے لئے یاد حسین علیہ السلام میں مجلس کا انعقاد کرنا چاہئے تاکہ حسین پاک اور خاندان مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ان پھولوں کی مہک سے دنیائے اسلام مستفیض ہوتی رہے۔

حق اور باطل کی جنگ

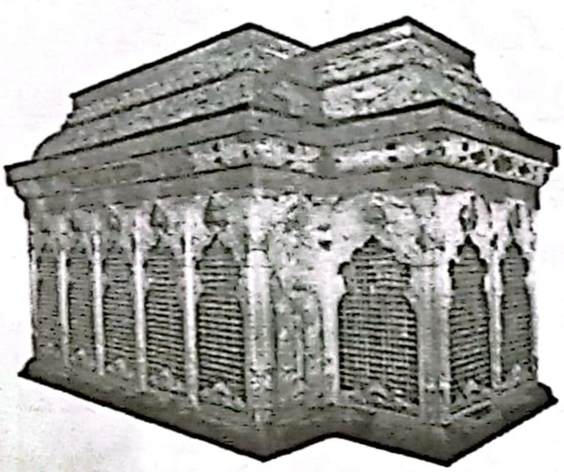

مولانا تبریز رضا۔ کربلائے معلیٰ عراق

ہر واقعہ ہر معرکہ ہر تنازع ہر جنگ ہر رسہ کشی اور ہر کشمکش کوئی نہ کوئی پس منظر رکھتی ہے جو واقعہ رونما ہوگا اور جو معرکہ ظہور پذیر ہوگا یقیناً اس کی تہہ میں کوئی نہ کوئی بنیادی راز پنہاں ہوگا اور اس کا اظہار و شہود کسی نہ کسی غرض کے ماتحت عمل میں آیا ہوگا اور واقعہ کربلا جو تاریخ اسلام ہی نہیں بلکہ تاریخ عالم کا ایک عظیم واقعہ ہے۔ اور تاریخ گواہ ہے دعوت ذوالعشیر ہ سے فریضہ تبلیغ اسلام کی ادائیگی شروع ہوگئی اور اتنا زور پکڑا کہ دنیا حیران رہ گئی۔ لیکن یہ واضح رہے کہ جوں جوں تبلیغ کو فروغ ہوتا رہا ویسے پیغمبر اسلام اور امام الانام کی دشمنیاں بھی لوگوں کے دلوں میں ترقی کرتی رہی۔ اور حملے پر حملے کرتے رہے اور آپ کی تبلیغ کو مٹانے کی کوشش کرنے لگے اور آپ نے اپنے اور اسلام کے تحفظ کیلئے دفاعی جہاد کئے اور جنگ بدر و اُحد، خندق و خیبر واقع ہوئیں۔ بھلا وہ کون سی طاقت تھی جو شیر خدا علی المرتضیٰ کی شمشیر کی تاب لا سکتی۔ بالآخر سینکڑوں کفار حلقہ بگوش مسلمان ہوگئے اور دنیا اسلام کا لوہا مان گئی۔

کس قدر افسوس کی بات ہے جس نے انہیں مسلمان کیا اسی کو تباہ کرنے کی کوشش کرتے رہے اور دل و جان سے سعی کرتے رہے کہ علی علیہ السلام اولاد و اولاد علی علیہ السلام دنیا میں باقی نہ رہے۔

الغرض یزید ابن معاویہ ۶۰ھ میں برسر اقتدار ہوگیا اور اس نے تخت و تاج سنبھالتے ہی تکمیل جانشینی کے زعم میں نسلی جذبات انتقام کو عمل اور زبان سے ظاہر کیا اور یزید نے صاف لفظوں میں کہا کہ

لستُ من خندق ان لم انتقم
من بنی احمد ما کان فعلِ

یعنی میں بنی خندق سے نہیں اگر آلِ محمدؐ سے بدر و اُحد کے کارناموں کا بدلہ نہ لے لوں۔

قاضی قسطنطنیہ شیخ سلیمان قندوزی بلخی اپنی کتاب ینابع المودۃ طبع مصر ص ۳۴۶ پر لکھتے ہیں کہ یوم عاشورہ امام حسین علیہ السلام نے مجمع عام کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا أیها الناس یہ بتاؤ کہ میں نے کون سی سنت بدل دی ہے اور شریعت کے کس حکم کو بدلا ہے جس کے عوض تم مجھے قتل کر رہے ہو۔

فقالوا له انا نقتلک بغضاً لابیک، اے حسین تم نے کچھ نہیں کیا لیکن ہم تمہارے باپ دادا کے بغض میں تمہیں قتل کرتے ہیں۔

اس بیان سے ظاہر ہوتا ہے کہ واقعہ کربلا کے پس منظر میں کیا تھا۔ اور روز روشن کی طرح واضح ہو جاتا ہے کہ کربلا کا واقعہ پیغمبر اسلام اور حضرت امام علی علیہ السلام کی تبلیغی سرگرمیوں کے انتقامی نتائج ہیں۔

یزید تخت نشین ہوا مورخ طبری کا بیان ہے کہ یزید نے ولید بن عقبہ والی مدینہ کولکھا کہ حسین سے میری بیعت لے لو اور اگر وہ انکار کریں تو ان کا سر کاٹ کر میرے پاس بھیج دو۔ چنانچہ ولید بن عقبہ نے امام حسین رضی اللہ عنہ کو دربار میں بلایا اور امام چند بنی ہاشم کے ہمراہ تشریف لے گئے معاویہ کی موت کی خبر سنائی پھر اس کے بعد ولید نے یزید کا بھیجا ہوا حکم پیش کیا۔ آپ نے بروایت الخفری فرمایا مثلی لا یبائع سِرّا مجھ جیسا شخص یزید کی بیعت چھپ کر نہیں کر سکتا میں غور کرونگا ولید سے بات چیت کرنے کے بعد آپ روانگی کے لئے اٹھے تو مروان علیہ اللعن نے ولید کو مخاطب کر کے کہا کہ حسین سے یہیں بیعت لے لو اگر یہ نکل گئے تو پھر ہاتھ نہ آئیں گے۔ یہ سننا تھا کہ امام حسین علیہ السلام کو غیظ آ گیا آپ نے فرمایا مروان کس کی مجال ہے جو حسین کو ہاتھ لگا سکے۔ امام حسین رضی اللہ عنہ کی آواز کا بلند ہونا تھا کہ بنی ہاشم کے وہ نوجوان جو دربار سے باہر حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی ہمراہی میں موجود تھے دربار میں داخل ہو گئے اور امام حسین رضی اللہ عنہ نے ان بپھرے ہوئے شیروں کو سنبھالا اور واپس تشریف لائے۔

گھر پہنچنے کے بعد عواقب پر غور کرنے لگے اور سوچنے لگے اب مجھے کیا کرنا چاہئے آیا مدینہ میں قیام کروں یا کہیں چلا جاؤں بہت ہی سوچ بچار کے بعد آپ نے فیصلہ کر لیا کہ مدینہ چھوڑ دینا چاہئے۔ رات کی تاریکی کے پردے میں جد نامدار حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور والدہ ماجدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا اور بڑے بھائی حضرت حسن علیہ السلام کے روضہ سے رخصت ہو کر ۲۸ رجب کو صبح ہوتے ہوئے اپنے اہل وعیال کو ہمراہ لے کر مدینہ منورہ سے بارادہ مکہ معظمہ روانہ ہو گئے چار ماہ مکہ معظمہ میں گزارے۔ اس دوران میں کوفہ والوں کے بارہ ہزار خطوط پیغامات اور دعوت نامے پہنچے۔

المختصر۔ امام حسین علیہ السلام ابھی اسی فکر میں تھے کہ کیا کریں آپ نے تفحص حالات کیلئے اپنے بھائی مسلم بن عقیل کو کوفہ روانہ کیا۔ ناگاہ حج کا موقع آ گیا آپ نے احرام باندھا اور حج میں معلوم ہوا کہ دشمنوں کی فوج حاجیوں کے لباس میں احاطہ مکہ کے اندر مجھے قتل کرنا چاہتے ہیں آپ نے حج کو عمرہ میں تبدیل کیا اور کوفیوں کی دعوت پر کوفہ کیلئے روانہ ہو گئے۔ منزل زبالہ تک پہنچے تھے کہ ۹ ر ذی الحجہ ۶۰ھ کو شہادت حضرت مسلم کی خبر پہنچی آپ نے اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ پڑھا اس کے بعد آپ آگے بڑھے اور منزل شراف پر قیام فرمایا۔ تھوڑی دیر کے بعد حر ایک ہزار کا لشکر لئے آ پہنچا حر اور لشکر حر پیاس سے بے حال ہیں امام نے حضرت عباس کو حکم دیا کہ پانی پلاؤ مولا عباس نے انہیں اچھی طرح سیراب کرایا اور جانور کو بھی سیراب کرایا پھر حر نے کہا کہ حاکم کا سخت حکم ہے آپ کو ساتھ چلنا ہوگا۔

الغرض:۔ امام اسی گھیرے میں چل رہے تھے کہ ناگاہ آپ کے گھوڑے کے قدم رک گئے امام نے فرمایا محملیں اتارو اور خیمہ نصب کرو کیونکہ ہماری موت اسی جگہ بسیرا لے رہی ہے، دوسری محرم کو آپ وارد کربلا ہوئے ساتویں محرم سے آپ پر پانی بند کر دیا گیا۔ اور دسویں محرم کو آپ کو آپ مع جملہ اعزاء واقارب قتل کر دیئے گئے۔ آسمان نے لہو برسایا۔ اس کی سرخی ظاہر ہوگئی آفتاب کو گہن لگ گیا۔ عبادت میں مشغول ملائکہ کی صفیں درہم برہم ہو گئیں۔ درختوں سے خون ٹپکا فضاء تاریک ہوگئی زمین میں زلزلہ آیا۔ پہاڑ اضطراب میں خم ہو گئے ہواؤں میں اڑنے والے پرندے زمین پہ گر پڑے مچھلیاں پانی سے باہر آ گئیں دریا پھٹ گئے اور ان میں سے بعض دوسرے دریاؤں سے مل گئے اور زمین

اوراس میں رہنے والے سب مضطرب ہوگئے۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے اس حالت کی اس طرح تعبیر فرماتے ہیں

انـہ حیـن ضـرب الحسین بالسیف ثم ابتداء الیه بقطع راسه .

یہ وقت تھا جب آپ کا جسم مبارک تلواروں کے زخم سے مجروح ہوا قاتل نے چاہا کہ سراطہر کو بدن سے جدا کرے اور امام حسین علیہ السلام کو تین مواقع پر تیغ ستم سے زخمی کیا گیا۔ ایک اس وقت جب آپ مرکب پر سوار تھے دوسرے اس وقت جب آپ سواری سے فرش زمین پر تشریف لائے اور تیسرے مرتبہ جب آپ زمین کربلا پر محو سجدہ تھے ایک تلوار سے مقام ذبح پر متعدد بار ضرب لگائی گئی جب سر مبارک کو تن سے جدا کرنے کا ارادہ کیا گیا تو چند آوازیں بیک وقت بلند ہوئیں۔ پس حسین علیہ السلام نے آواز دی۔

واقتل عطشاناً وجدی محمدن المصطفیٰ

کیا مجھے پیاسا قتل کروگے حالانکہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میرے جد ہیں۔

فردوس اعلیٰ سے ایک فرشتہ نے ندادی جس کے پر کھلے ہوئے تھے سمندر میں رہنے والوں کو یـا اهـل البـحـار البسوا أثواب الحزن فان فرخ الرسول مذبوح.

اے سمندروں میں رہنے والوں ماتم کا لباس پہن لو کہ فرزند رسول صلی اللہ علیہ وسلم ذبح کردئے گئے حضرت جبرئیل علیہ السلام نے نالہ وفریاد کئے۔ جملہ ملائکہ نے ہم آواز ہوکر یوں پکارا۔

الٰهـنـا وسيـدنـا هـذا بـالحسين صفيك وابن نبيك.

اے ہمارے پروردگار یہ مصائب حسین علیہ السلام پر نال ہو رہے ہیں حالانکہ وہ تیرا برگزیدہ بندہ اور تیرے پیغمبر کا فرزند ہے۔

لعنۃ اللّٰہِ علی القوم الظالمین

جملہ سجادگان خانقاہ عالیہ

سید بدیع الدین قطب المدار

مکن پور شریف کی جانب سے

سہ ماہی رسالہ

رہبر نور کے تاج دار کربلا نمبر

کی ہم مبارکباد پیش کرتے ہیں۔

اگلہ شمارہ مدار العالمین کے عرس عظیم کے خاص موقع پر نظر نواز ہوگا۔

ہم جملہ سنی مسلمانوں سے ادارہ رہبر نور سے مخلصانہ طور ر وابستگی کی دعوت دیتے ہیں۔

سید انتخاب عالم جعفری

سجادہ نشین مکن پور شریف

امیر المومنین سبط اکبر حضرت امام حسن علیہ السلام

آپ آخری خلیفہ راشد ہیں۔ ’’حسن‘‘ نام، ابو محمد کنیت، ریحانۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم، نبی پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بڑے نواسے، حضرت سیدہ فاطمہ سلام اللہ علیہا کے پہلے صاحبزادے ہیں۔

۱۵ ررمضان المبارک ۳ھ یکم اپریل ۶۲۵ء کو مدینہ منورہ میں ولادت ہوئی۔ حضرت مولائے کائنات علیہ السلام نے ’’حرب‘‘ نام رکھا تھا مگر رسول گرامی وقار علیہ السلام نے ’’حسین‘‘ نام رکھا۔ اور کنیت ابو محمد رکھی زمانۂ جاہلیت میں یہ نام معروف نہیں تھا۔

حضرت عکرمہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: حضور نبی پاک علیہ السلام نے حضرت امام حسن علیہ السلام کو کندھے پر اٹھایا ہوا تھا۔ ایک شخص نے کہا اے بچے! تو بہت اچھی سواری پر سوار ہے۔ حضور نبی پاک علیہ السلام نے فرمایا سوار بھی تو بہت اچھا ہے۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ نے حضرت امام حسن بن علی علیہ السلام کو کندھے پر اٹھایا ہوا ہے اور دعا فرما رہے ہیں۔

اے اللہ! میں اسے محبوب رکھتا ہوں تو بھی اسے محبوب رکھ۔

بخاری شریف میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: میں نے حضور نبی پاک علیہ السلام کو منبر شریف پر دیکھا حضرت امام حسن علیہ السلام آپ کے ساتھ تھے آپ کبھی صحابہ کی طرف توجہ فرماتے تھے اور کبھی ان کی طرف اور فرمایا یہ میرا بیٹا سردار ہے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے ذریعہ مسلمانوں کے دو گروہوں کے درمیان مصالحت کرادے گا۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے: حضور نبی پاک علیہ السلام صحابہ کرام کو نماز عصر پڑھا رہے تھے اور جب آپ سجدہ میں جاتے تو حضرت امام حسن آپ کی پشت مبارک پر کھیل رہے ہوتے کئی دفعہ ایسا ہوا صحابہ نے عرض کیا ہم نے آپ کو یہ معاملہ کسی اور سے کرتے ہوئے نہیں دیکھا فرمایا:

میرا بیٹا سردار ہے عنقریب اللہ تعالیٰ اس کے ذریعہ مسلمانوں کے دو عظیم گروہوں میں صلح کروائے گا‘‘۔

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے: حضرت امام حسن اہل بیت میں سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بہت زیادہ مشابہ اور بہت ہی محبوب تھے میں نے دیکھا کہ نبی پاک علیہ السلام سجدہ میں ہیں حضرت امام حسین آئے اور آپ کی گردن مبارک یا انہوں نے کہا آپ کی پشت مبارک پر سوار ہو جاتے آپ انہیں نہیں اتارتے تھے وہ خود ہی اتر جاتے تھے۔ میں نے آپ کو رکوع میں دیکھا آپ نے اپنے مبارک پاؤں میں اتنا فاصلہ کر دیا کہ وہ دوسری طرف گذر جاتے۔

بخاری شریف میں ہے حضرت ابو ملیکہ فرماتے ہیں حضرت عقبہ بن حارث رضی اللہ عنہ نے فرمایا: حضرت ابو بکر نے ہمیں عصر کی نماز پڑھائی پھر باہر نکلے تو حضرت حسن کو کھیلتے ہوئے دیکھا انہیں اپنی گردن پر اٹھالیا اور وہ کہہ رہے تھے حضور اکرم صلی اللہ علیہ

وسلم کی شبیہ پر میرے والد فدا ہوں یہ حضرت علی کے مشابہ نہیں ہیں اور حضرت علی ہنس رہے تھے۔

حضرت زہیر بن ارقم فرماتے ہیں حضرت امام حسن علیہ السلام خطبہ دینے کیلئے کھڑے ہوئے تو ایک شخص نے کھڑے ہو کر کہا! میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا آپ نے انہیں گود میں اٹھایا ہوا تھا اور فرما رہے تھے جسے مجھ سے محبت ہے، وہ ان سے محبت رکھے جو حاضر ہے وہ غائب کو پہنچا دے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی پاک علیہ السلام نے فرمایا:

اے اللہ! میں اسے محبوب رکھتا ہوں اور اس سے محبت کرنے والے کو محبوب رکھتا ہوں۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسا ارشاد کے بعد مجھے کوئی حضرت امام حسن سے زیادہ محبوب نہیں ہے۔

انہیں ہی سے روایت ہے! میں نے جب بھی امام حسن بن علی کرم اللہ وجہہ کو دیکھا میری آنکھیں اشکبار ہو گئیں اس کا سبب یہ تھا کہ ایک دن حضور نبی پاک علیہ السلام تشریف لائے میں اس وقت مسجد میں تھا۔ آپ نے میرا ہاتھ پکڑا مجھ پر ٹیک لگائی حتی کہ ہم قینقاع کے بازار میں آئے وہاں معائنہ فرما کر حضور واپس تشریف لائے اور مسجد میں بیٹھ گئے آپ نے میرا ہاتھ پکڑا پھر فرمایا میرے بیٹے کو بلاؤ حضرت امام حسن دوڑتے ہوئے آئے اور آپ کی گود میں بیٹھ گئے۔ حضور علیہ السلام نے ان کا منہ چومتے ہوئے فرمایا، اے اللہ میں اسے محبوب رکھتا ہوں اور اس کے محب کو محبوب رکھتا ہوں تین مرتبہ یہ کلمات فرمائے۔ک

کہتے ہیں کہ آپ نے پیدل دس حج کئے فرماتے تھے مجھے ابن رب سے حیا آتی ہے کہ میں اس کی بارگاہ میں اس حال میں حاضر ہو جاؤں کہ میں نے اس کے گھر کی طرف پیدل سفر نہ کیا ہو آپ نے تین مرتبہ اپنا آدھا مال راہ خدا میں صدقہ کیا ایک جوڑا جوتا رکھ لیتے ایک دیدیتے اور دو دفعہ تمام مال صدقہ کیا۔

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ خلفاء ثلثہ رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کے عہد میں

امیر المؤمنین حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور میں حضرت امام حسن علیہ السلام کی صغر سنی کا زمانہ تھا، اور آپ کے متعلق حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا طرز عمل ان کے ارشادات سے واضح ہے کہ ان کا ارشاد عام تھا کہ اہل بیت کے معاملہ میں سرور عالم کا خیال کرو ایک دن حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عصر کی نماز پڑھائی بعد میں حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہما اکٹھے مسجد سے نکلے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت امام حسن علیہ السلام کو بچوں کے ساتھ کھیلتے دیکھا تو محبت وشفقت سے اپنے کاندھوں پر اٹھا لیا۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے عہد خلافت میں جب دیوان (دفتر) اور بیت المال قائم کیا اور مسلمانوں کے لئے علیٰ قدر مراتب سالانہ وظیفے مقرر ہوئے تو سب سے زیادہ رقم ان بزرگوں کے لئے تجویز ہوئی جو غزوہ بدر میں شریک ہوئے تھے۔

حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہما اگرچہ غزوۂ بدر کے وقت رونق بخش جہاں بھی نہ ہوئے تھے تاہم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں وہ دونوں بھی بدری صحابہ کے برابر پانچ پانچ ہزار درہم وظیفہ پاتے تھے اس دیوان میں پہلا نام حضرت عباس کا دوسرا حضرت علی اور تیسرا حضرت امام حسن کا تھا۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا برتاؤ بھی حضرت امام حسن کے ساتھ شفقت آمیز تھا ان کے عہد خلافت میں وہ جوان ہو چکے تھے اس لئے مجاہدات میں بھی شریک ہوئے چنانچہ ۳۰ھ ہجری میں سعید بن العاص رضی اللہ عنہ کی ماتحتی میں طبرستان پر فوج کشی ہوئی تو حضرت امام حسن نے بھی اس میں حصہ لیا۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خلاف فتنے کا طوفان اٹھا اور باغیوں نے مدینہ منورہ میں ان کے مکان کا محاصرہ کر لیا۔ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت امام حسن کو حضرت عثمان کی حفاظت کے لئے متعین کر دیا اس مدافعت میں حضرت امام حسن زخمی بھی ہوئے سارا بدن خون سے رنگین ہو گیا باغی اس دروازے سے داخل نہ ہو سکے جہاں حضرت امام حسن علیہ السلام کا پہرہ تھا۔ تاہم وہ ایک دوسری دیوار پھاند کر اندر پہنچ گئے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو بہ حالت تلاوت قرآن پاک شہید کر دیا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ خلیفہ مقرر ہوئے۔

رمضان ۴۰ھ میں ابن ملجم نے حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ پر مہلک وار کیا۔ زخمی ہونے کے تین دن بعد ہی راہی بقا ہوئے۔

حضرت امیر المؤمنین سیدنا مولائے کائنات کی تجہیز و تکفین کے بعد کوفہ کی جامع مسجد میں حضرت امام حسین کے لئے بیعت خلافت ہوئی سب سے پہلے قیس بن سعد انصاری نے بیعت کے لئے ہاتھ بڑھایا اور کہا میں کتاب اللہ، سنت رسول اللہ اور مخالفین سے جنگ پر آپ سے بیعت کرتا ہوں۔ آپ نے فرمایا کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کافی ہے اور تمام شرائط پر حاوی ہے، قیس بن سعد کی بیعت کے بعد تمام اہل عراق نے بیعت کی اور رمضان ۴۰ھ میں حضرت امام حسن علیہ السلام مسند خلافت پر متمکن ہوئے۔

جب آپ مسند آرائے خلافت ہوئے تو چالیس ہزار سے زیادہ ایسے افراد نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی جنہوں نے حضرت علی مرتضیٰ کے ہاتھ پر آخری دم تک ساتھ دینے کی بیعت کی تھی۔ وہ لوگ حضرت امام حسن کے بہت فرمانبردار و محب تھے آپ تقریباً سات ماہ تک عراق، خراسان، یمن اور حجاز وغیرہ کے خلیفہ رہے پھر آپ نے جنگ کئے بغیر والیٔ شام سے صلح کر لی۔ اس خیال کے پیش نظر کہ مسلمانوں کا خون نہ بہایا جائے۔ جب حضرت امام حسین علیہ السلام رضائے الٰہی کے لیے خلافت سے دستبردار ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو اور آپ کے اہل بیت کو اس عوض خلافت باطنیہ عطا فرما دی حتی کہ ایک جماعت اس بات کی قائل ہے کہ ہر زمانہ میں قطب الاولیاء اہل بیت ہی سے ہوتا ہے اس میں اختلاف ہے کہ کیا پہلے قطب حضرت امام حسن علیہ السلام ہیں یا سب سے پہلے حضرت سیدہ فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا نے بارگاہ رسالت سے قطبیت حاصل کی اور تا زیست اس پر فائز رہیں پھر ان کے بعد قطبیت یکے بعد دیگرے حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان غنی، حضرت علی رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اور حضرت حسن مجتبیٰ کی طرف منتقل ہوئی۔ اور یہ سب حضرات مرتبہ قطب المدار ہوئے۔

اس خاص اصطلاح ''قطب المدار'' سے طبقۂ اولیا میں جو ذات متصف مشہور ہوئی وہ فرد الافراد قطب وحدت سرکار سید بدیع الدین زندہ شاہ مدار رضی اللہ عنہ کی ذات مقدسہ ہے جن کی ذات آئینہ سیات حسن و حسین ہے۔ شہنشاہ حلم و سعادت حضرت امام حسن علیہ السلام لوگوں سے ارشاد فرماتے تھے کہ علم حاصل کرو نا گر تم اسے یاد نہیں کر سکتے تو اسے لکھ کر اپنی گھروں میں رکھو۔

شہادت

خلافت سے دستبرداری کے نو سال بعد مدینہ شریف میں ۲۸ رصفر کو آپ کی شہادت ہوئی۔ آپ کی شہادت کے متعلق مشہور ہے کہ آپ کی بیوی جعدہ بنت اشعث نے زہر دیا تھا۔ آپ کو کئی بار زہر دیا گیا یہ بھی بتایا گیا ہے کہ آخری علامت چالیس روز رہی آخری بار جو زہر دیا گیا وہ فیصلہ کن تھا زہر کھاتے ہی صاحب فراش ہو گئے اور زندگی سے مایوس ہو گئے۔ حضرت امام حسین علیہ السلام کو بلا کر ان سے واقعہ بیان کیا انہوں نے زہر دینے والے کا نام پوچھا فرمایا پوچھ کر کیا کرو گے؟ عرض کیا قتل کروں گا۔ فرمایا اگر میرا گمان صحیح ہے تو خدا بہتر بدلہ لینے والا ہے اور اگر غلط ہے تو میں نہیں چاہتا کہ میری وجہ سے کوئی نا کردہ گناہ پکڑا جائے۔

آپ کو اپنے نانا کے پہلو میں دفن ہونے کی بڑی تمنا تھی حضرت ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اس کی اجازت طلب کی انہوں نے نہایت مسرت سے اجازت دیدی۔ حضرت امام حسن نے احتیاطاً پھر بھی وصیت کر دی کہ میرے بعد دوبارہ اجازت لے لینا ممکن ہے میری موجودگی میں میری مروت میں اجازت دیدی ہو اگر اس وقت بھی وہ اجازت دیدیں تو روضۂ نبوی میں دفن کرنا مجھے خطرہ ہے کہ اس میں بنی امیہ مزاحم ہوں گے اگر یہ صورت پیش آئے تو روضۂ نبوی میں دفن کرنے پر اصرار نہ کرنا اور بقیع کے گور غریباں میں دفن کر دینا زہر دینے کے تیسرے دن راہی عالم بقا ہوئے۔

شہادت کے بعد وصیت کے مطابق حضرت امام حسین علیہ السلام نے دوبارہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اجازت لی انہوں نے فراخدلی سے اجازت دی۔ لیکن بنی امیہ کی طرف سے حضرت امام حسن کا خطرہ بالکل صحیح نکلا مروان کو اس کی خبر ہوئی تو اس نے کہا ''حسن'' کسی طرح روضۂ نبوی میں دفن نہیں کئے جا سکتے ان لوگوں نے ''عثمان کو تو یہاں دفن نہیں ہونے دیا اور ''حسن'' کو دفن کرنا چاہتے ہیں یہ نہیں ہو سکتا۔ حضرت امام حسین علیہ السلام بزور طاقت دفن کرنے پر آمادہ ہو گئے اور قریب تھا کہ بنی ہاشم اور بنی امیہ میں تلواریں چل جاتیں اتنے میں مشہور صحابی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ پہنچ گئے اور چلائے یہ کیا ستم ہے کہ ابن رسول اللہ کو نانا کے پہلو میں دفن کئے جانے سے روکا جا رہا ہے پھر حضرت امام حسین کو حضرت امام حسن علیہ السلام کی وصیت یاد دلائی کہ اگر خونریزی کا خطرہ ہو تو بقیع کے قبرستان میں دفن کر دینا اس یاد دہانی پر حضرت امام عالی مقام علیہ السلام کا غصہ ٹھنڈا ہو گیا۔ نماز جنازہ سعید بن العاص رضی اللہ عنہ نے پڑھائی۔ حضرت امام حسین علیہ السلام نے خود آگے کیا اور فرمایا سنت یہی ہے کہ امیر شہر نماز پڑھائے جنازہ پر بے شمار لوگ جمع ہو گئے تھے۔

سید رضی الحسین مداری

"بیت المقدس" پر ایک ہزار سال سے جاری جنگ

از۔ منصور حبیب

۶۳۸ئ میں حضرت عمر فاروقؓ نے یروشلم کو فتح کیا اس فتح کے بعد چار سو سال تک عربوں اور عیسائیوں کے تعلقات بہت اچھے رہے۔ ۱۰۷۶ عیسوی میں بیت المقدس پر سلجوقی ترکوں کی حکومت قائم ہوئی اور ۱۰۹۵ عیسوی میں پوپ اربن دوئم جو خود فرانس کا باشندہ تھا۔ اس نے فرانسیسی حکومت اور فرانسیسی عوام سے اپیل کی کہ وہ یروشلم کے مقدس شہر کو "ظالم مسلمانوں" کے شکنجے سے آزاد کرالیں۔ اپیل کارگر ہوئی اور ایک سال بعد پیٹر آف ہیمیٹ ایک عظیم فوج کے ساتھ آگے بڑھا۔ لیکن سلجوقی ترکوں کی ایک مختصر سی فوج نے اس کا راستہ روک کر دو دن کی جنگ میں اس کے چیتھڑے بکھیر دیے۔

اس شکست کے بعد یورپ کی ایک دوسری زبردست متحدہ فوج قسطنطنیہ پہنچ گئی اور اس کا بازنطینی فوج سے بھی معاہدہ ہو گیا یہ مشترکہ فوج ایشیائے کوچک سے گزرتی ہوئی دارالعلوم کے مقام پر ترک فوج سے ٹکرائی۔ ترک تعداد میں کم تھے وہ ہار گئے اور عیسائی فوج شام میں داخل ہوگئی۔ ۱۰۹۸ء میں اس فوج نے عدلیہ کے شمالی صوبہ پر مکمل قبضہ کرلیا مارچ میں عدلیہ پر قبضہ ہوا اور صرف دو ماہ بعد جون میں انطاکیہ بھی مسلمانوں کے ہاتھ سے نکل گیا۔ اور اس کے ایک ماہ بعد عیسائیوں کا یہ عظیم لشکر فتح کے شادیانے بجاتا ہوا یروشلم میں داخل ہوگیا۔

یہ پہلی صلیبی جنگ تھی

اس جنگ کے سالہا سال بعد تک یہاں کے عیسائی حکمراں پڑوسی عرب ملکوں سے جنگیں کرتے رہے، لیکن ترکوں نے ان کو چین کی سانس نہ لینے دی ۱۱۴۴ء میں ترکوں نے یروشلم کو واپس لینے کے لیے فوج جمع کی اور پہلے ہی ہلّے میں عدلیہ کی عیسائی فوجوں کو کاٹ کر رکھ دیا اب وہ انطاکیہ کی طرف بڑھے یروشلم کے "عکہ" نے یورپ سے مدد کی اپیل کی۔

اپیل کے جواب میں یورپ سے ایک زبردست فوج روانہ ہوئی اور بڑے ہولناک جنگی سامان سے مسلح ہوکر یروشلم یک طرف بڑھی مگر ترکوں کی فوجی طاقت سے ہراساں ہوکر عدلیہ جانے کے بجائے دمشق پر ناکام حملہ کرنے کے بعد اپنے ملکوں کو واپس لوٹ گئی۔

صلاح الدین ایوبیؒ

اب غازی صلاح الدین ایوبی میدان میں آچکا تھا ترکوں اور عربوں کی فتوحات کا سلسلہ شروع ہوا۔ ۱۱۷۸ء میں صلاح الدین نے تبریز اور غازہ پر قبضہ کرلیا اور پھر چند ہی دنوں بعد بیت المقدس کے مضافات میں پہنچ گیا یہاں سلطان نے اپنی فوج کو یک جا کر کے ایک زبردست تقریر کی۔ اس نے کہا "ہم بیت المقدس کی طرف بڑھ رہے ہیں ۔دوستو! تمہیں یاد ہے یہ مقدس شہر نوے سال سے عیسائیوں کے قبضے میں ہے یہ نوے سال کس طرح گزرے اس وقت اس کی تفصیل کا موقع نہیں۔ مختصر طور پر یہ سمجھو! کہ نوے سال تک یہاں توحید کے بجائے تثلیث کا ڈنکا بجتا رہا۔

دوستو! سوچنے کا مقام ہے کہ تمہاری موجودگی میں مسجد اقصیٰ جیسی مبارک مسجد اور بیت المقدس جیسا مقدس مقام جہاں اللہ کے ہزاروں انبیاء اور برگزیدہ بندے دفن ہیں، کفر کا مرکز بنا رہا ہے۔ میرے ساتھیو! کیا

تم بھول گئے کہ بیت المقدس وہی مقام ہے جہاں سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری آسمان یک طرف اڑی تھی، کیا تم رحمت کے اس دروازے کو فراموش کر چکے ہو جس سے گزرنے والے کے لئے جنت کی بشارت دی گئی ہے کیا تم کو مسجد اقصیٰ یاد نہیں رہی۔

دوستو یہ وہ مقام ہے جس کی تعریف
قرآن پاک میں موجود ہے لیکن ہماری
بدقسمتی کہ ۹۰ سال ہوئے یہ ہم سے
ہماری کم بختی کے باعث چھن گیا۔ لیکن
اگر تم ہمت کرو تو یہ مقدس مقام ایک
مرتبہ پھر ہمارے قبضے میں آ سکتا ہے"۔

سلطان کے تقریر کے الفاظ آگ بن کر عربوں کی رگوں میں دوڑ گئے اسلامی فوج جذبہ شہادت میں سرشار ہو کر اللہ تعالیٰ کی عظمت کے نعرے لگاتی ہوئی موت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بیت المقدس کی طرف بڑھی اور ۲۰ ستمبر ۱۱۸۷ء کو اس کی فوج نے شہر کا محاصرہ کر لیا۔ تین دن تک محصورین مسلمانوں پر تیروں اور پتھروں کی بارش کرتے رہے لیکن چوتھے دن مجاہدین اسلام نے شہر پناہ میں بیس جگہ سوراخ کر دیئے اور پانچویں دن شہر کے حاکموں نے ہتھیار ڈال دیئے۔

صلاح الدین ٹیکس

لیکن ۱۰۹۹ء میں جس طرح یروشلم کے عربوں کا قتل عام ہوا۔ اس کا کوئی بدلہ عربوں نے نہیں لیا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے نقش قدم پر چل کر اپنے دشمنوں کو امان دیدی اور اس طرح دوسری صلیبی جنگ عربوں کی فتح پر ختم ہو گئی لیکن ابھی یورپ کے حوصلے باقی تھے۔ مغربی طاقتیں اب بھی مشرق پر للچائی ہوئی نظریں ڈال رہی تھیں۔ چنانچہ اس فتح کے یاک سال بعد یورپ نے تیسری صلیبی جنگ کی تیاریاں زور و شور سے شروع کر دیں۔

سلطان صلاح الدین کے بیت المقدس پر قبضہ کی خبر جیسے ہی یورپ پہنچی ہر طرف کہرام مچ گیا۔ عربوں کے فرضی مظالم کی داستانیں عام ہو گئیں۔ یورپ کا ہر ملک غم و غصہ میں دیوانہ ہو گیا۔ ایسا معلوم ہونے لگا جیسے سارا یورپ ایک ہی آگ میں جل رہا ہے لوگ اپنی ذاتی مصیبتیں بھول گئے۔ لاتعداد افراد نے کھانا پینا چھوڑ دیا اور عربوں سے بدلہ لینے کی قسم کھائی۔

نئی جنگ کے اخراجات پورے کرنے کے لیے عام رعایا پر "صلاح الدین ٹیکس" کے نام سے ایک نیا ٹیکس لگا دیا گیا۔ یہ ٹیکس آمدنی کے دسویں حصہ کی صورت میں وصول کیا جاتا تھا۔

مشہور مؤرخ "گبن" نے لکھا ہے کہ
"صلاح الدین نے یورپ سے اپنی
عظمت کا جو خراج اس ٹیکس کی شکل میں
لی وہ آج تک کسی تاجدار کو نصیب نہیں
ہوسکا۔"

الغرض سارا یورپ صرف جنگی تیاری ہی نہیں کر رہا تھا۔ صلاح الدین کے رعب اور جلالت سے گویا بید مجنوں کی طرح لرز بھی رہا تھا۔

بہر حال دو سال کی ان زبردست تیاریوں کے بعد لاکھوں صلیبی سپاہی فلسطین کی طرف بڑھے ان میں ایک زبردست بحری بیڑہ بھی شامل تھا۔ مؤرخوں نے لکھا ہے کہ "یہ فوج نہیں بڑھ رہی تھی۔ ہتھیاروں اور سپاہیوں کا ایک سیلاب تھا۔ جو عربوں کو خس و خاشاک کی طرح بہا دینے کے لئے آگے بڑھ رہا تھا۔ مگر عزم واستقلال کا یہ پیکر اس سے بالکل بے نیاز معلوم ہوتا تھا۔"

تیسری صلیبی جنگ

صلاح الدین کو جیسے ہی اس یلغار کی اطلاع ملی وہ اپنی فوج کے ساتھ ''عکہ'' پہنچ گیا اور اس نے عکہ کا محاصرہ کرلیا، لیکن اس کو یہ محاصرہ توڑ دینا پڑا کیونکہ جرمنی کا بادشاہ فریڈرک فرانس کا بادشاہ فلپ اور انگلستان کا بادشاہ رچرڈ اوّل عکہ کے نزدیک پہنچ رہے تھے۔ اسی اثنا میں جرمنی کا بادشاہ فریڈرک ایک دریا میں ڈوب کر ہلاک ہوگیا۔ لیکن اس کی جرمنی فوج کے حوصلے پست نہیں ہوئے۔

۱۱۹۰ء میں گرمی کا موسم شروع ہوتے ہی ایک زبردست جنگ شروع ہوئی یہ جنگ ہفتوں جاری رہی اور پھر ارسوف کے مقام پر ایک ایسی فیصلہ کن جنگ میں تبدیل ہوگئی جس نے نقشۂ جنگ ہی بدل دیا۔ یورپ کی صفیں الٹ گئیں فرانس کا بادشاہ فلپ بھاگ کھڑا ہوا۔

انگلستان کا رچرڈ صلاح الدین سے صلح کرنے کے لئے مجبور ہوگیا اور انگلستان واپس چلا گیا۔ تیسری صلیبی جنگ ختم ہوگئی اور پانچ سال بعد دمشق میں صلاح الدین کا انتقال ہوگیا لیکن ابھی کئی صلیبی معرکے باقی تھے۔

ایوبی کے بعد

صلیب وہلال کا چوتھا معرکہ بھی پوپ کی شہ پر لڑا گیا یورپ کی عیسائی حکومتیں جو اپنی پچھلی شکستوں کا انتقام لینے کے لئے بیتاب تھیں۔ ایک بار پھر متحد ہوکر یروشلم پر قبضہ کرنے کے لئے بڑے اہتمام سے آگے بڑھیں مگر عربوں نے ان کے تمام خواب چکنا چور کردیے اور عیسائی ایک بار پھر انتشار بد نظمی اور نفاق کا شکار ہوکر بھاگ گئے۔ یونانیوں نے یورپ کی عیسائی افواج کے خلاف ''ولاشیہ'' اور ''بلغاریہ'' کی حکومتوں سے اتحاد کرلیا اور اس کے بعد بہت عرصے تک عیسائی ریاستیں باہمی جنگ وجدل میں مصروف رہیں اور یروشلم کے عرب خاموشی سے ان کا تماشہ دیکھتے رہے۔

چوتھے معرکے کی ہولناک کامیابی کے بہت عرصہ کے بعد عکہ کے عیسائی حکمران جین ڈی برین کو ۱۲۱۸ء میں پھر یروشلم کی فتح کا خیال آیا۔ وہ سمندر کے راستہ مصر پر حملہ آور ہوا اور مختلف مقامات پر مسلمانوں کے ہاتھوں پٹتا پٹاتا آخر کار رویلٹا کا علاقہ ترکوں کے حوالے کرکے عکہ واپس لوٹ گیا۔ یہ پانچواں معرکہ تھا۔

۱۲۲۸ء میں صلیبی جنگ کے لئے جرمنی کا شاہ فریڈرک ایک عظیم فوج کے ساتھ ''عکہ'' روانہ ہوا یہ عکہ کے عیسائی حکمراں جین ڈی برین کا داماد تھا۔ اس نے جنگ سے زیادہ اپنی حکمت عملی سے کام لیا اور یروشلم کے کمزور مسلمان حکمران کو مجبور کردیا کہ وہ مسجد عمر کے علاوہ باقی تمام یروشلم عیسائیوں کے حوالے کردے چنانچہ ایک معاہدے کے رو سے بیت اللحم وبزارت اور جعفر کے شہر عیسائی حکمراں کے حوالے کردئے گئے مسلمانوں میں اس معاہدہ سے غم وغصہ کی لہر دوڑ گئی۔

۱۲۴۴ء میں مسلمانوں نے ایک بار پھر مجتمع ہوکر یروشلم پر حملہ کیا اور یروشلم سمیت تمام کھوئے ہوئے علاقے عیسائیوں سے چھین لئے۔

جب یروشلم پر مسلمانوں کے قبضے کی خبر یورپ پہنچی۔ تو عیسائی دنیا میں پھر تہلکہ مچ گیا۔ فرانس کے شاہ لوئی نہم نے بستر علالت پر قسم کھائی اگر میں صحت یاب ہوگیا تو ایک بار پھر یروشلم قبضہ کرکے رہوں گا۔ لیکن صحتیاب ہونے کے چار سال تک وہ اندرونی سیاست اور ملکی خلفشار کی وجہ سے اپنی قسم پوری کرنے کے لئے یروشلم نہ جاسکا۔

آخر کار ۱۲/اگست ۱۲۴۸ء کو وہ فرانس کی پوری طاقت کے ساتھ یروشلم کی طرف بڑھا لیکن اسے یروشلم پہنچنا نصیب نہ ہوا۔ مصر میں مسلمانوں نے فرانسیسیوں کو پے درپے شکستیں دیں اور شاہ لوئی نہم کے یروشلم فتح کرنے کے ارمان دریائے نیل میں غرقاب ہوگئے فرانس میں ان شکستوں کی اطلاعات سے لوئی کے خلاف بغاوت پھیل گئی اور مایوس ونامراد لوئی مصر سے فرانس واپس چلا گیا اس جنگ میں اس کی نصف سے

زیادہ فوج تباہ ہو چکی تھی اور اس طرح ساتویں جنگ ختم ہوگئی۔

بہت سال بعد ۱۲۶۸ء میں جب ترکوں نے انطاکیہ پر قبضہ کیا۔ شاہ لوئی نے پھر مذہبی جنگ کے لئے تیاری شروع کی اس کا بھائی چارلس جو سسلی کا بادشاہ تھا اس کے ساتھ شامل ہو گیا یروشلم پر قبضہ کرنے سے زیادہ وہ بحر روم کے گردونواح کا علاقہ فتح کر کے اپنی حکومت بڑھانے کے خواب دیکھ رہا تھا۔ اس نے شمالی افریقہ کے مسلمانوں کو تہس نہس کرنے کا پروگرام مرتب کیا۔ جولائی ۱۲۷۰ء میں شاہ لوئی اپنی فوجوں کے ساتھ کارتھیج کے مقام پر پہنچا لیکن طاعون کا شکار ہو کر مر گیا۔ شاہ چارلس اس حادثہ سے بدحواس ہو کر اپنی فوجوں کے ساتھ سسلی بھاگ گیا۔ انگلستان کے بادشاہ ایڈورڈ اوّل نے شاہ لوئی سے وعدہ کیا تھا کہ وہ تیونس کے مقام پر اپنی فوجوں کے ساتھ ان سے آ کر ملے گا۔ لیکن ایڈورڈ اوّل نے شاہ لوئی سے جو وعدہ کیا تھا اس کو پورا کرنے سے پہلے ہی لوئی مر چکا تھا اور فرانسیسی فوجیں دل شکستہ ہو کر واپس جا رہی تھیں چنانچہ ایڈورڈ عکہ کی طرف بڑھا اور مسلمانوں سے دس سالہ معاہدہ کر کے واپس چلا گیا۔

شکستوں کے زخم

اس معاہدہ کے بعد سے مقامی عیسائی حکمرانوں اور مسلمان سلاطین کے درمیان چھوٹی موٹی بہت سی لڑائیاں ہوئی ہیں۔ آخر کار ۱۲۹۱ء میں مسلمانوں نے عکہ پر بھی قبضہ کر لیا اور عیسائیوں کی ایسی بیخ کنی کی کہ پھر صلیب وہلال کے کسی مزید معرکے کی گنجائش نہ رہی۔ اب صلیبی جنگیں ختم ہو چکی تھیں لیکن یورپ اس شکست کو نہیں بھولا تھا جو اسے یروشلم کے دروازے پر ملی تھی۔ دن گزرتے رہے سال گزرتے رہے اور اسی طرح صدیاں گزر گئیں۔

اس دوران کتنے ہی انقلابات آئے اور ختم ہو گئے قومیں بدل گئیں، ملک بدل گئے تاریخ بدل گئی لیکن ارض مقدس کی زمین پر مسلمانوں نے اپنی بہادری اپنی عظمت وجلالت اور اپنی شان وشوکت کے جو نقوش ثبت تھے ان کو دنیا فنا نہ کر سکی۔ یہ وہ نقوش تھے جو یورپ کے ماضی کی تاریخ کا ناسور بن گئے تھے۔

آخر مغربی طاقتیں حرکت میں آئیں پہلی جنگ عظیم کے دوران انگریز دبے پاؤں مشرق وسطیٰ کی سیاست میں داخل ہوا اور اس نے انتہائی کم مدت میں اسلامی اتحاد کو پارہ پارہ کر دیا یورپ کے سفید فام اب اپنی صدیوں پرانی شکست کا بدلہ لے رہے تھے۔

اسرائیل قائم ہوا اور لاکھوں عربوں کے مکانوں کے کھنڈروں پر قائم ہوا۔ لاکھوں عرب بے گھر کر دئے گئے اور غازہ اور سینائی کے ریگستان میں عرب مہاجر موت سے لبریز زندگی بسر کرنے پر مجبور ہو گئے لیکن ابھی یورپ کا انتقام ختم نہیں ہوا تھا۔ نہر سوئز کے سوال پر برطانیہ، فرانس اور اسرائیل بیک وقت عقاب کی طرح مصر پر ٹوٹ پڑے اور پھر اس حملہ کے ٹھیک چودہ برس بعد یورپ نے عربوں سے اپنا آخری بدلہ لے لیا۔ امریکہ برطانیہ اور یورپ کے تقریباً تمام ملکوں کی مدد سے اسرائیل نے عربوں پر بے خبری میں حملہ کیا اور ایک مرتبہ پھر پورے بیت المقدس پر قبضہ کر لیا۔

لیکن کیا اس طرح بیت المقدس کی کہانی ختم ہو گئی تھی۔ کیا واقعی یہودیوں کی یہ فتح بیت المقدس کی تاریخ کا آخری باب تھی؟ کیا تاریخ کے صفحات پر پھیلے ہوئے خون کے یہ دھبے خشک ہو گئے تھے۔

نہیں۔ نہیں ایسا کبھی نہیں ہو سکتا تھا اور ایسا اس لئے نہیں ہو سکتا تھا کہ آج سے دو ہزار سال پیشتر بیت المقدس کی جس پہاڑی سے حضرت مسیح علیہ السلام نے صلح وآشتی کی پہلی آواز بلند کی تھی۔ اسی پہاڑی سے آج سے آٹھ سو برس پہلے صلاح الدین نے بیت المقدس کے پاس کھڑے ہو کر کہا تھا۔ ”جس کے بازو تلوار نہیں اٹھا سکے وہ کبھی عزت کی زندگی نہیں گزار سکتا وہ غلام رہے گا اور غلامی میں ہی مرے گا۔ اور لعنت ہے اس پر جو آزادی

کی موت پر غلامی کی زندگی کو ترجیح دے۔" صلاح الدین کا پیغام آج بھی عربوں کو یاد ہے۔ اور اس سرزمین میں نیا صلاح الدین پیدا ہو چکا ہے۔ آج پھر اس سرزمین پر ظلم وجبر واستبداد کا پرچم بلند کرنے کیلئے پوری عیسائی اور یہودی دنیا اپنے پروردہ فدیوں کے ساتھ جمع ہے اور خون میں ڈوبا پرچم پکڑے کھڑا ہے، لیکن "نیا صلاح الدین" جس دن ان کی طرف بڑھے گا تو یہ پرچم گر جائے گا اس لئے کہ حق وصداقت پر جھوٹ اور ظلم کی فتح، ہمیشہ عارضی رہی ہے۔ ارض مقدس میں جو جنگ آج سے ہزار سال پیشتر شروع ہوئی تھی آج بھی جاری ہے اور اس وقت تک ختم نہ ہوگی جب تک اس کو ناپاک قدموں کے وجود سے پاک نہ کرالیا جائے۔

شعلے ستم کے باغ رسالت جلا گئے

سید امین الحق امینؔ مکن پوری

حاصل ہو اقتدار یہ خواہش کسی کی تھی
قاتل علی کا کوئی تھا سازش کسی کی تھی

کرنا حسن کو حق خلافت سے برطرف
پہلی خلاف دین یہ لغزش کسی کی تھی

شمر لعیں کے تیور باطل بتا گئے
یلغار کربلا میں بھی رنجش کسی کی تھی

یوں ہی نہیں یزید بنا حاکم عرب
قائم رہے وقار یہ کاوش کسی کی تھی

ناپاک نامراد کے دست فریب پر
بیعت کریں حسین یہ کوشش کسی کی تھی

شعلے ستم کے باغ رسالت جلا گئے
دیرینہ نفرتوں کی یہ سوزش کسی کی تھی

بچپن سے ہی مزاج تھا بگڑا یزید کا
پھر بھی امینؔ اس پہ نوازش کسی کی تھی

قدیم شعرائے مکن پور شریف کا اجمالی تذکرہ

مولانا سید محضر علی وقاری

قارئین کرام! رہبر نور کے حوالے سے قدیم شعراء مکن پور کا تاریخی اور اجمالی تذکرہ اس عنوان سے جو تحریر آپ نے ملاحظہ فرمائی وہ ۱۳۲۵ھ سے قبل کے شعراء خصوصی طور پر حضرت عبداللہ مجنوں میاں مداری مکن پوری کے کلام پر تمام ہوئی۔ دوسری قسط میں جنوں صاحب کے ہمعصر شعراء اوران کے شاگرد شعراء کا کلام جو مجھے دستیاب ہوا وہ قارئین کرام کے نذر کر رہا ہوں۔

جنوں میاں مداری مکن پوری اور حضرت مولانا سید جرأت علی بیریا مداری مکن پوری مصنف حقیقت الواصلین کا دور ایک ہی معلوم ہوتا ہے ہوسکتا ہے جرأت علی بیریا رحمۃ اللہ علیہ کا بچپن ہو اور جنوں مرحوم مکن پوری عمر دراز ہوں الغرض جرأت علی بیریا اور جنوں مکن پوری کا دور ایک ہی سمجھ میں آتا ہے۔

ایک نظم بہ عنوان "جوازِ تعزیہ داری" پہلوں کی خاطر میں مولانا سید ذاکر حسین ذاکر مداری مکن پوری رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کی ہے اس نظم سے صاف ظاہر ہے کہ ہمارے بزرگ تعزیہ داری کے قائل تھے۔ اور محتاط طریقہ سے تعزیہ داری کرتے تھے۔ اور تعزیہ داری کی مخالفت کرنے والوں کے سخت ترین مخالف تھے۔ ہمارے بزرگوں سے رواج چلا آتا ہے کہ خانوادۂ قطب المدار رضی اللہ عنہ یعنی ہر سہ خواجگان سے منسوب دو تعزیے ہیں جو خواجہ سید محمد ارغون اور خواجہ سید ابو تراب فنصور و خواجہ سید ابوالحسن طیفور رضی اللہ عنہم کی اولاد امجاد سے منسوب ہیں وہ آج تک محفوظ ہیں۔ ہر سال ان کی مرمت وغیرہ ہوتی رہتی ہے اور تعزیہ داری کے جس قدر اخراجات ہیں وہ آج بھی خانقاہ کی آسامی سے پورے ہوتے ہیں ان قدیم روایات سے یہ بات پوری طرح واضح ہوجاتی ہے کہ تعزیہ داری کا رواج خانقاہ عالیہ سے قدیمی ہے۔

نظم مسلسل جواز تعزیہ داری

حضرت مولانا سید جرأت علی بیریا علیہ الرحمۃ والرضوان

بعد از ثنائے جل وعلا رب مشرقین
پروردگار ہر دوسرا مشفق حسین

یہ بھی حدیث تو سنی ہوگی بارہا
آتے تھے تہنیت کو فرشتے بارہا

معراج اس کو دوش نبی یہ ہوئی مدام
طفلی میں آپ اونٹ بنے سید الانام

جبرئیل اسکا مہد ہلاتے تھے بار بار
جنت سے میوے لاکے کھلاتے تھے بار بار

حتیٰ کہ سیب تا دم آخری بھی پاس تھا
خود اس کو سونگھتا وہ شوخی شناس تھا

تاکیداس کے جب کہ نہایت خدا نے کی
تہدیدان کے بارے میں خود مصطفی نے کی

فرماتے تھے نبی جو محب حسین ہے
جنت میں اس کے واسطے آرام وچین ہے

اوردشمن حسین ہے بے شبہ دوزخی
یاد خدا میں گرچہ بسر عمر اس نے کی

یہ وعظ بعد حمد خدا کہتے تھے نبی
حاجت نہیں ہے شرح کی واقف ہیں یہ سبھی

محبوب اس کو کہتے تھے محبوب کبریا
ظاہر ہے کلمہ گوئیوں میں اس پر جو کچھ کہا

اس خاص وعظ وپند کے جوسامعین تھے
وہ حارب حسین تھے اورقائلین تھے

امت نے خوب وعظ نبی پر عمل کیا
شمعِ مزار مصطفوی کو بجھا دیا

بیٹھے بٹھائے گھر سے نکالا حسین کو
قصہ تمام مار ہی ڈالا حسین کو

جو کربلا میں جمع ہوئے تھے معاندین
داخل تھی ان کے جسموں میں ارواح فاسقین

روزازل میں جتنے تھے مردود کبریا
وہ دشمن حسین تھے ارواح اشقیاد

سرخیل جو کہ ان کا یزید لعین تھا
اورشمراس سے بڑھ کے بھی کچھ بدیقین تھا

کب کوئی ایسا دشمن آل عبا ہوا
جیسا عدو حسین کا وہ بے حیا ہوا

باقی جو کوئی روح رہی وہ اس گروہ سے
ان کو ہے ضد بادشہ پرشکوہ سے

کتنے جو مارنے نہیں پائے حسین کو
ابن علی وہ فاطمہ کے نورعین کو

آیا نہ ہاتھ جبکہ ستانا حسین کا
درپردہ ٹھانا نام مٹانا حسین کا

کہتے ہیں کلمہ گوئیوں سے سرخیل اشقیاء
ہے مرثیہ تو کفر اوربدعت ہے تعزیہ

(بلبلوں کے خاطر"بوسیدہ ہے گیارہ اشعار صفحہ سے غائب ہیں گیارہ اشعار کے بعد)

ایمان یہ کہ ایک ہی سمجھو اللہ کو
جانو شفیع اپنا رسالت پناہ کو

کافی ہے اتنی بات بس ایماندار کو
یہ وعظ بس ہے جملہ صغار وکبار کو

قرآن کو کتاب خدا دل سے جانیو
احکام شرع جتنے ہیں بے شبہ مانیو

دوزخ اورپل صراط میزان عذاب قبر
سمجھو کہ ہم ہیں رجا قدروجبر وصبر

روزہ نماز جیسے کہ مولاکا فرض ہے
بس ویسے جب آل محمد بھی قرض ہے

ہم لوگ اس سبب سے بناتے ہیں تعزیہ
عشرہ میں سب امام کے پڑھتے ہیں مرثیہ

روتے ہیں یاد کرکے مصیبت حسین کی
سنت یہ ہے رسول شہ مشرقین کی

جبریل نے نبی کو شہادت کی دی خبر
روئے یہ حال سن کے شہ افضل البشر

ثابت ہے یہ رسالۂ عبدالعزیز سے
سرعالمان سنت کا ان سے تمیز سے

جو تعزیہ نہ آل نبی کا بنا کریں
ہرگز عوام لوگ نہ پھر فاتحہ کریں

تو روکتا ہے فیض سے روح حسین کو
کرتا ہے بند نذر وفتوح حسین کو

ثابت ہے یہ کتب سے کہ مردہ کے نام پر
دے فاتحہ جو شربت آب وطعام پر

بے شبہ فیض ہوتا ہے وہ اس کی روح کو
وارث ہیں اس کے بھیجتے ہیں جس کی روح کو

یہ پوچھتا نہیں ہے کوئی اس خبیث سے
نذر حسین منع ہوئی کس حدیث سے

اس تیری گفتگو سے خدا خوش ہے بیریاؔ
تیرا کلام معتزلہ کش ہے بیریاؔ

سلسلہ عالیہ مداریہ اور خصوصی طور پر جواہرانوارمکن پورشریف میں مناقب قطب المدار کہنے سننے اور پڑھنے کا زمانہ قدیم سے ماحول ہے اسی سے شعراءمکن پورشریف کے مناقب کے اشعار بہت نظر آتے ہر چند کہ غزل کے اشعار اور غزلیں لوگ زیادہ کہتے ہیں لیکن غزلوں کی طباعت واشاعت بہت کم ہوئی ہے اور سوانح قطب المدار کی کتابیں ہر دور میں شائع ہوتی رہی ہیں اسی ضمن میں مناقب قطب المدار کے اشعار سلسلے کی کتابوں میں آسانی سے حاصل ہوجاتے ہیں حضرت خواجہ سید جرأت علی بیریا کی منقبت ''گلشن ذاکر'' میں نقل کی گئی ہے وہ پیش کر رہا ہوں۔

قصیدہ درمنقبت اسوۃ الاخیار حضرت سیدنا مولانا سید بدیع الدین قطب الاقطار قطب المدار قدس اللہ سرہ مصنفہ جناب مولوی سید شاہ جرأت علی علیہ الرحمہ المتخلص بیریاؔ بدیہہ گومکن پوری

ہو کیوں نہ مفضل تو گروہ نقباء سے
بیواسطہ بیعت ہے رسول دوسرا سے

تو وہ ہے کہ تعمیل کو احکام کے تیرے
سکان سموت اترتے ہیں سماء سے

رتبہ جو ملے سایۂ نعلین سے تیرے
وہ قدر نہ حاصل ہو کسی ظل ہما سے

جنات وبشر حور وملک جنت ویزاں
سب تخت حکومت ہیں تیرے حکم خدا سے

گردوں یہ تیرا ذکر بھی کرتے ہیں ملائک
اک شور بپا صلی علیٰ صلی علیٰ سے

القصہ کجا در کجا مہر منور
ہے غرق حقیقت میں زلس عرش وثریٰ سے

یاں دام ضلالت سے رہا کیجئے مجھ کو
واں کی جیو سفارش مری محشر میں خدا سے

فرماؤ مجھے مفت مخلوق سے آزاد
منگوا یئے ہردنہ اس اپنے گدا سے

اس بیریاؔ عاصی کی یہ دوعرض ہوں مقبول
لایا ہوں شفیع دونوں محمد کے نواسے

حضرت مولانا سید جرأت علی بیریاؔ رحمۃ اللہ علیہ نے مناقب کے اشعار بہت زیادہ نظر آتے ہیں انہیں مناقب میں ایک منقبت جس کو نظم مسلسل کہا جاسکتا ہے۔ اس نظم کو میلاد زندہ شاہ مدار میں قطب عالم ابوالوقار نے بھی نقل کیا ہے بحوالہ حقیقت الوصلین نقل کر رہا ہوں۔

بدیع الدین ایسا ذوالقدر ہے | مداریت کا جو زیب صدر ہے
ملک سیرت ہو وہ اولیاء میں | نہیں اس سا کوئی ہے اتقیاء میں
نہیں وہ حاجت بشری کا محتاج | تمامی اولیاء کا درۃ التاج
مدار ہر دوعالم ہے وہ حق کوش | ہوا ہرگز نہ محتاج خوردونوش
ریاضت میں ہوا ہے ایسا بے باک | کہ قائل جس کے ہیں خاصان افلاک
رہا روز ازل سے پاک دامن | یہ نور پاک احمد خوئے احسن
ہوا مختار یہ لوحِ قضا کا | یہ بندہ وہ پیارا ہے خدا کا
ہوئی تفویض اس کو لوحِ تقدیر | یہ پیرانِ طریقت میں ہے وہ پیر
مکدر جو کہ آیا اس کے در پر | ہوئی وہ شئے اسے فوراً میسر
وہ جس شئی کے لئے پھرتا تھا مغموم | نہ تھی وہ چیز اس بندہ کے مقسوم
مدارِخلق سے کی جب ارادت | وہ پاجاتا ہے بندہ نیک عادت
بجزاس کے نہیں ہے کوئی درویش | کرے لوح قضا میں جو کم وبیش
یہ ہے ابرکرم ایسا گھر بار | کہ ہیں ممنون اس کے گل وخار
ولی ہے کون اس نشو ونما کا | مگس کو جواثر بخشے ہما کا
سبب اس بات کا تجھ کو بتاؤں | بگوش قلب سن جو میں بتاؤں
رہا دنیا میں صدہا سال زندہ | بدل یہ ذکر ہے پیدا کنندہ
جب ایسا ذکر اللہ نکلا | فرشتہ وش جو یہ ذیجاہ نکلا
نہ لی آرام یکدم اورنہ لی کل | نہ بھولا اپنے مولا کو کوئی پل

خمسہ منقبت

حضرت سید شاہ بدیع الدین قطب المدار رضی اللہ عنہ

من تصنیف جناب مولانا حسین بخش شاہ صاحب المتخلص نعیم فیروزآبادی ضلع آگرہ شاگردرشید جناب مولانا سید جرأت علی صاحب علیہ الرحمہ المتخلص بیر یا مکن پوری۔

چور سے گردوں کے ہوں ناشاد یا قطب المدار
غیر سے ممکن نہیں امداد یا قطب المدار
بہر حق سن لیجئے فریاد یا قطب المدار

آپ ہیں تاج سرادتاد یا قطب المدار
سرور وسردفترِافراد یا قطب المدار
عمر اپنی صرف کی تم نے خدا کی راہ میں
اس نے وہ پایا جو آیا ہے تمہاری چاہ میں
کیوں نہ ہو مقبول تم اللہ کی درگاہ میں
مرحبا بعد از ائمہ اولیاء اللہ میں
تم ہوئے خضرِ رہ ارشاد یا قطب المدار
آپ کے در پہ پڑا رہتا ہے باصد اضطراب
مشکلیں حل ہوگئیں صدہا کی یا عالی جناب
اس کو بھی مثل نعیم مدح خوان دیجئے جواب
بیر آیا نے پیش کی عرضی جو باچشم پرآب
کیجئے للہ اس پر صاد یا قطب المدار

سہ ماہی رہبر نور کے خوبصورت دیدہ زیب مضامین اور ادارے کی کاوشوں کی ہم مبارک باد پیش کرتے ہیں۔

مدرسہ الطاف العلوم گلشن مدار بیرم نگر شریف بریلی

بانی وسرپرست مدرسہ

شیخ طریقت حضرت مولانا علامہ الحاج سید مقتدا حسین جعفری مداری

مینجر ادارہ:- ڈاکٹر شاکر خاں مداری

حضرت خواجہ سیّد فخر الدین گردیزی چشتیؒ، اجمیر شریف

عاطف کاظمی چشتی تہران یونیورسٹی ایران

(۱) یہ نسب نامہ موروثی خدام حضور خواجہ غریب نوازؒ کا ہے۔ خدام خواجہ لقب اس خاندان کے ہر فرد کی پہچان ہے اس لقب کی نسبت اپنے مورثِ اعلیٰ حضرت خواجہ سید فخر الدین گردیزیؒ سے اپنا طرۂ امتیاز اور جزو نام بنایا ہے۔

(۲) جن مورثِ اعلیٰ کا ذکر مذکور بالا کیا ہے ان کی تفصیل یہ ہے کہ حضرت خواجہ سید فخر الدین گردیزیؒ حضرت خواجہ عثمان ہرونیؒ سے بیعت وارادت رکھتے تھے، اور حضرت خواجہ سید معین الدین چشتی کے ساتھ سفر کر کے اجمیر شریف تشریف لائے تھے، اجمیر شہر میں داخل ہونے سے قبل کچھ دوری کے فاصلے پر خواجہ اعظمؒ نے مستقل قیام کے واسطے جگہ کے تعین کیلئے خواجہ سید فخر الدین گردیزیؒ کو شہر کی طرف روانہ کیا تو آپ نے اسی جگہ کا تعین کیا جہاں شادی دیو کی پرستش ہوتی تھی اور آج اسی مقام پر آپ کا مزار پر انوار ہے، خواجہ اعظم کی حیات مبارک میں آپ کو خدمت اور لنگر کے انتظام واہتمام کا شرف حاصل تھا، خواجہ اعظم کے وصال کے ۱۰ سال بعد رحلت فرمائی اور اس وقت آپکی عمر ۹۳ سال کی تھی اور تدفین کا عمل بھی خواجہ اعظمؒ کے مزار کے قریب ہوا، خواجہ اعظم اور حضرت خواجہ سید فخر الدین گردیزیؒ کا مزار ایک عرصہ دراز تک خام حالت میں تھا خلجی حکمران کے دور میں گنبد مبارک کی تعمیر کا کام ہوا۔ اس وقت آپ کے خادم خاص کا مزار بھی گنبد جو کروڑوں مسلمانوں کی آنکھوں کو نور اور دلوں کو سرور بخشتا ہے اُسی گنبد میں شامل ہوا اور آج آپکا مزار توشہ خانہ اندرون گنبد مبارک میں واقع ہے، خواجہ اعظم کے مزار کی خدمت کا تمام ساز وساماں آج بھی توشہ خانہ میں ہی رکھا جاتا ہے یہ حقیقت ہے کہ عالم حیات میں جو شرفِ قرب وخدمت آپ کو حاصل تھا بحمدہ تعالیٰ بعد از وصال بھی اسی قرب وخدمت کی سعادت ظاہر وباطنی نصیب ہے، آپ کا ذکر چشتیہ سلسلے کی کئی کتب و دیگر تذکروں میں موجود ہے،

☆ سیر العارفین جو عہد سلطنت ہمایوں میں ۹۳۸ھ/۱۵۳۱ء اور ۹۴۲ھ/۱۵۳۶ء کے درمیان مرتب ہوا جس کے اصل نسخے ملک وبیرون ملک کی مختلف لائبریریوں وکتب خانوں میں محفوظ ہے اُس کتاب میں لکھا ہے کہ 'شیخ خادمی داشت فخر الدین نام او' (ترجمہ) آپ کے ایک خادم تھے ان کا نام فخر الدین تھے۔

☆ عہد جہانگیری میں تالیف کردہ تذکرہ گلزار ابرار میں لکھا ہے 'شیخ فخر الدین احمد اجمیری رحمته الله در خدمتگاری و پرستاریٔ پیر پایۂ بندگی داشت وسخنانِ انداز گزار او ران جامۂ عبارت آراسته وی همگی زندگانیٔ خود راگردِ عبادت و تن گذازی کرده بود' یعنی آپ کو پیر کی خدمت گزاری اور پرستاری میں درجہ غلامی حاصل تھا اور پیر کے ناصحانہ کلام کو قلم سے لکھا کرتے تھے، اپنی تمام زندگی، عبادت اور ریاضت میں وقف کر رکھی تھی۔

سلسلہ چشتیہ کے تمام مشائخ نے خود کو اپنے پیرومرشد کا خادم ہی کہا ہے یہ ایک الگ بات ہے کہ خواجہ سید فخر الدین گردیزیؒ کو خواجہ اعظم کے خلیفہ اور پیر بھائی ہونے کا بھی شرف حاصل ہے مگر کبھی بھی آپ نے خادم کے لقب کے علاوہ کوئی دیگر لقب خود کے لئے استعمال نہیں کیا اور آپ نے خادم خواجہ ہونے پر ہی فخر کیا، جس طرح مشہور صحابی حضرت ابوایوبؓ انصاری تھے اور آج تک آپ کی اولاد فخر ومباہات کے طور پر اپنے جد بزرگ کی اس نسبت کو ظاہر کرتی ہے اور اس خاندان کا ہر فرد انصاری کہلاتا ہے ٹھیک اسی طرح حضرت خواجہ سید فخر الدین گردیزیؒ کی اولاد خدام خواجہ کہلاتی ہے۔ خواجہ سید فخر الدین گردیزیؒ کو قرب سخن کے ساتھ ساتھ یہ مرتبہ عزوشرف بھی خدمت سے حاصل ہوا کہ خود خواجہ اعظم اپنی زبان مبارک سے فرماتے تھے فخرنا بفخر الدین، یعنی

فخر الدین میر فخر ہے، اور یہ بھی تعلق خصوصی حاصل ہے کہ خواجہ اعظم کے بڑے صاحبزادے کا نام بھی آپ نے اپنے خادم خاص کی نسبت سے فخر الدین رکھا یہ کوئی معمولی بات نہیں بلکہ یہ بات بہت گہرے اسرار سموئے ہوئے ہیں کیونکہ کوئی بھی شخص اپنے بیٹے کا نام اپنے خادم کی نسبت سے نہیں رکھتا وہ کیا شرف قبول و تعلق خصوصی حضرت خواجہ سید فخر الدین گردیزی کو خواجہ اعظم سے ہوگا جو اوراقِ تحریر کی قید سے آزاد ہے، جس سبب آپ نے خود اپنے خادم خاص کے نام کی نسبت پر اپنے پسر اکبر کا نام رکھا یہ بات خواجہ اعظم سے خادم خاص کی نسبت قرب کے گہرے معنی محو کئے ہوئے ہے۔

(۳) حضرت خواجہ سید فخر الدین گردیزیؒ کے تین فرزند تھے جن کے نام یہ ہیں (۱) حضرت سید مولانا مسعود (۲) حضرت سید بہلول (۳) حضرت سید ابراہیم، چونکہ حضرت خواجہ بزرگؒ کے روضہ متبرکہ کے نذرانے لینے کا حق شرعاً، قانوناً، ورسماً خدام خواجہ کا ہیں جس کو عہد جہانگیری سے قبل پنچایتی قواعد کے مطابق تقسیم کیا جاتا تھا مگر جہانگیری مصدقہ نقل شاہی فرمان جو بتاریخ ۳ رمضان ۱۰۲۳ھ بمطابق ۷، اکتوبر ۱۶۱۴ء کو تقسیم کل نذورات کی وضاحت میں یہ تحریر ہے 'اولاد بھلول جمع کثیر بوده اند از واسطهٔ ستم شریکی بالها حصه کم می رسید' یعنی بہلول کی اولاد زیادہ ہوگئی ہے اور ان لوگوں کو حصہ کم پہنچنے لگا ہے اس لئے بادشاہ سلامت کا حکم ہوا کہ کل قندیل کی نذورات کو اب چھ حصے میں تقسیم کیا جائے جن میں سے چار حصے اولاد حضرت خواجہ سید فخر الدین گردیزی کو حاصل ہوئے جس کی مزید تقسیم یہ ہے، اولاد مسعود کے ڈیڑھ حصے، اولاد بہلول کے دو حصے، اولاد ابراہیم کا آدھا حصہ یہ اس لئے کیا گیا کہ اولاد ابراہیم میں صرف (۱۲) اشخاص ہی موجود ہیں اس لئے ان کا نصف حصہ کثرتِ اولاد کے باعث اولاد بہلول کو دیا گیا تھا۔ اسی فرمانِ شاہی میں تعداد بھی رقم ہے جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اولاد حضرت خواجہ سید فخر الدین گردیزیؒ کے کل افراد کی تعداد عہد جہانگیری یعنی ۱۰۲۳ھ میں (۱۷۶) تھی جن میں اولاد مسعود کے (۶۴) افراد اولاد بہلول کے (۱۰۰) افراد اور اولاد ابراہیم کے (۱۲) افراد موجود تھے۔

(۴) عہد اکبری میں خدام خواجہ کی جماعت اور اس خاندان میں حضرت سید (شیخ) دانیال عرف سید دان صاحبؒ ایک عظیم شخصیت تھے، اکبر بادشاہ جب ۹۸۰ھ میں اجمیر آئے اور یہاں سے واپس ہونے لگے تو ایک بیگم کو موصوف کے گھر میں چھوڑ گئے اس لئے کہ زچگی کا زمانہ قریب تھا ۲ جمادی الاول کو شہزادہ پیدا ہوا تو جس طرح حضرت شیخ سلیم چشتیؒ کے نام پر جہانگیر کا نام شہزادہ سلیم رکھا تھا اسی طرح حضرت سید (شیخ) دانیال عرف سید دان صاحب کے نام پر اس نومولود کا نام شہزادہ دانیال رکھا، حضرت سید شیخ دانیال کی عظمت و شہزادہ دانیال کی ولادت کا واقعہ تاریخی کتب میں موجود ہے

خود بادشاہ جہانگیر نے اس واقعہ کو تزک جہانگیری میں اس طرح لکھا ہے

'تولد او در اجمیر در خانهٔ یکے از مجاور ان آستانه متبرکه خواجه بزرگوار خواجه معین الدین چشتی که شیخ دانیال نام داشت وقوع یافت بهمان مناسبت موسوم به دانیال گشت' (تزک جہانگیری فارسی ص ۱۶)

اس کی یعنی دانیال کی پیدائش حضرت خواجہ معین الدین چشتی کے استانہ شریف (گنبد مزار مبارک) کے ایک مجاور (خادم) شیخ دانیال نامی کے گھر میں ہوئی اسی مناسبت سے اس شہزادے کا نام دانیال رکھا گیا

سید (شیخ) دانیال عرف دان صاحبؒ کی نسبت طبقاتِ اکبری کے مصنف نظام الدین احمد بخشی لکھتے ہیں

'از مشائخ وقت در صلاح و تقویٰ ممتاز بود' (طبقاتِ اکبری فارسی جلد دوم ص ۳۷۱)

شیخ دانیال صلاحیت اور پرہیزگاری میں اپنے وقت کے مشائخ سے ممتاز ہیں

ابوالفضل اکبر نامہ میں لکھتے ہیں

'نور صلاح و فلاح از ناصیۂ او می تافت' (اکبر نامہ فارسی جلد دوم ص ۴۶۵)

صلاحیت اور نیکی کا نور شیخ دانیال کی پیشانی پر چمکتا تھا

ملا عبدالقادر بدایونی اپنی کتاب منتخب التاریخ میں لکھتے ہیں

'شیخ دانیال نام مجاور صالح' (منتخب التواریخ فارسی جلد دوم ص ۱۴۰)

ترجمہ، شیخ دانیال نامی صالح مجاور (خادم خواجہ صاحب) تھے

معتمد خاں بخشی اپنی کتاب اقبال نامہ جہانگیری میں اس طرح ذکر کرتے ہیں

'بصلاح ظاهری و صفائے باطنی امتیاز داشت' (اقبال نامہ جہانگیری ص ۲۴۴)

ظاہری صلاحیت اور باطنی صفائی کی خوبی رکھنے کی وجہ سے امتیاز رکھتے تھے

حضرت سید (شیخ) دانیال عرف سیدوان صاحب کا یہ مکان آج بھی موجود ہے جو پہلے 'دولت کدۂ دانیال' سے موسوم تھا اب 'شاهی محل' کہلاتا ہے، آج بھی اس میں ان کے وارث بدستور رہتے ہیں۔ حضرت صاحب نے ۹۹۴ھ یعنی ۱۵۸۵/۸۶ء میں وفات پائی ان کی وفات کے بعد کسی طرح اس حویلی پر سید عاشق قابض ہو گئے تھے اس وجہ سے فرزندان حضرت سید (شیخ) دانیال عرف سیدوان صاحب نے شکایت کی ۱۰۲۶ھ میں جہانگیری شاہی فرمان صادر ہوا کہ سید عاشق کو حویلی سے علیحدہ کر دیا جائے اور سید مٹھا، سید عبدالمغیث، سید طیب اولاد سیدوان کا قبضہ برقرار ہے۔ (اسانید الصنادید مرتبہ مولانا عبدالباری صاحب معنی ص ۲۱۵ تا ۲۲۵)۔

(۵) عہد شاہجہاں بادشاہ میں ایک شاہی پروانہ اجمیر کے صوبہ دار میر شاہ علی نے متصدیوں کے نام صادر کیا جس میں اولاد حضرت سید شیخ دانیال عرف سیدوان کا متروکہ جن میں جائداد، زمین و باغ جو کل چار ہزار چھ سو تینتالیس (۴۶۴۳) گز اٹھارہ (۱۸) بسوہ زمیں تھی اس کا قسمت نامہ (تقسیم نامہ) جاری ہوا جس کو شیخ جعفر محمد قاضی اور نرہر داس قانون گو کو صوبہ دار کا حکم ہوا کہ تم لوگ خود جا کر درگاہ شریف کے پاس والے پرانے مکانات (حویلی) اور باغ کی زمیں میں سے آدھا حصہ سید عبدا ابن سیدوان (حضرت سید شیخ دانیال) و سید کمال ابن سیدوان (حضرت سید شیخ دانیال) کی اولاد میں برابر تقسیم کیا۔ اس شاہی پروانے کی تعمیل میں سب حصہ داروں کی مرضی سے شرع شریف کے مطابق یہ تقسیم کر دیگئی تھی جس سے کوئی تضاد نہ ہوا اس شاہی سند میں دستخط اولاد حضرت سید شیخ دانیال عرف سیدوان کے موجود ہیں جن میں اس خاندان کے عہد شاہجہانی کے بزرگ سید مٹھا بن سید عبدا کے دستخط اس طرح ہیں 'شهيد بہ ما فيه فقير مٹھا'، اس شاہی سند میں تاریخ ۱۴ رمضان ۱۰۵۶ھ یعنی ۲۴، اکتوبر ۱۶۴۶ء مرقوم ہے۔ (اسانید الصنادید مرتبہ مولانا عبدالباری صاحب معنی ص ۱۹۶ تا ۲۰۰) اس شاہی سند کی اصل فوٹو کاپی خاکسار فقیر نے سیّد صادق حسین عثمانی چشتی ولد سیّد احمد حسین عثمانی چشتی صاحب سے دستیاب کی ہے جواب خاکسار فقیر کے پاس بھی موجود ہے۔

(۶) حضرت خواجہ سید معین الدین حسن چشتی" کا مقام سکونت و رہائش وہی تھی جہاں آج آپ کا مزار اقدس ہے جب آپ نے اس دارِ فانی کو خیر آباد کہا تو آپ کے جسد مبارک کو وہی مدفون کیا گیا جہاں آج آپ کا مزار اقدس ہے، بعد وصال آپ کا مزار اقدس تقریباً ۲۵۰ سال تک خام حالت میں تھا جس کی دیکھ بھال مورثِ اعلیٰ جمیع خادمان سیدزادگان حضرت خواجہ سید فخر الدین گردیزی چشتی" جو خواجہ اعظم کے خادم خاص تھے وہ کرتے رہے بعد وصال خادم خاص حضرت خواجہ سید فخر الدین گردیزی چشتی"، آپ کے پسران نے خدمت کا سلسلہ جاری رکھا اور مسند ارشاد پناہی یعنی روحانی گدی سے

ملفوظات، کرامات وتعلیمات کو عام کرتے رہے اور خواجہ اعظمؒ کے تبلیغی کارناموں سے آگاہ کرتے رہے، خواجہ اعظمؒ سے بے لوس قرب کے سبب زائرین و حاضرین خدام خواجہ صاحب سے مرید ہوتے تھے اور خدام صاحبان ان سالکین طریقت کے لیئے ایک روحانی پیر کا کردار ادا کر سلسلہ چشتیہ کے تعلیم وتربیت کے طریق سے آراستہ و پیراستہ کرتے تھے اور مسند ارشاد پناہی (روحانی گدی) کو آرائش بخشتے تھے۔ ایام عرس خواجہ غریب نوازؒ میں درگاہ شریف میں کل 11 گدی ہائے یعنی 11 خدام خواجہ کے نشست گاہوں پر یہ روحانی گدی لگتی ہیں ان ۱۱ گدی ہائے میں سے اس خاندان میں میر سید مظفر حسین کاظمی چشتی صاحب کو روحانی گدی نشینی کا حق حاصل تھا اب سید انور حسین کاظمی چشتی ولد سید ظفر حسین کاظمی چشتی صاحب اس روحانی گدی کے فرائض کو انجام دے رہے ہیں اور سالیکین طریقت کی تربیت وسلسلہ چشتیہ میں حلقہ بہ گوش کر کے تربیت کر رہے ہیں وسلسلہ چشتیہ کی تعلیمات پھیلا کر اس کی نشر واشاعت بھی کر رہے ہیں۔(۷) عہد محمود خلجی تک نہ تو کوئی وقف تھا اور نا کوئی جائداد تھی، خدام خواجہ صاحب۔کے ایماء پر گنبد مبارک کی تعمیر کا کام ہوا اور خام مزار اقدس کی تعمیر ہوئی اور مزار پر انوار گنبد مبارک کی شکل دے کر 'در کشائی' کے طریقے کا معمول وجود میں آیا اور اس معمول سے 'کلید برداری' کا آغاز ہوا اُس وقت سے لیکر آج تک گنبد مبارک کی تمام کنجیاں موروثی حیثیت سے خدام خواجہ کے پاس موجود رہی جس سبب مزار اقدس خدام خواجہ کی تحویل میں رہا اور تمام رُسومات وخدمت مزار اقدس انجام دیتے رہے عہد محمود خلجی میں یہ کلید بردای کا نظم وضبط پنچایتی طریقہ پر چلتا تھا، مگر عہد شاہجہاں بادشاہ کی شاہی سند سے تصفیہ کر تقسیم حصہ کلید بردای (باری ہائے) ۲۹ ذی الحجہ ۱۰۶۴ ہجری یعنی ۱۳ دسمبر ۱۶۵۱ء کی مصدقہ نقل خاکسار فقیر کے پاس موجود ہے اس شاہی سند میں ستائیس (۲۷) ستائیس (۲۷) افراد کی سات جماعتیں بنا کر ہر جماعت کو ہفتے کے سات (۷) دنوں میں سے ایک دن کا کلید بردار مانا ہے، اُس عہد شاہجہانی کی شاہی سند میں یوم جمعہ میں اس خاندان کے بزرگ سید حبیب اللہ ولد مٹھا صاحب کا نام مرقوم ہے جو عہد شاہجہانی میں مشار الیہ یعنی روز جمعہ کے ہفت باریدار تھے حبیب اللہ صاحب کے فوط ہونے کے بعد یہ ہفت باریداری حق ترکہ مادرانہ میں منتقل ہو گیا مگر حق کل خدمت یوم جمعہ میں بحال رہا اور حصہ کلید برداری آستانہ عالیہ اولاد حبیب اللہ میں از روئے تقسیم سند چلتی رہی اور آج بھی اس خاندان کا اصل جدّی کلید بردای حصہ ذی الحج کے ہر تین سال میں کل یوم جمعہ آتے ہیں اور تمام حصہ داران خدمت وقدیم روزانہ کے رسومات انجام دیتے ہیں، ۱۸۱۸ء سے اجمیر انگریزی حکومت کے قبضے میں آ گیا تھا کچھ سال بعد کلید بردای کی تصدیق متولی عظیم اللہ نے اپنی ارضی مقدمہ مشمولہ مثل نمبری ۶۳ درگاہ رجسٹر ۱۸۲۱ء میں کی جو ابھی تک موجود ہے، پیشتر ذکر کردہ رجسٹر کی پوری مصدقہ نقل خاکسار فقیر کے پاس محفوظ ہے۔۔ پھر درگاہ کمیٹی نے ۱۵ مئی ۱۹۴۴ء کو ایک ریزولیوشن موروثی خدام خواجہ صاحب کو برطرف کرنے کی کوشش کی مگر اس ریزولیوشن کو تمام موروثی خدام خواجہ صاحب کی جانب سے عدالت میں مقدمہ دیوانی نمبر ۴/۱۹۴۵ سے چیلنج کیا گیا اور اس مقدمہ میں خدام خواجہ صاحب مدعی و درگاہ کمیٹی مدعا علیہ ہے، مقدمہ میں درگاہ کمیٹی کو شکست دی تھی اور مقدمہ کی حتمی ڈگری ۹ نومبر ۱۹۴۸ء میں خدام خواجہ صاحب کے حق میں آئی اور اس ڈگری کی تعمیل کروا کر نصف اخراجات مقدمہ حاصل کیئے۔

جب درگاہ خواجہ صاحب ایکٹ نمبر ۳۶/۱۹۵۵ نافذ کیا گیا جب خدام خواجہ صاحب نے اس ایکٹ کو بھی چیلنج کر راجستھان ہائے کورٹ درخواست نمبری ۱۷ تاریخ دائرہ ۴ فروری ۱۹۵۷ء اس مقدمہ میں خدام صاحبان نے مقدمہ دیوانی نمبر ۴/۱۹۴۵ء کو بھی پیش کیا تھا کئی دیگر اہم فیصلوں کے ساتھ اور درگاہ خواجہ صاحب ایکٹ نمبر ۳۶/۱۹۵۵ کو مکمل طور پر قانونی دائرہ سے باہر ثابت کیا مگر اس فیصلے کی اپیل درگاہ کمیٹی نے سپریم کورٹ میں کر دی تھی۔آخر کار مکمل جج اجلاس فیصلے ۱۷ مارچ ۱۹۶۱ء میں آیا جس میں خدام خواجہ کے قدیم حقوق کو بحال رکھتے ہوئے یہ فیصلہ دیا جو آج تک جاری ہے یہ فیصلہ درگاہ خواجہ صاحب کے متعلق جتنے بھی فیصلے ہوئے ہیں ان میں سب سے بڑا اور اہم فیصلہ ہے۔

سیّد حسین بن حضرت امام سیّد موسیٰ کاظم علیہ السلام (نقابت / عاطف حسین / انور حسین)

سیّد محمد　سیّد عبداللہ　سیّد عبیداللہ　سیّد احمد　سیّد یحییٰ

سیّد محمد
سیّد مطرود
سیّد احمد
سیّد شہاب الدین
سیّد قمر الدین
سیّد ضیاء الدین
سیّد جمال الدین
سیّد ابوالقاسم
سیّد نظام الدین
سیّد صدر الدین
سیّد احمد

توشہ خانہ اندرون گنبد مبارک حضرت خواجہ معین الدین چشتی کاظمی۔ اجمیر شریف ہندوستان جداعلیٰ سادات کاظمی گردیزی

حضرت خواجہ سیّد فخر الدین کاظمی گردیزیؒ (314)

سیّد بہلول　سیّد ابراہیم　حضرت سیّد مسعود

سیّد بہلول
سیّد محبوب احمد
سیّد ادریس
سیّد یعقوب
سیّد اسحاق
سیّد حسین
سیّد داؤد

سیّد سلطان　سیّد دانیال عرف سیددان

سیّد کمال　سیّد عبدا

سیّد ابوالغیث　سیّد مٹھا　سیّد عبدالمجید

سیّد حبیب اللہ　سیّد محبّ اللہ　سیّد نصر اللہ

سیّد شریف اللہ　سیّد ضیاء اللہ　سیّد امین اللہ　سیّد کمال محمد

سیّد گل محمد　حافظ سیّد شہاب الدین　سیّد محمد ماہ

سیّد محمد ماہ
سیّد پیر محمد
سیّد غلام محمد

سیّد محمد شریف　سیّد میر کلن حقانی

سیّد نجم الدین　سیّد خدمت علی

مولوی سیّد جمال الدین　سیّد غلام حسین

سیّد حسین علی　سیّد احمد حسین　سیّد نجف علی　سیّد محمد حسین

سیّد الطاف حسین　سیّد میر مظفر حسین کاظمی

سیّد الطاف حسین
سیّد لطافت حسین

سیّد لیاقت حسین　سیّد راحت حسین

سیّد افراز حسین　سیّد سلمان حسین

سیّد ابرار حسین کاظمی　سیّد اسرار حسین کاظمی　سیّد فیاض حسین کاظمی

سیّد غفار حسین کاظمی

سیّد طٰہٰ حسین کاظمی　سیّد احمد حسین کاظمی

سیّد ظفر حسین کاظمی　سیّد غفار حسین کاظمی

سیّد اظہر حسین کاظمی　پیر سیّد انور حسین کاظمی (گدی نشین درگاہ اجمیر شریف)

سیّد واصف حسین کاظمی　سیّد عاطف حسین کاظمی　سیّد اسد حسین کاظمی

﴿فہرست منابع﴾

(۱) تاریخ فرشتہ از محمد قاسم فرشتہ

(۲) سیر العارفین از حامد بن فضل اللہ جمالی دہلوی

(۳) گلزار ابرار از محمد غوثی شطاری

(۴) تاریخ السلف از مولانا سید عبد الباری معنی اجمیری

(۵) سوانح حیات خواجہ سید فخر الدین گردیزی از مولانا سید عبد الباری معنی اجمیری

(۶) جواب نامہ از مولانا سید عبد الباری معنی اجمیری

(۷) تذکرۃ المعین از صاحبزادہ سید زین العابدین اجمیری

(۸) جواہر فریدی از علی اصغر چشتی

(۹) مرآت الاسرار عبد الرحمٰن چشتی

(۱۰) اقتباس الانوار از شیخ محمد اکرم قدوسی

(۱۱) مسالک السالکین از عبد الستار سہسرامی

(۱۲) مونس الاروح از شہزادہ جہاں آرا بیگم

(۱۳) اکبر نامہ از علامہ ابو الفضل

(۱۴) اقبال نامہ جہانگیری از معتمد خان

(۱۵) منتخب التواریخ از ملا عبد القادر بدایونی

(۱۶) طبقاتِ اکبری از خواجہ نظام الدین احمد

(۱۷) تزک جہانگیری از نور الدین جہانگیر بادشاہ

(۱۸) فیصلہ سپریم کورٹ، اے، آئی، آر، ۱۰۲، ۱۹۶۱ء (۱۹۶۱)

(۱۹) فیصلہ مقدمہ دیوانی نمبر ۴، ۱۹۴۵ء

(۲۰) مقدمہ مشمولہ مثل نمبری ۶۳ درگاہ رجسٹر ۱۸۲۱ء

(۲۱) اسانید الصنادید از مولانا سید عبد الباری معنی اجمیری

(۲۲) قلمی شجرہ، اولاد خواجہ سید فخر الدین گردیزیؒ (ذاتی مجموعہ)

(۲۳) فرامین، اسناد مغلیہ سلطنت درگاہ خواجہ صاحب سے متعلق (ذاتی مجموعہ)

رسالہ رہبر نور کے خصوصی شمارے

تاجدار کربلا نمبر

کی دلی مبارک باد کے ساتھ ساتھ

ہم ادارے کے چیف ایڈیٹر

مولانا الحاج سید مقتدا حسین جعفری

کو قلب کی گہرائیوں کے ساتھ دعاؤں سے نوازتے ہیں۔

ڈاکٹر سید مرغوب عالم جعفری مداری

QAISAR CLINIC

PARTAPUR CHAUDHARY
IZZAT NAGAR, BAREILLY

تاجدار کربلا نمبر کی بے حد دلی مبارک باد پیش ہے۔

جملہ اراکین و مدرسین و ملازمین

جامعہ عربیہ مدار العلوم مدینۃ الاولیاء

مکن پور شریف

ایک عظیم شخصیت

عاشق اہل بیت "عاشق علی شاہ" رحمۃ اللہ علیہ

ابوالمشرب سید مقتدا حسین جعفری

ہندوستان کے مرکزی تجارتی شہر بمبئی کی اگر بات کی جائے جو کہ صوبہ مہاراشٹر کا دارالحکومت ہے تو یہ شہر تقریباً ایک کروڑ 42 لاکھ کی آبادی والا شہر ہے۔ اپنی آبادی کے لحاظ سے دنیا کا دوسرا سب سے بڑا شہر ہے اور اس کے شہری مضافاتی علاقوں کو شامل کیا جائے جو اس شہر سے متصل ہیں "نوی بمبئی" اور "تھانے" تو یہ دنیا کا چوتھا سب سے بڑا شہری علاقہ ہے جس کی آبادی ایک کروڑ نوے لاکھ بنتی ہے۔ ایک گہری قدرتی بندگار کے ساتھ یہ شہر ہندوستان کے مغربی ساحل پر آباد ہے۔ یہ ہمیشہ سے بحری تجارت کا مرکز رہا ہے اور تجارتی شہر ہونے کے ناطے یہاں لاکھوں افراد ملک کے دوسرے حصوں سے آکر آباد ہوئے اور اپنی تجارت کے ذریعہ اپنی الگ پہچان بھی قائم کرلی۔

ملک کی آزادی کے بعد سے شمالی بلاد سے جوق در جوق لوگوں کا بمبئی پہنچنا شروع ہوا یعنی اتر پردیش کے بلاد شرقیہ سے کثیر تعداد میں جا کر لوگ بمبئی میں آباد ہو گئے اور تجارتی معاملات کو آگے بڑھانے لگے۔ اسی ضمن میں علاقہ اترولہ ضلع بلرام پور سے ایک عظیم شخصیت نے تجارت کی غرض سے شہر بمبئی میں قدم رکھا اور "کرلا" کے علاقہ کو اپنا مسکن بنایا۔ چونکہ باہری شہروں سے آکر یہاں آباد ہونے والے لوگوں میں جہاں جہاں مسلمانوں کی تعداد زیادہ تھی انہیں علاقوں میں کرلا کا علاقہ بھی تھا۔ اس شخصیت کا نام "عاشق علی شاہ" تھا۔ چند ہی دنوں میں اپنے خلاق اور خلوص و محبت سے سماج میں انہوں نے اپنی ایک الگ پہچان قائم کرلی اور لوگ ان کو "منشی جی" یا منشی عاشق علی شاہ کہہ کر پکارنے لگے رفتہ رفتہ انہوں نے اپنی زندگی کو صوفیانہ رنگ کے ایسے سانچے میں ڈھال لیا کہ لوگ ان کو "صوفی جی" بھی کہنے لگے اور یہی دو نام ان کی پہچان کا حصہ بن گئے۔

ان کی ولادت ایک چھوٹے سے گاؤں جیت نگر اترولہ بلرام پور میں 1927ئ میں ہوئی تھی۔ ان کے والد کا نام حاجی "کلو شاہ" اور والدہ کا نام "سونا بی" تھا۔

عاشق علی شاہ نے بچپن سے اپنے گھر اور سماج کا ایک عجیب سا ماحول دیکھا تھا جس کو کئی مرتبہ انہوں نے مجھ سے بیان بھی کیا وہ ماحول یہ تھا کہ پورے سال ان کے یہاں شہنشاہ ولایت سید بدیع الدین قطب المدار رضی اللہ عنہ کی نذر و نیاز ہوتی رہتی تھی اور پورے علاقہ میں مدار پاک کی کرامتوں کے قصے دہرائے جاتے تھے اگر کسی کو کوئی منت مانگنا ہے تو وہ مدار پاک کے صلے میں مانگ رہا ہے اگر بزرگان دین کا تذکرہ ہے تو قطب المدار کا نام افضلیت سے لیا جارہا ہے لوگ سال بھر پہلے سے مکن پور شریف کے عرس کی تیاریوں میں لگ جاتے تھے اور وہاں جانے کیلئے اسباب مہیا کرنے لگتے تھے۔ جس کو دیکھو بوڑھا بچہ، جوان سب کے سب مار کے گیت گاتے نظر آرہے ہیں۔ ایسا لگتا تھا کہ جیسے پورا علاقہ قطب المدار کے دیوانوں سے آباد ہے اور مداریت کا مرکز بنا ہوا ہے۔

علمائے کرام اپنی تقریروں میں اہل بیت اطہار کے قصیدے پڑھ رہے ہیں۔ مولائے کائنات حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم کے بلند و بالا مقام و مرتبے کا تذکرہ کیا جا رہا ہے۔ اور قطب المدار کی شان و عظمت کا اعلان کیا جا رہا ہے۔ ایسے خوشگوار ماحول میں عاشق علی شاہؒ نے پرورش پائی ذہن و فکر میں آل رسول صلی اللہ علیہ وسلم اہل بیت اطہار اور قطب المدار کی محبت کا تسلط ہوا تو دل کی ہر دھڑکن سے یا علی اور دم مدار بیڑا پار کی صدائیں آنے لگیں اور انہیں کی محبتوں کو اپنی زندگی کا حاصل بنا لیا تھا۔

ویسے تو شہر بمبئی اور کوکن کا علاقہ وہ ہے جہاں سیکڑوں برس سے سلسلہ مداریہ کی تبلیغی سرگرمیوں کے مناظر سامنے آتے رہے ہیں کیوں کہ حاجی سید عبدالرحمن عرف حاجی ملنگ کا آستانہ ہمیشہ سے سلسلہ مداریہ کی نشر و اشاعت کا مرکز رہا ہے، خانقاہ کی رسومات جو صرف سلسلہ عالیہ مداریہ کی انوکھی پہچان ہیں یہاں خوب دیکھنے کو ملتی ہیں۔ تاریخ کو دیکھو تو اسی تجارتی بحری شہر کے ہر حصہ ارضی کو حضور مدار پاک نے بھی اپنے قدوم میمنت لزوم سے سرفرازی بخشی ہے اور حضور مدار پاک کی یہاں آمد اور دینی اسلامی تبلیغ کے چشم دید گواہ سات مقامات ایسے ہیں جن کو ''مدار چلہ'' کہا جاتا ہے آج بھی سلسلہ عالیہ مداریہ کی پہچان کی گواہی دیتے نظر آتے ہیں۔ وقت نے کروٹ بدلی اور انقلابات زمانہ کے ساتھ ساتھ لوگ اپنے اسلاف و اکابرین کے نقش قدم سے ہٹتے چلے اور نئے نئے پیدا ہونے والے سلسلوں سے وابستہ ہوتے گئے۔ جناب منشی عاشق علی شاہؒ کے ذہن کو یہ فکر ہمیشہ بے چین سا رکھتی تھی۔

1984ئ کا زمانہ ان کی زندگی میں ایک نیا انقلاب لے کر آیا جب انہوں نے اپنے اسلاف کے نقش قدم پر چلتے ہوئے حضور شیخ الہند حضرت سید ذوالفقار علی علیہ الرحمۃ والرضوان کے مقدس ہاتھوں پر سلسلہ عالیہ مداریہ کی باضابطہ بیعت کر لی۔ مرید ہونے کے بعد ان کے شیخ کی نظر کیمیا اثر نے عاشق علی شاہؒ کی زندگی کو بالکل ایک نئے موڑ پر لا کر کھڑا کر دیا۔ اپنے مرشد گرامی کی زبان سے سنے ہوئے ایک ایک جملے اور تاریخی حوالوں کو انہوں نے اپنے ذہن میں محفوظ کرنا شروع کر دیا۔ عاشق علی شاہ وقاریؒ بہت ذہین انسان تھے اور اپنی ذکاوت اور ذہانت کی بنیاد پر ہی انہوں نے سلسلہ عالیہ مداریہ کے وہ رموز و نکات یاد کر لئے جو انہوں نے اپنے مرشد سے سنے تھے۔ 1988ئ میں جب بمبئی شہر میں میری ملاقات ان سے ہوئی تو میں خود ان کی ذہنی فراست اور یادداشت دیکھ کر حیران رہ گیا تھا۔

حضور شیخ الہند حضرت سید ذوالفقار علی قمر علیہ الرحمہ والرضوان ایک دینی رہنما اور مبلغ سلسلہ عالیہ مداریہ تھے۔ اپنے پیر و مرشد کی انہیں تعلیمات سے متاثر ہو کر منشی عاشق علی شاہؒ نے شہر بمبئی میں کرلا کو سلسلہ عالیہ مداریہ کا مرکز بنایا اور ''انجمن زندہ شاہ مدار ویلفیئر سوسائٹی'' کی بنیاد رکھی۔ اس تنظیم سے بہت سے علماء و مشائخ وابستہ ہوتے گئے اور روزانہ علماء و مشائخ کی ایک بھیڑ سی رہتی۔ عاشق علی شاہ وقاریؒ نہایت خوش دلی اور خندہ پیشانی کے ساتھ علماء و مشائخ کی خاطر داریاں کرتے ان کے اخلاق او بے لوث خلوص سے متاثر ہو کر شہر بمبئی کے بڑے بڑے سرمایہ دار بھی اس تنظیم سے جڑ گئے تھے۔ جن لوگوں میں خاص طور پر قابل ذکر شخصیات یہ تھیں۔ جناب ال ۲ ہی سیٹھ، جناب شفیع شاہ، جناب عظیم اللہ درم والے، جناب حاجی نعیم اللہ شاہ بھنگار والے ، جناب محرم علی شاہ جری مری، جناب حاجی اصغر علی شاہ، جناب یعقوب علی شاہ، جناب معز احمد شاہ، جناب شکیل شاہ گورے گاؤں، جناب عبدالرحمن شاہ بابا، جناب سمیع اللہ شاہ خلیفہ، جناب شمس الدین شاہ، جناب محمد بھائی پرنٹ والے، گلاب شاہ

اسٹیٹ وغیرہم ۔1985ئ کے زمانہ میں علماء ومشائخ کوسوسائٹی اور سلسلہ عالیہ مداریہ سے علمائے کرام کو جوڑنے کا کام مفتی الشاہ غلام یحییٰ مصباحی وقاری کے ذریعہ خواب ہوا۔ دراصل منشی جی نے انہیں کی قیادت میں تنظیم کے کاموں کو آگے بڑھایا۔ جس میں مولوی محبوب شاہ مرحوم اور منزل بلرام پوری شاعر اسلام کا بھی بہت بڑا تعاون رہا ہے۔ یہ منشی جی کا حسن اخلاق تھا کہ جب میں 1988ئ میں بمبئی میں تھا تو رئیس القلم مولانا ارشد القادری جیسے باکمال عالم دین سے انہیں کے دولت کدے پر ملاقات ہوئی تھی۔

اس تنظیم کو آگے بڑھانے اور سلسلہ عالیہ مداریہ کی نشرواشاعت کا کام بمبئی شہر میں بخوبی انجام دینے میں ان کے سگے بھائی جناب مقصود شاہ وقاری، جناب حبیب شاہ مداری اور جناب جمشید شاہ مداری نے بھرپور ساتھ دیا اور منشی جی کی رہنمائی میں دامے درمے قدمے سخنے برابر کے حصہ دار بن کر رہے اور آج بھی منشی جی کے خوابوں کو شرمندہ تعبیر کرنے کیلئے یہ سبھی لوگ سرگرم عمل ہیں۔ ویسے تو منشی جی خود سات بھائی تھے اور خاندان بہت وسیع تھا سب سے بڑی بات یہ ہے کہ گاؤں جیت نگر سے لیکر شہر بمبئی تک سبھی لوگ سلسلہ عالیہ مداریہ کی عظمتوں اور اس کے وقار کو قائم رکھنے کیلئے اپنی اور اپنے بچوں کی جانیں تک قربان کردینے کے لیے تیار رہتے ہیں کوئی بھی شخص منافق سلسلہ مداریہ ان کے گھر کے کسی فرد کے سامنے زبان درازی نہیں کرپاتا ہے یہ حوصلہ آج تک قائم ہے۔ اس گھرانے کی ان خدمات پر سادات کرام کی کرم فرمائیاں ساتھ ساتھ رہتی ہیں بالخصوص سادات مکن پور شریف ہمیشہ ہی ان سب کو دعاؤں سے نوازتے رہتے ہیں۔ منشی جی کی تبلیغی کارگزاریوں پر ان کے مرشد کی پشت پناہی ہمیشہ جاری رہی اسی لئے علماء کی محفل صوفیا کی مجلس انہوں نے کسی سے ہار نہیں مانی۔

منشی جی نے اپنے پورے خاندان کے ساتھ ساتھ اپنی اولاد میں ہر ایک بچہ کو مداریت گھٹی پلادی کہ ہر فرد مدار پاک کی محبت میں دیوانہ نظر آتا ہے ہر شخص مدار کی عقیدت ومحبت کا پیکر دکھائی دیتا ہے۔ ویسے تو وہ کثیر العیال تھے مگر ان کے بیٹے محمد صدیق شاہ مداری اور محمد حدیث شاہ مداری نور المدار شاہ، روح المدار شاہ، بدیع الدین شاہ اور جناب مقصود شاہ وقاری مداری کے بیٹے مرسلین شاہ مداری، اطہر شاہ مداری پپو وغیرہم نے منشی جی کے نقش قدم کو اپنی زندگی کا سب سے بڑا سرمایہ مانتے ہیں اور خود اپنے کو سلسلہ عالیہ مداریہ پر قربان کردینے کا جذبہ رکھتے ہیں۔ اور سلسلہ عالیہ مداریہ کی ترویج واشاعت میں کوشاں رہتے ہیں۔

4 جنوری 2018ئ بروز جمعرات بوقت صبح 8 بجے منشی جی نے داعی اجل کو لبیک کہا اور اس دنیا سے پردہ فرما گئے۔ ان کی نماز جنازہ عشا کے وقت جری مری کے قبرستان میں ہوئی۔ نماز جنازہ شیخ طریقت حضرت علامہ الحاج سید محضر علی وقاری المداری نے پڑھائی اور نماز جنازہ میں بہت بڑی تعداد میں لوگوں نے شرکت کی جن میں علمائے کرام اور صوفیائے عظام بھی کثیر تعداد میں موجود تھے۔

رب کائنات منشی عاشق علی شاہ وقاری مداری رحمۃ اللہ علیہ کو جوار رحمت میں جگہ عنایت فرمائے اور ان کے اہل خاندان بالخصوص ان کے بیٹوں کو سلسلہ عالیہ مداریہ کی خدمات کرنے کا حوصلہ عطا فرمائے۔

آمین یارب العالمین

ادارہ رہبر نور کے کرم فرماء حضرات
جن کی نوازشات کے ہم مشکور وممنون ہیں

جناب سید عظیم الباقی صاحب	مکن پور شریف
جناب ڈاکٹر سید مرغوب عالم صاحب	مکن پور شریف
جناب مولانا سید نور الاخیار صاحب	مکن پور شریف
جناب مولانا سید راز دار حسین صاحب	مکن پور شریف
جناب سید مجیب الباقی صاحب	مکن پور شریف
جناب مولانا سید محضر علی صاحب	مکن پور شریف
جناب مولانا سید فیروز اختر صاحب	مکن پور شریف
جناب مولانا سید مصباح المراد صاحب	مکن پور شریف
جناب مولانا سید منور علی صاحب	مکن پور شریف
جناب مولانا سید فاران شکوہ صاحب	مکن پور شریف
جناب مولانا سید شہرت حسین صاحب	مکن پور شریف
جناب مولانا سید نور العین صاحب	مکن پور شریف
جناب الحاج سید واصف حسین صاحب	مکن پور شریف
جناب الحاج سید خورشید الحق صاحب	مکن پور شریف
جناب الحاج سید محمد ارغون صاحب	مکن پور شریف
جناب الحاج سید نور المنعم صاحب	مکن پور شریف
جناب الحاج سید ضیاء الانوار صاحب	مکن پور شریف
جناب الحاج سید سید الانوار صاحب	مکن پور شریف
جناب سید وجاہت حسین صاحب	مکن پور شریف
جناب سید اثر علی صاحب	مکن پور شریف
جناب ندیم الحسنین صاحب	مکن پور شریف

جناب مولانا سید وقار احمد صاحب	مکن پور شریف
جناب مولانا سید ادیب اللہ صاحب	مکن پور شریف
جناب سید کوثر علی صاحب	مکن پور شریف
جناب مولانا سید مسیب علی صاحب	مکن پور شریف
جناب سید شادان شکوہ صاحب	مکن پور شریف
جناب سید ظہیر الدین صاحب	مکن پور شریف
جناب سید بدر الدجیٰ صاحب	مکن پور شریف
جناب سید مسرت حسین صاحب	مکن پور شریف
جناب سید یونس علی صاحب	مکن پور شریف
جناب حافظ سید نیاز الدین صاحب	مکن پور شریف
جناب سید بخشش حق صاحب	مکن پور شریف
جناب مولانا سید آفتاب عادل صاحب	مکن پور شریف
جناب مولانا سید رائیت الاسلام صاحب	مکن پور شریف
جناب مولانا سید سحر عادل صاحب	مکن پور شریف
جناب مولانا سید سخاوت حسین صاحب	مکن پور شریف
جناب مولانا سید اقدس حسین صاحب	مکن پور شریف
جناب مولانا سید فصور المبارک صاحب	مکن پور شریف
جناب مولانا سید محبوب علی صاحب	مکن پور شریف
جناب مولانا سید اشفاق علی صاحب	مکن پور شریف
جناب مولانا سید تشریف حسن صاحب	مکن پور شریف
جناب الحاج سید ظہیر الانوار صاحب	مکن پور شریف
جناب مولانا سید امیر الاسلام صاحب	مکن پور شریف

جناب الحاج افسر علی صاحب — مکن پور شریف
جناب مولانا سید قمر معظم صاحب — مکن پور شریف
جناب مولانا سید وقار عالم صاحب — مکن پور شریف
جناب سید صبغت المدار صاحب — مکن پور شریف
جناب سید قدوس اختر صاحب — مکن پور شریف
جناب مولانا سید تقی اللہ صاحب — مکن پور شریف
جناب مولانا سید محمد یوسف صاحب — مکن پور شریف

اعزازی ممبران

جناب مولانا سید وصی اللہ صاحب — مکن پور شریف
جناب مولانا سید نور الآشقار صاحب — مکن پور شریف
جناب سید اختر حسنین صاحب — مکن پور شریف
جناب سید انصار احمد صاحب — مکن پور شریف
جناب الحاج سید نور الضیاء صاحب — مکن پور شریف
جناب سید شاہت حسین صاحب — مکن پور شریف
جناب سید امین الحق صاحب — مکن پور شریف
جناب سید محمود الحق صاحب — مکن پور شریف
جناب مولانا سید طارق حسین صاحب — مکن پور شریف
جناب الحاج سید اختیار احمد صاحب — مکن پور شریف
جناب سید سبط حسن صاحب — مکن پور شریف
جناب سید رفعت دولہا صاحب — مکن پور شریف
جناب الحاج سید طاہر حسین صاحب — مکن پور شریف
جناب سید محمد فاضل صاحب — مکن پور شریف
جناب سید ضیاء الاسلام صاحب — مکن پور شریف
جناب سید ظل محمود صاحب — مکن پور شریف

ڈاکٹر سید سمیع الباقی صاحب — مکن پور شریف
ڈاکٹر سید انتخاب عالم صاحب — مکن پور شریف
جناب سید تسکین الدین صاحب — مکن پور شریف
جناب مولانا سید اثر الاسلام صاحب — مکن پور شریف
جناب سید انوار الاسلام صاحب — مکن پور شریف
جناب مولانا سید محمد تشریق صاحب — مکن پور شریف
جناب مولانا سید طارق حسین صاحب — مکن پور شریف
جناب سید زین الحیات صاحب — مکن پور شریف
جناب عمر دراز صاحب — مکن پور شریف
جناب سید سبحان اللہ صاحب — مکن پور شریف
جناب سید لاریب دانش صاحب — مکن پور شریف
جناب سید علی منظر صاحب — مکن پور شریف
جناب مولانا سعید اختر صاحب — مکن پور شریف
جناب مولانا سید تحسین الدین صاحب — مکن پور شریف
جناب سید آزاد حسین صاحب — مکن پور شریف
جناب حافظ عبدالغنی صاحب — مکن پور شریف
جناب الحاج راحت حسین صاحب — مکن پور شریف
جناب سید امید علی صاحب — مکن پور شریف
جناب سید مشرف علی صاحب — مکن پور شریف
جناب مولانا سید نسبت نبی صاحب — مکن پور شریف
جناب سید ذہین الدین صاحب — مکن پور شریف
جناب سید علی انور صاحب — مکن پور شریف
جناب سید منور الحق صاحب — مکن پور شریف
جناب سید حشم عباس نقوی صاحب — مکن پور شریف

جناب مولانا خوشنود خاں مداری صاحب بریلی

جناب مولانا توصیف عالم خاں مداری صاحب بریلی

جناب مولانا شاید رضا خاں مداری صاحب بریلی

جناب مولانا شکیل خاں مداری صاحب بریلی

جناب عشرت خاں مداری صاحب بریلی

جناب محمد تسلیم خاں گڈو مداری صاحب بریلی

جناب مستجیب خاں ایڈوکیٹ بریلی

جناب واجد خاں مداری صاحب بریلی

جناب شاہ عالم خاں مداری صاحب بریلی

جناب سرور خاں مداری صاحب بریلی

جناب محمد آصف خاں مداری صاحب بریلی

جناب شمس الخاں مداری صاحب بریلی

جناب واجد خاں مداری صاحب بریلی

ڈاکٹر شاکر خاں مداری صاحب بریلی

جناب ندیم خاں مداری صاحب بریلی

جناب مختار خاں مداری صاحب بریلی

جناب فیاض خاں مداری صاحب بریلی

جناب ریاض خاں مداری صاحب بریلی

جناب محمد یعقوب قریشی مداری صاحب بریلی

جناب شاکر خاں مداری میڈیکل صاحب بریلی

جناب کفیل خاں ببلو مداری صاحب بریلی

جناب ذکی خاں مداری صاحب بریلی

جناب مولانا ندیم خاں مداری صاحب بریلی

جناب تحصیل خاں مداری صاحب بریلی

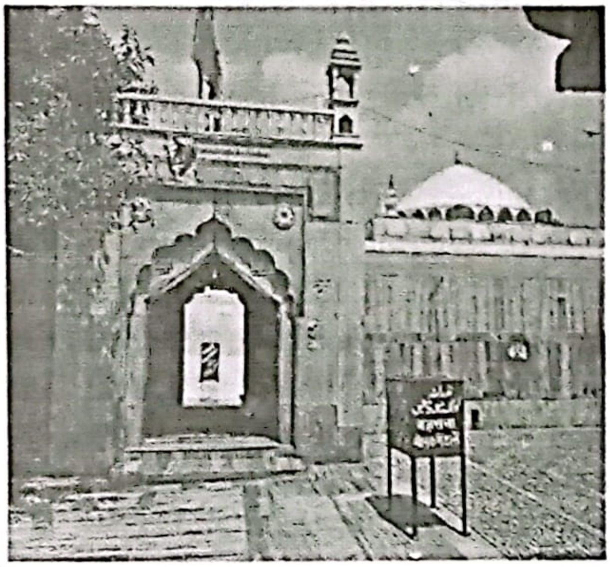

दम मदार
बेड़ा पार

रिसाला रहबरे नूर मकनपुर शरीफ के ताजदारे करवला नं० की हम सब वावस्तगाने सिलसिले आलिया मदारिया भदोही की जानिब से बहुत बहुत मुबारकबाद देते हैं।

रिसाले की ख़िदमात और कोशिशों से सुन्नी मुसलमानों को जो अच्छे पैग़ामात से नवाज़ा जा रहा है इसके लिए हम सब वेहद शुक्रगुज़ार हैं और मुस्तक़विल में अच्छे ख़्यालात और पैग़ामात की उम्मीद करते हैं।

जुम्ला वावस्तगाने सिलसिले आलिया

"सिलसिला मदारिया में इजाज़त, खिलाफत और बैअत"

सिलसिला बदीआ मदारिया में बैअत, खिलाफत और इजाज़त हर दौर और हर सदी में मुरव्विज और मुतावातिर रही है। हर ज़माने में मदारिया सिलसिले में मुरीद होने का रिवाज रहा है। जब से यह सिलसिला कायम है। यानी 600 बरस से आज तक यह तरीका कायम है और मुल्क और बैरून मुल्क के करोड़ों लोग मदारिया सिलसिले में मुरीद हुए खिलाफत हासिल की और करोड़ो लोगों को मुरीद किया। यह सिलसिला आज तक उसी तरह कायम है। सबसे बड़ी बात यह है कि सैकड़ों साल कदीम इस सिलसिलें में बड़े–बड़े जलीलुल कद्र औलिया अल्लाह और बुजुर्गाने दीन हैं जिन्होने इस सिलसिले की निसबतें हासिल की हैं और अल्लाह की मख़लूक उनके फैज़ व करम से मालामाल है। जहाँ पर औलिया अल्लाह की सीरत और तारीख की किताबें मिलती हैं। उनमें सब जगह हुजूर सैय्यद बदीउद्दीन कुत्बुल मदार के शजरात आपके खुल्फा और आपके हालात लिखे मिलते हैं। हर सिलसिले में कुत्बुल मदार की निसबतें चमकते हुए सूरज की तरह रौशन नज़र आती हैं।

कुछ बरसों से सिलसिला रज़विया के चन्द मोलवी जो सच्चाइयों से दूर हैं उन्होंने यह बात कहना शुरू कर रखी है कि सिलसिला मदारिया में बैअत व खिलाफत जायज़ नहीं बल्कि सिलसिला मदारिया के औराद व वज़ाएफ की इजाज़त ही रज़विया सिलसिले के बुजुर्गो को मिली है और दलील के तौर पर कहते हैं कि फाज़िले बरेलवी की किताब फताएव रज़विया में भी ऐसा ही लिखा गया है।

इस मज़मून में हम उन्हीं सच्चाइयों से पर्दा उठाएंगे जिन सच्चाइयों को कुछ नाम निहाद मोलवियों ने छुपा रखा है।

सिलसिला आलिया मदारिया के उल्माए किराम और मशाएखे इज़ाम का मानना है कि चूँकि फाज़िले बरेलवी के फतवों का मजमूआ "फ़तावए रज़विया" फाज़िल बरेलवी के विसाल के बहुत बाद में छपा है और उस वक्त सिलसिलाए रज़विया शदीद इख्तिलाफात के दौर में था तो फतावए नक़ल करने वालों, लिखने वालों में से किसी ने अपनी तरफ से सिलसिलाए मदारिया के खिलाफ कुछ बातें लाहिक कर दीं हैं और इसी तरह फतावए मुस्तफविया में भी खलत–मलत करके सिल़सिलाए मदारिया से मुताल्लिक फतवे में तहरीर की गई है।

इसका जीता जागता सबूत है कि बरेली और अतराफे बरेली में सुन्नी मुसलमानों की आबादी में 80 फीसदी लोग सिर्फ सिलसिलाए मदारिया में मुरीद थे और मशाएख मकनपुर शरीफ फाजिले बरेलवी मौलाना अहमद रज़ा खाँ साहब को सिलसिले मदारिया के हर इजलास में बुलाते और आप खुशी के साथ उन जलसों में शरीक होकर अपनी मदारी निसबतों का एलान भी करतें थे। यह सिलसिला मुफ्ती आज़म मौलाना मुस्तफा रज़ा खाँ साहब तक भी चलता रहा जिसके चश्मदीद गवाह हज़ारो क़ी तादाद में लोग आज भी मौजूद हैं। इसीलिए उन्होने सन 1919 में जो फतवा दिया जिसकी नकल आज भी मौजूद है उसमें उन्होने सिलसिलाए मदारिया की अज़मतों और अपनी मदारी निसबतों का खुलकर ऐलान किया है। इसी लिए सिलसिले मदारिया के उल्माए किराम मानते हैं कि इन फतवों में तहरीक़ की गई है।

सिलसिलाए रिज़विया के कुछ मुबल्लिगीन और नाशरीन ने यह गलत पैगाम देना शुरू कर दिया है कि आला हज़रत मौलाना

अह अहमद रज़ा खाँ फाजिले बरेलवी को सिलसिलाए बदीआ मदारिया में बैअत करने और खिलाफत देने की इजाज़त नहीं थी बल्कि सिलसिलाए मदारिया के सिर्फ अज़कार और अशगाल की इजाज़त थी यही पैगाम मुफ्ती जलालुद्दीन अहमद अमजदी ने भी दिया है। किस कदर अफसोसनाक बात है कि उम्मत के सामने इबारत के मतलब और उसके माखज़ को तोड़ फोड़ कर पेश किया जाए।

नाज़रीन किराम ! इस जिम्न में हम बुजुर्गाने खानदोन बरकात मारहरा शरीफ और खुद फाज़िले बरेलवी की लिखी हुई तहरीरात को आपके सामने रख रहे हैं आप खुद हक और दयानत के साथ फैसला करें।

सबसे पहले हम फाज़िले बरेलवी के इजाज़त नामे की किताब से यह साबित कर रहें हैं कि मौलाना अहमद रज़ा खाँ साहब फाज़िले बरेलवी को सिलसिलाउ बदीआ मदारिया में बैअत व खिलाफत की इजाज़त थी।

वह अपनी किताब "अलइजाज़तुल मतीना" में इस तरह अपनी निसबतों का ऐलान करते हैं !

خامسا اجزتکم بجمیع سلاسل الطریقة الانیقة اللتی
انا مجاز بها و ماذون فیها بالاستخلاف لا رشاد
الخلیفة اللخلیفة وهی الطریقة العلیة العالیة القادریة
البر کاتیة الجدیدة الی ان قال والسلسلة البدیعیة

तरीकत के उन तमाम दिल पसन्द सिलसिलों की भी इजाज़त देता हूँ जिनकी मुझे इजाज़त हासिल है जिनमें किसी को अपना कायम मकाम खलीफा जानशीन करने का साहिबे खलीफा के इरशाद के मुताबिक मै माजून हूँ वह सिलसिले तरीकत यह है (1) तरीकत आलिया कादरिया बरकातिया जदीदा (2) सिलसिलाए बदीआ (मदारिया)
"अलइजाज़तुल मतीना" सफा नं. 82 / 83

फाज़िले बरेलवी के इजाज़त नामे की इबारत में यह इबारत अहले इल्म बहुत गौर से देखें और सिलसिलाए मदारिया की सच्चाइयों पर अपनी बेबाक राय दें।

"माजून फीहा बिलइस्तिखलाफ इरशाद अलखलीफतों लिलखलीफा" यानी साहिबे खलीफा के इरशाद के मुताबिक मैं किसी को भी अपना कायम मकाम खलीफा बनाने के लिए माजून हूँ।" इन सिलसिलों में जो कि दिलपसन्द हैं उनमें सिलसिलाए मदारिया भी शामिल है। ज़ाहिर है कि दीगर सिलसिलों की तरह सिलसिलाए मदारिया भी एक मुकम्मल मुस्तकिल सिलसिला है जो हर ऐब से पाक है।

फाज़िले बरेलवी ने अपनी मंशा व मुराद को साफ ज़ाहिर करते हुए बता दिया कि सिलसिलाए मदारिया में किसी को अपना खलीफा और कायम मकाम बनाने की मुझे उसी तरह इजाज़त देता है जैसा की एक खलीफा दूसरे खलीफा को इजाज़त देता है। इतनी वजाहत के बाद भी अगर कोई यह कहता है कि फाज़िले बरेलवी को सिलसिलाए बदीआ मदारिया में बैअत करने और खिलाफत देने की इजाज़त नहीं थी बल्कि सिर्फ औराद व अशगाल की इजाज़त थी तो बिलाशुबाह यह फाज़िले बरेलवी के दीनी और अदबी शऊर पर उँगली उठाना है और समझदार तबका खासकर ज़ी शऊर उल्माए किराम इसको खूब जानते हैं कि सिलसिलाए मदारिया हक पर है।

चूँकि सिलसिलाए मदारिया की निसबतें आला हज़रत फाज़िले बरेलवी को भी हासिल हैं और यह सिलसिला उनके पीरों से उन तक पहुँचा जैसा कि खुद उन्होने तहरीर किया है तो कुछ नाम निहाद मौलवी मैदान में कुद पड़े और लिखना और कहना शुरू कर दिया कि फाज़िले बरेलवी को इजाज़त व खिलाफत नहीं सिर्फ

वजाए वजाएफ की इजाज़त है अब देखो!

खानदाने बरकातिया माहरहरा शरीफ के बुजुर्गों ने बड़ी दयानत दारी के साथ वाजेह फरमा दिया कि उन्हें जब बैअत करने की खिलाफत सिलसिलाए मदारिया में मिली तो लिख दिया और जब–जब औराद व अशगाल की इजाज़त मिली तो उसे भी लिख दिया है।

सन्1313 हिजरी में छपी किताब "तज़किराए नूरी" जिसका अरबी नाम "तनवीरूल ऐन" है किताब के मोअल्लिफ जनाब काज़ी गुलाम शब्बर कादरी बदायूनी हैं और उसके जदीद तरतीबकार शहीदे बगदाद जनाब उसैदुल हक कादरी बदायूनी हैं। यह किताब फाज़िले बरेलवी की ज़िन्दगी में छप चुकी थी।

इस किताब के सफा नं. 150 पर मोअल्लिफ ने अपने मुरशिद की इजाज़त व खिलाफत का ज़िक्र करते हुए एक सनद पेश की है जो सनद बाद में आला हज़रत फाज़िले बरेलवी को पहुँची जिससे साफ ज़ाहिर है कि फाज़िले बरेलवी की पैदाइश से पहले उनके पीर खाने में सिलसिलाए मदारिया की खिलाफत, बैअत उसी तरह जारी सारी थी जिस तरह और सिलसिले की। खानदाने बरकातिया मारहरा शरीफ में सरकार सय्यद अबुल बरकात के अजदादे गिरामी को भी सिलसिलाए मदारिया की खिलाफत हासिल है। इस सनद ने यह भी जाहिर कर दिया कि सरकार नूरी को सिलसिलाए खमसा यानी पाँचों सिलसिलों में बैअत की इजाज़त व खिलाफत उनके पीर मुरशिद ने दी थी जिसमें सिलसिलाए मदारिया भी शामिल है। इस किताब में यह भी जाहिर कर दिया गया है कि सरकार नूरी को पाँचों सिलसिलों में बैअत की इजाज़त व खिलाफत सन 1267 हि0 में दी गई और औराद व वज़ाएफ की इजाज़त सन 1276 हि से 1280 हि0 के दरम्यान दी गई। अब यह मसला रौज़े रौशन की तरह साफ हो गया है कि खानदाने बरकातिया मारहरा शरीफ में बैअत और खिलाफत सिलसिलाए मदारिया की मौजूद थी जो वहीं से आला हज़रत फाज़िले बरेलवी को हासिल हुई जिसको उन्होने तहरीर किया है।

किताब की इबारत इस तरह है जो फारसी जुबान में है हम उसको उसी तरह लिख रहें हैं ताकि कोई अंधेरे में ना रहे।

بسم الله الرحمٰن الرحيم

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَالصَّلوٰةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ مُحَمَّدٍ وَّآلِهٖ اَجْمَعِيْنَ

می گوید فقیر آل رسول احمدی کہ چوں نور دیدہ سرور سینہ قرۃ عینی وفواد قلبی سید ابوالحسین احمد نوری ملقب بہ میاں صاحب طول عمرہ زیدرہ را اجازت سلاسل خمسہ قادریہ، چشتیہ، ونقشبندی، وسہروردیہ ومداریہ قدیمہ وجدیدہ قادریہ رزاقیہ وعلویہ منامیہ وہم اجازت جملہ اذکار واشغال واوراد معمولہ خادان برکاتی بہ ہیچ کہ فقیر راز جناب عموی ومرشدی ومولاء حضرت سید شاہ ابوالفضل آل محمد اچھے میاں صاحب انار اللہ تعالیٰ مرقدہ اجازت رسیدہ است دادم ومجاز وماذون کردانیدم ہر کسے کہ ارادہ بیعت نماید ومرید شود اورا داخل سلسلہ عالیہ نمادیہ ومرید کنند وموافق استعداد اواز ذکر وشغل وورد خاندانی مامور سازند

والمسئولۃ من اللہ سبحانہ الاستقامۃ علی جادۃ اکابر تلک الطریقۃ واللہ المستعان وعلیہ التکلان تحریر تاریخ دوازدھم ربیع الاول 1267ھ 15 جنوری 1851ء (آل رسول احمدی)

تذکرہ نوری ص 150 مطبوعہ تاج الفحول اکیڈمی)

फाज़िले बरेलवी आला हज़रत को कुल 13 सिलसिलों की इजाज़त हासिल थी। आपके खलीफा मलिकुल उल्मा जफरूद्दीन बिहारी अपनी किताब "हयाते आला हज़रत" में तहरीर फरमाते हैं कि आला हज़रत आम तौर पर लोगों

जदीदा में बैअत करते को तरीकए आलिया क़ादरिया जदीदा में बैअत करते थे लेकिन हुजूर को इजाज़त 13 तरीको की थी। मतलब साफ है कि सिलसिला आलिया बदीया मदारिया आला हज़रत फाज़िले बरेलवी के नज़दीक और सिलसिलों की तरह मुस्तकिल बा फैज़ जारी व सारी है।

हज़रत मीर सय्यद मोहम्मद तिरमिज़ी कालपवी की ज़ात किसी तार्रुफ की मोहताज नहीं। आप सिलसिलाए बरकातिया के अजदाद और मूरिसे आला के पीर हैं। आप से मुताल्लिक तारीख को अल्लामा गुलाम अली आज़ाद बिलगिरामी ने किताब "मआसिरूल किराम तारीखे बिलगिराम" में तर्जुमा करते हुए लिखा है कि सैय्यद मोहम्मद तिरमिजी कालपवी ने शेख जमामुल औलिया से चिश्ती तरीके में बैअत की और कादरी, सोहरवर्दी और मदारी तरीकों की इजाज़त भी हासिल की। शेख ने इन्हे चारों सिलसिलों की अमानतें उनके हवाले कर दी थीं। और मीर सैय्यद अहमद कालपवी ने अपने वालिद मीर सैय्यद मोहम्मद कालपवी से सिलसिलाए मदारिया की अमानतें लेकर खानदाने बरकात माहरहरा शरीफ को अता कर दीं।

अल्लामा आज़ाद बिलगिरामी लिखते हैं कि मीर सैय्यद अहमद के सच्चे जानशीन शाह फज़्लुल्लाह ने फरमाया कि हज़रत सैय्यद ने अपने विसाल के वक्त साहिब ज़ादगान को वसीयत फरमाई कि तुम्हारे वालिद और दादा के खुल्फा बहुत हैं अगर खास लोगों की दूरवेशी मतलूब है तो मीर सैय्यद लुत्फउल्लाह उर्फ शाह लुदधा बिलगिरामी की सोहबत को ग़नीमत जानो और यह भी फ़रमाया कि सैय्यद अहमद के मयखाने की ख़ालिस शराब शाह लुदधा ने पी है और बाक़ी लोगों ने तो तलछट चखी है। फिर खिरकए खिलाफत और पाँचों सिलसिलों चिश्तिया क़ादरिया नक्शबंदिया, सोहरवर्दिया, मदारिया की बहुत सी अमानतें साथ लेकर वापसी की इजाज़त पाकर बिलगिराम तशरीफ लाए।

(मआसिरूल किराम सफा नं. 177)

देखो सिलसिलाए मदारिया की इजाज़त व खिलाफत का फैज़ किस तरह मशाएख मारहरा, बरेली, बिलगिराम, कालपी और कोड़ा जहानाबाद के यहाँ जारी सारी है। सिलसिलाए मदारिया की इस रोशन हक़ीक़त पर नज़र करें और किसी बे इल्म के बहकाने में न आएं।

آپ کے مراسلات

عالی جناب چیف ایڈیٹر صاحب

''سلام ورحمت''

رسالہ رہبر نور کا دوسرا شمارہ باصرہ نواز ہوا۔ ماشاء اللہ مضامین نہایت ہی معلوماتی تحریر کیئے گئے ہیں۔ خاص کر حضور سید بدیع الدین قطب المدارؒ کی حیات مبارکہ کے تعلق سے جو تحقیقی جوابات ہیں وہ ہر سنی مسلمان کی معلومات میں اضافہ کریں گے۔

آپ کے مخلصانہ کردار، سنجیدگی و متانت کو میرے والد محترم جناب دیوان نور محمد موتی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نہایت خوش دلی سے بیان کرتے تھے الحمد اللہ آپکی کاوش اور کوشش دنیا کے تمام سنی العقیدہ مسلمانوں اور خاص کر خانقاہی نظام سے وابسطہ عوام کو فائدہ پہچانے میں کارگر ثابت ہوں گی۔ میں اپنی جانب سے اور گجرات کے تمام وابستگان سلسلہ عالیہ مداریہ کی جانت سے آپکو دلی مبارک باد پیش کرتا ہوں۔

حفظ وسلام

حاجی رجب علی شاہ دیوان شاہ مدار بورڈنگ

دارا ہی بناسکانٹھا اتر گجرات

محترم ومکرم

سید مقتدا احسین صاحب قبلہ ایڈیٹر

آج کے دور میں جب ہر جانب یہ نظارہ ہے کہ لوگ اپنی اپنی دکانیں چمکانے میں لگے ہیں ایسے ماحول میں مرکزی سرزمین مکن پور شریف سے شائع ہونے والے رسالے رہبر نور کے پیغامات نہایت اہمیت کے حامل ہیں جن کے ذریعہ ملک کی سبھی خانقاہوں کے ایک ساتھ مل کر کام کرنے کی تعلیم دی جا رہی ہے۔ یہ نہایت عمدہ قدم ہے۔ بزرگان دین کے آستانوں سے ہی سنیت اور اسلامی تعلیمات زندہ ہیں۔ رب کائنات آپکی کوششوں کو کامیابیوں سے نوازے آمین۔

محمد معین صابری دہرہ دون

محترم المقام ایڈیٹر صاحب

سلام مسنون

رسالہ رہبر نور کے اس شمارے میں ''تاجدار کربلا نمبر کا اعلان دیکھ کر دل باغ باغ ہو گیا۔ اہل بیت کی محبت اصل ایمان ہے۔ اس نمبر کا بے صبری سے انتظار ہے۔ رسالے میں چھپنے والے تمام مضامین سے ایک خوشگوار ماحول بنتا جا رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس خدمت کو قبول فرمائے۔ آمین

محمد مجاہد خاں نصیری اشرفی پٹنہ بہار

QUARTERLY

RAHBARE NOOR

R.N.I.No. UPURD/054331/1347785/2019
MAKANPUR SHARIF, KANPUR, INDIA Pin Code. 209202

ادارہ رہبر نور مکنپور شریف اور جملہ مشائخ سلسلہ عالیہ مداریہ
کی جانب سے محبوب یزدانی غوث العالم مخدوم سلطان اوحدالدین

سید اشرف جہانگیر سمنانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
کچھوچھہ شریف

کا
عرس مقدس

تمام عالم اسلام
کو مبارک ہو

Cheif Editor

ABUL MASHARAB SYED
MUQTIDA HUSAIN JAFRI
H.O.: P.O. Makanpur Sharif, Kanpur Nagar,
India- 209202
Please Contact us: 995667119, 8737967832, 6394344966, 9760422993, 8840701867

Al-Madaar Offset Kanpur
Mob.: 8795601301, 9616584408